



ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری

**DR. ZAKIR HUSAIN LIBRARY**

JAMIA MILLIA ISLAMIA  
JAMIA NAGAR

**NEW DELHI**

Please examine the book before taking  
it out. You will be responsible for  
damages to the book discovered while  
returning it.

*Rate* DUE DATE

Rare

**Cl. No.**

297055

Acc. No.

95913

168C43

Late Fine Ordinary books 25 p. per day, Text Book

**Re 1 per day, Over night book Re 1 per day.**

--	--	--	--



# انسانوں کی قیمت کا فیصلہ

— \* —

قدرت کا فتوہ ہے کہ اگر قوم منفق ہو کر قوم کی اعلیٰ درجہ کی تعلیم و تربیت  
کا سامان مہیا نہیں کرتی تو قوم کی ترقی سے باہمی ہے۔

بسمین

سید احمد خان کی ادیبانہ نوازشیں الملک مولوی سید محمد علی خان

کی اور دیگر اسباب کی اسپین شامل ہیں

منفق

اجلاس مشتمل محمدیہ ایجوکیشنل کالفرنس منعقدہ مقام علیگڑھ

— \* —

مطبع مفید واقع آگرہ میں طبع ہوا

۱۹۹۰ء





# مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ

قدرت کا فتویٰ ہے کہ اگر قوم متفق ہو کر قوم کی اعلیٰ درجہ کی تعلیم و تربیت  
کا سامان مہیا نہیں کرتی تو قوم کی ترقی سے مایوسی ہے

جسمین

سر سید احمد خان کی اور ایچ نواب محسن الملک مولوی سید محمد علی خان

کی اور دیگر احباب کی اسپین شامل ہیں

معلق

اجلاس ہشتم محمدن ایجوکیشنل کانفرنس منعقدہ مقام علیگڑھ

۱۰\*۰

مطبع منقیدام واقع آگرہ میں طبع ہوا

۱۸۹۳ء



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللَّهُ

الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ

قال الله تعالى ليس للانسان الا ما سعى

مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ

اعلیٰ درجہ کی تعلیم پائے اور عمدہ تربیت حاصل کیے اور زمین قومی ہمدردی پیدا ہو بغیر  
مسلمانوں کی قومی ترقی ناممکن ہے۔  
یہ تینوں باتیں بغیر اسکے کہ ایک نہایت اعلیٰ درس گاہ ہو اور حسین نہایت اعلیٰ درجہ کے

یورپین اور ہندوستانی ہرنیہرہون اور اسکے ساتھ وسیع بورڈنگ۔ ہوس ہوجسین  
مسلمان طالب علم کثرت سے یکجا رہ سکین چال ہونے غیر ممکن ہین۔

ایسی درس گاہ کا جسمین یہ سب چیزین موجود ہون بغیر اسکے کہ قوم اپنی توڑ ٹکوا یک جگہ  
جمع کرے اور کل قوم متفق ہو کر ایسی درس گاہ کو قائم کرے۔ وودیں آنا نامکن ہے۔

پس مسلمانوں کی قسمت کا یہ فیصلہ ہے کہ اگر قوم ایسا نہیں کرنی تو مسلمانوں کی قومی ترقی سے  
باہوسی ہے۔

— (۱) \* (۱) —

آٹھویں اجلاس محمدن ایجوکیشنل کانفرنس میں جو باہر سیمینار علی گڑھ میں منعقد ہوا۔ مین  
اس نمونہ کو بصورت ایک ررولیشن کے پیش کیا۔ بعض اسپچون میں مینے یہ کہا تھا کہ  
چھوٹے اسکول مسلمان بچوں کی انگریزی تعلیم کے لیے بنیں نہ لایق ماسٹر ہوتے ہین اور  
تعلیم مسلمان بچوں کی تعلیم میں نقصان پہونچا نیوالے اور مسلمانوں کی مجموعی قوت کو  
متفرق کر نیوالے ہین۔

اگرچہ مینے اپنی اسپچ میں بیان کیا تھا کہ اگر چھوٹے چھوٹے عہد اسکول قائم کر سکتے ہو قائم کر  
مگر خراب اسکول قائم نہ کرو۔ ادھر لوگوں نے سمجھا کہ میں چھوٹے چھوٹے اسکولوں کے قائم  
کرنا بالکل مخالف ہون مگر میری گفتگو کا عام طور پر یہ نتیجہ نکالنا صحیح نہ تھا بلکہ مجھ کو  
صرف دو صورتوں میں چھوٹے چھوٹے اسکول قائم کرنیسے مخالفت ہے۔

اول۔ اس صورت میں جبکہ ان اسکولوں میں لایق ماسٹرون اور عہدہ تعلیم ہوتی ہو

دوسرے۔ اس صورت میں جبکہ قوم انہیں اسکولوں کے قائم کرنے پر التفاکرے اور اس سبب سے اعلیٰ درجہ کی تعلیم و تربیت پر متوجہ نہ ہو یا نہ ہو سکتی ہو۔ کیونکہ میری رائے میں جب تک قوم میں اعلیٰ درجہ کی تعلیم اور اعلیٰ درجہ کی تربیت پائے ہوئے لوگ پیدا نہ ہو گئے تو قومی ترقی پیدا نہیں ہونے کی۔

میری اس رائے سے جو چھوٹے چھوٹے اسکولوں کی نسبت ہے اجاب کا اختلاف کرنا کچھ تعجب نہیں ہے۔ کیونکہ دونوں کا خیال دو مختلف امر و مبنی ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے اسکول کیسے ہی ہوں کسی نہ کسی قسم کے فائدہ سے خالی نہیں ہیں۔ یہ خیال بھی صحیح ہو مگر میرا خیال یہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے اسکول جو قائم کیے جا دیں ایسے ہوں جو اعلیٰ تعلیم کی بنیاد تصور کیے جاویں اور اوپر اعلیٰ تعلیم کی عمارت بن سکے۔ ورنہ بیفائدہ ہیں۔

مگر اس وقت مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ چھوٹے چھوٹے اسکولوں کے قائم کرنے پر نہیں ہے بلکہ اس بات پر ہے کہ بغیر اعلیٰ تعلیم اور اعلیٰ تربیت کے قومی ترقی ناممکن ہے۔ اور ایسی تعلیم و تربیت بغیر اعلیٰ درجہ کی درس گاہ قائم ہوئے نہیں ہو سکتی۔ اور اعلیٰ درجہ کی درس گاہ بغیر قوم کی متفقہ کوشش کے وجود میں نہیں آ سکتی۔ پس اگر قوم متفق ہو کر ایسی درس گاہ قائم نہیں کرتی تو مسلمانوں کی قوم کی ترقی سے بایوسی ہے۔

میں یہ بھی کہتا ہوں کہ مدرستہ العلوم علی گڑھ جس درجہ ترقی پر پہنچ گیا ہے کوئی دوسرا کالج جس کے قائم کرنے کی کوشش کی جاوے اس درجہ تک پہنچنا ناظرانہ ممکن ہے۔ پس قوم متفق ہو کر اسکول پورہ مکمل کرے اور جب وہ مکمل ہو جاوے تو دوسرے کے قائم کرنیکی فکر کرے۔

میں خوش ہوں کہ ان جہد امور سے جنہر قوم کی قسمت کا فیصلہ منحصر تھا تمام ہر گونہ سے  
جو کثرت سے ابلاس میں موجود تھے اتفاق کیا ہے۔ پس میں ان تمام سخن اور پیچون کو  
جو اسکے متعلق ہوئی ہیں چھاپ کر قوم میں تقسیم کرتا ہوں کہ ہر گاہ قوم نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ  
متفقہ کوشش سے ایسے کالج کا قیام ہونا ضرور ہے اور مدرسۃ العلوم علیگڑھ  
کی نسبت تسلیم کیا ہے کہ اوسکا پورا ہوجانا اعلیٰ درجہ کی تعلیم و تربیت کے لیے واجب ہے  
لہذا ایک قوم اوسپر متوجہ ہو اور ہر ایک مقام پر دسکی تکمیل کے لیے چندہ جمع کرے تاکہ  
مقصود حاصل ہو اور قومی ترقی کا کامل ذریعہ موجود ہو۔ پس یہ درخواست ہے کہ قوم اسپر  
ہمایت سعی اور کوشش سے توجہ کرے۔ واللہ المستعان۔

والسلام

یا قلم اثم

(دستخط) سید احمد

سکرٹری محمدن ایجوکیشنل کونفرنس

و

سکرٹری ٹرسٹیان مدرسۃ العلوم علیگڑھ



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## رزرو لیوشن جسکو سید احمد نے ابلاس کانفرنس میں پیش کیا

— (۱۰) —

اس کانفرنس کی یہ اسے ہے کہ درباب ترقی تعلیم و تربیت مسلمانان کے جو کچھ کہ اب تک ہوا ہے وہ محض ناما کافی ہی اور اگر یہی حالت رہی تو صدیوں کے گزرنے پر بھی تبدیل حالت کی توقع نہیں ہو سکتی۔ جتنا کہ اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ تعلیم کا اور اس سے بھی زیادہ تربیت کا جمہوری منفقہ کوشش سے انتظام نہ کیا جاوے۔ اگر اس طرح پر نہ کیا جائے گا تو کانفرنس کی اسے میں ترقی تعلیم و ترقی حالات مسلمانان سے بالکل مایوس ہو جانا چاہیے۔

اس رزرو لیوشن کی تائید کرتے وقت سید احمد نے اس طرح پراسپیج کی۔

### پسپج سید احمد

جناب صدر انجمن۔ یہ مایوسی بھلا رزرو لیوشن جو بینے آپ کے سامنے پیش کیا ہے یہ سمجھا جائے کہ اس میں جو لفظ مایوسی کے لکھے گئے ہیں وہ صرف قلم سے لکھے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ جو نقش مایوسی کا میرے دل پر ہے یہ الفاظ ان نقشوں کا سایہ ہے اور جو مایوسی کی بواؤں سے نکلتی ہے

وہ درحقیقت میرے دل سوختہ کی بوسے۔ مجھ کو مسلمانوں کی ترقی اور مسلمانوں کی قوم کو دنیا میں ایک مغزز قوم بنانے کے لیے بالکل مایوسی ہے اور ان کا اجلاس میں سمجھتا ہوں کہ اس کا فیصلہ مگر نیوالا ہے اور ہمارے دل کو اس راحت کا دینے والا ہو گا جس کا ایک مشہور قولہ میں بیان ہوا ہے کہ الیاس احدی الراحتین۔

اے جناب صدر انجمن۔ آپ خیال کرتے ہو گئے کہ یہ مایوسی میرے دل کی کمزوری کا باعث ہے ورنہ کوشش کی ڈکشنری میں مایوسی اور نامکن کا لفظ نہیں ہے۔ مگر انصاف کی نظر کا میں متنبی ہوں۔ اس امر میں کوشش کرتے کرتے تین قرن گزر گئے اور کچھ نہیں ہوا۔ تیس چھتیس برس سے اس کوشش میں مگر کوئی ہے اور پھر کو لھو کے ہل کی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ زمین میں جہاں تھے پھر کیوں نہ دل پر مایوسی چھا جاوے مصرع

ننالم چون دل است آخر نہ سنگست

جناب صدر انجمن۔ میضمون جو آج کے اجلاس میں پیش کیا ہے درحقیقت کوئی میضمون نہیں ہے بلکہ دوسرے اجلاسوں میں متعدد پیراؤں میں پیش ہو چکا ہے۔ اسی میضمون کو دوسرے غفلتوں میں مینے لکھ دیا کہ اجلاس میں پیش کیا تھا جسکو گروہ کثیر مسلمانوں نے نامنظور کیا تھا اورچہ آپ کا وقت ضائع ہو گا مگر مجھ کو اجازت دیجئے کہ میں اپنی اس اسپیچ کو آپ کے سامنے پڑھوں اس کے بعد جو کچھ مجھ کو آج کہنا ہے وہ کہوں کیونکہ آج کے اجلاس کو میں درحقیقت مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ سمجھتا ہوں۔

لکھنؤ میں میضمون پیش ہوا تھا کہ چھوٹے چھوٹے اسکول مسلمان بچوں کی انگریزی تعلیم کے لئے



جنہیں نہ لائق ماسٹر ہوتے ہیں اور نہ عمدہ تعلیم مسلمانوں کے بچوں کی تعلیم میں نقصان پہنچا دیوے  
اور مسلمانوں کی مجموعی قوت کو متفرق کر دیا جائے۔

اس پر مینے یہ گفتگو کی کہ۔ اس رزلوشن کو سنکر بلاشبہ آپ سب صاحب متعجب ہو جائیں گے  
مگر براہ مہربانی اس کے نامعلوم کرنے میں جلدی نہ کریں گے گا ذرا تاال فرمائے گا اور مجھے اس کی  
تشریح کرنے دیجئے گا اور اس کے حسن وقوع دونوں کو جانچئے گا۔

جن بزرگوں نے ان چند برسوں میں متعدد جگہ چھوٹے چھوٹے اسکول ملے ثبات چندہ  
کے بھروسے پر قائم کیے ہیں اور مسلمان بچوں کے غول بھرے ہیں ان اسکولوں کی حقارت کرنا  
یا ان کو غیر ضروری قرار دینا یہ مقصد نہیں ہے بلکہ میرا مقصد یہ ہے کہ ان سے جو نفع قوم کو پہنچتا ہے  
اور جو نقصان قوم کا اونسے ہوتا ہے ان دونوں کا اندازہ کیا جاوے اور ان دونوں کو تولا جاوے  
جو پہلے ہماری نکلے اس پر فیصلہ ہو۔

اس مطلب کی تشریح کرنے کو میں ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ ایک شخص ہے جو نہایت  
پیا سا اور بھوکا ہے تمام اسکورڈی دیتے ہو اور پانی پلانے کا بندوبست نہیں کرتے حالانکہ  
روٹی سے مقدم پانی پلانے کا بندوبست کرنا ہے۔ روٹی کی بھی بلاشبہ اس کو ضرورت تھی مگر جو شے  
اوس سے بھی زیادہ مقدم تھی اوس کا خیال نہ کر نیسے روٹی دینا کچھ فائدہ نہ دیکے گا اور ضرور وہ شخص  
پیا س کے مارے مر جاوے گا۔

یہی حال ہماری قوم کا ہے۔ چھوٹے اسکول اونی تعلیم کے لئے قائم کرنے پیا سی اور بھوکا  
قوم کو روٹی دینی ہے۔ قوم کو نہایت ٹھنڈے پانی یعنی اعلیٰ تعلیم کی ضرورت ہے جب تمام اور کا

بندوبست نہیں کرتے تو اس کا نتیجہ سب سے بڑا اسکے کہ قوم پیاس کے مارے مر جائے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔  
 قوم میں اس قدر بڑبڑ نہیں ہے کہ اعلیٰ تعلیم کا بھی بندوبست کرے اور ادنیٰ تعلیم کا بھی بندوبست  
 کرے اور اس سب سے جبکہ وہ ادنیٰ تعلیم کے انتظام پر منہ جھکی ہوئی ہے تو سمجھو ری اس کو اعلیٰ  
 تعلیم کے اثری کم کا موقع نہیں رہتا۔ مجموعی تو نیکو کار و رستہ بنانا ہے اور قوم کے لئے  
 اس نتیجہ کی امید ہوتی ہے جو اس پیاسے شخص کی نسبت پیاس لی سختی سے ہو سکتی ہے۔  
 سو بنا چاہئے کہ لوگ ان کی توجہ چھوٹے چھوٹے اسکولوں کے قیام کرنے پر کیوں مائل ہوتی  
 براہ مزاج یہ کہ جانتا ہے کہ اپنے لئے ایک مشغلہ پیدا کر کے لے۔ مگر ان کا تو مشغلہ ہوتا ہے  
 اور ان بچا سے بچہ کی زندگی برباد ہو جاتی ہے۔

منہج کی بات کو جانے دو وہ لوگ نیک نیتی اور قومی جہد و پیہ سے یہ سمجھتے ہیں کہ غریب  
 لوگوں اور سمنے قدر و رد کے سچوں کو فائدہ پہنچے اور عام تعلیم سے ارگ فائدہ اٹھا دیں۔ مگر  
 اس میں دو طرح سے غلطی ہے۔

اول۔ یہ کہ جب تک اعلیٰ قوموں میں اعلیٰ درجہ کی تعلیم نہیں ہوتی ادنیٰ قوموں اور غریب  
 لوگوں میں ہرگز تعلیم نہیں پھیل سکتی۔

دو۔ یہ کہ جب تک اعلیٰ درجہ کی تعلیم ملک میں موجود نہیں ہوتی ادنیٰ درجہ کی  
 تعلیم کا پھیلنا ناممکن ہے۔ دنیا کے کسی حصہ ملک کی تاریخ سے ثابت نہیں ہوا ہے کہ بدون  
 اعلیٰ درجہ کی تعلیم کے شاید ہوئے ادنیٰ درجہ کی تعلیم پھیلے جو۔ قدرت کا قاعدہ ہے کہ اعلیٰ  
 اعلیٰ کی پیروی کرتا ہے۔ کبھی اعلیٰ ادنیٰ کی پیروی نہیں کرتا۔ پس جو لوگ غریب لوگوں میں ادنیٰ

درجہ کی تعلیم کے رواج کے خواہان ہیں انکا سب سے اوّل یہ فرض ہے کہ اپنی قوم میں اعلیٰ درجہ کی تعلیم یافتہ لوگوں کے پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ اولیٰ درجہ کی تعلیم اور غریب لوگوں میں رفتہ رفتہ از خود پھیل جاوے گی۔

ہر کوئی تسلیم کرتا ہے اور میں بھی تسلیم کرتا ہوں کہ نومذہب مال ہونا، تعلیم یافتہ اور مغرور ہونا اس بات پر منحصر ہے کہ اوس میں مذہب، تعداد کے لوگ نہایت اعلیٰ درجہ کی تعلیم یافتہ ہوں۔ اسکے بعد نہایت کثرت سے تعداد ایسے لوگوں کی موجود اور سطورجہ کی تعلیم پائے ہوں اور اسکے بعد اعلیٰ درجہ کی تعلیم یافتہ۔ مگر سب سے مقدم اعلیٰ درجہ کی تعلیم یافتہ کا موجود ہونا ہے جو قوم کے افتخار کا باعث ہے اور جو بین اور مخرج باقی دولتوں کی تعلیم کا ہے۔ جو لوگ اپنی کوششیں اعلیٰ درجہ کی تعلیم پر متوجہ نہیں کرتے اور اولیٰ درجہ کی تعلیم پر مصروف کرتے ہیں وہ اولیٰ درجہ کا ہوتا ہے جن جہیں کبھی کامیابی نہ ہوگی۔

آج دوسری طرح پر غور کرو کہ اکثر حصّوں اور قریباً ہر ایک ضلع میں گورنمنٹ اسکول یا شہر پور کے اسکول قائم ہیں جو انٹرنس تک کی تعلیم سلوبی سے دیتے ہیں۔ اگر تم اس قسم کے مقامات میں مسلمانوں کی تعلیم کے لیے کیسیوجہ سے اسکول قائم کرتے ہو۔ بہتر قائم کرو مگر یہ بتاؤ کہ تمہارے اسکول میں اسی درجہ کے لائق۔ ذی علم ماسٹر اور ہیڈ ماسٹر ہیں جیسے کہ ان اسکولوں میں ہیں یا نہیں۔ جہاں تک کہ مجھے علم ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ نہیں۔ پس غور کرو کہ تم جو عمدہ اور ذی علم ماسٹروں کی تعلیم سے مسلمانوں کو چھڑا کر اپنے کم علم اور ناقص ماسٹروں کے سپرد کرتے ہو تو تمہارا ایسا کرنا درحقیقت اونکے ساتھ ملوک کرنا ہے یا بدسلوکی۔ یہ ایسی صاف بات ہے کہ ہر شخص کو

صحیح ہو سکتا ہے۔

ابن ازل یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان چھوٹے اسکولوں میں اپنی درجہ تعلیم دیکر لوگوں کو تیار کرتے ہیں تاکہ وہ ہی اسکول یا کالج میں اعلیٰ درجہ کی تعلیم پانے کے لیے داخل ہو سکیں اور اسی خیال سے بہت سے بزرگوں نے جابجا پیسہ خرچ کیا اور پڑھائی۔ مڈل اور ایض تمام نہیں لائیں تاکہ ان کو اعلیٰ تعلیم کے لیے تیار کیا جاسکے۔ یہ بات تو نہایت خوشی کی ہے کہ تھوڑے عرصہ سے ہماری قوم کو اپنی قوم کی تعلیم کا خیال پیدا ہوا ہے اور ہندوستان کے ہر گوشہ سے اس بات کی آمد آتی ہے کہ ہم کے لیے کچھ کرنا چاہیے لیکن اگر اس کوشش میں کچھ نقص ہو تو اس سے چشم پوشی بھی مانتا نہیں ہے۔ پس جن بزرگوں نے اس قسم کی کوشش کی ہے جسکے میں بیان کر رہا ہوں۔ اولاً دل سے ان کا شکوہ اگر نیکے بعد یہ امر کہنا چاہتا ہوں کہ انھوں نے ایسا کرنے سے اس مقدمہ امرت ہو سکتا ہے مقدمہ قرار دیا ہے یعنی مہاتوں کی اعلیٰ تعلیم کی ترقی سے بالکل غفلت کی ہے یا اپنی قوت کو مقدمہ چیز کے بدلے مؤثر شے کی طرف رجحان کیا ہے یا اپنی مجموعی قوت کو اس طرح پر ساقط کر دیا ہے کہ مقدمہ امر کے انجام کے قابل نہیں رہی ہے۔

اے صاحبو۔ تعلیم کا معاملہ نہایت نازک ہے اور اس کے اثر اچھے یا برے جو نہایت مخفی طور پر پیدا ہوتے ہیں وہ بہت کم نظر آتے ہیں مگر وہ اثر نہایت گہرے اور زیر پاہوتے ہیں۔ فرض کرو کہ ایک اسکول ایسا قائم کیا جاوے جو صرف مڈل تک کی تعلیم دیتا ہو اور ایک اسکول ایسا ہو جو انٹرنش تک کی تعلیم دیتا ہو جس میں مڈل کلاس بھی ہو باوجودیکہ دونوں میں مڈل کلاس کے پڑھنے کی کتابیں یکساں ہیں مگر جو باغی اثر اور ترقی کی طرست نازل خیالات ان لوگوں کے ہوتے ہیں جو

اوس اسکول میں پڑھتے ہیں جو انٹرنس تک پڑھتا ہے ہرگز ان لڑکوں کو مکمل نہیں ہوتے جو اوس اسکول میں پڑھتے ہیں جو صرف مڈل تک پڑھتا ہے۔

آگے یہ فرق ان لڑکوں میں زیادہ محسوس ہوتا ہے جو کسی کالجیٹ اسکول میں پڑھتے ہیں اور جو صرف ایسے اسکول میں پڑھتے ہیں جو صرف انٹرنس تک پڑھتا ہے۔ پس ہم کو اپنی قوم کی ترقی کی کوشش کرنے میں ہر بات پر خیال کرنا چاہیئے اور سوچنا چاہیئے کہ ایسا نہ ہو کہ ہماری کوششیں بعض اسکول کے ہم اپنی قوم کو ترقی کی راہ پر لیجا دیں تنہا کی راہ پر لیجاتے ہوں اور بعض اسکول کے ہم اپنی مجموعی قوت کو اذکی ترقی دینے میں کام میں لاویں اوسکو متفرق کر کے اوس مجموعی قوت کو ساقط کرتے ہوں۔

ان چھوٹے چھوٹے اسکولوں کے قایم کر نیک خیال ایک اور سبب سے بھی پیدا ہوا ہے جو نہایت نیک دلی اور قومی ہمدردی کا خیال ہے اور جو بلاشبہ تعلیم و تحسین کا مستحق ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی شہر یا قصبہ میں کوئی اسکول موجود نہیں ہے اور انھوں نے اس خیال سے اسکول قایم کیا ہے کہ وہ ان کے لڑکے جو ادارہ پھرتے ہیں کچھ پڑھ جا دیں۔ میں ایسے اسکول کی مخالفت کرنی نہیں چاہتا مگر جب تمام قوم کو بحیثیت ایک قوم ہونے کے مثل شخص واحد کے خیال کرتا ہوں تو ان بزرگوں کی خدمت میں یہ ضرور عرض کرتا ہوں کہ آپ نے پیاسے اور مٹھو کے شخص کے لیے صرف روٹی کھانے کا سامان کیا ہے مگر وہ پیاس کے مارے مر رہا ہے۔

اے صاحبو تعلیم کے متعلق صرف دو قسم کے خیالات ہیں ایک اشاعت کرنا اعلیٰ درجہ کی تعلیم کا جو بلاشبہ ایک محدود گروہ کو یا تلیس گروہ کو نصیب ہوگی۔ دوسرے اشاعت کرنا عام

تعلیم کا جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ عام لوگ اور غریب گروہین اور غریبوں کے لڑکے اوس سے فائدہ اوشھادین اور گروہ کے گروہ اور غول کے غول ایسے پیدا ہو جاوین جو شد بد سے واقف ہون جہا تک مجھ کو اپنی قوم کے بزرگوں سے موقع ملا ہے مجھے معلوم ہوا ہے کہ انکے خیالات اس پچھلی قسم کی تعلیم کی طرف زیادہ مایل ہین اور وہ اپنی نیک نیتی سے تعلیم کا ایسا طریقہ چاہتے ہین جس سے غریب آدمی بھی فائدہ اوشھاسکین۔

اے صاحبو میں اپنی قوم کے ان بزرگوں کے اس خیال پر نہایت ستائش کرتا ہوں مگر جس خیال سے میں اپنی قوم کی ہمدردی کرتا ہوں اور جس درجہ برہمن اپنی قوم کو یجانا چاہتا ہوں وہ میرا مقصد صحیح ہو یا غلط ممکن ہو یا نامکن اس طریقہ سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ میں اپنی قوم کو آسمان کی مانند کرنا چاہتا ہوں جو رات کی وقت ہم کو دکھائی دیتا ہے۔ جب میں رات کو آسمان دیکھتا ہوں تو میں اس کے اس حصہ کی جو نیلا نیلا سیاہ روٹروانا دکھائی دیتا ہے کچھ بھی پرانا نہیں کرتا مگر اودن ستاروں کو دیکھنا چاہتا ہوں جو اوس میں چمک رہے ہین اور معشوقانہ انداز کی چمک سے ہجو اپنی طرف کھینچتے ہین اور انکے سبب سے اس تمام سیاہ رو آسمان کو بھی عجیب قسم کی خوبصورتی حاصل ہوئی ہے۔ اے صاحبو کیا تم اپنی قوم میں اس قسم کے لوگ پیدا کیے بغیر جو تمھاری قوم میں ایسے ہی چمکتے ہوں جیسے آسمان پر تارے۔ اپنی قوم کو مغزرا اور دوسری قوموں کی آنکھ میں باغزت بنا سکتے ہو۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔

اے صاحبو کیا تم ان ستاروں کی پیدا کیے بغیر اپنی سیاہ رو اور دراندی ذلیل قوم میں کوئی خوبی پیدا کر سکتے ہو۔ عام تعلیم کا عام لوگوں میں بغیر موجود ہونے اعلیٰ تعلیم کے پھیلنا ناممکن ہے

اور تمام دنیا کی تاریخ سے اسکا ثبوت ملتا ہے۔ پس بلاشبہ مجھکو افسوس ہے کہ نیک نیت گمشدین جو قبل از وقت ہماری قوم کے بزرگ و دوسری قسم کے خیالات سے کرتے ہیں وہ مضل و ہونیوالی ہیں یا قوم کے عروج کے لئے سب بے سود ہیں۔

اے صاحبو! اس قسم کی تعلیم پر زور دینا اور خیال کا رجوع کرنا اس قسم کے لوگوں کا کام ہے جہاں اعلیٰ درجہ کی تعلیم کا آفتاب نصف النہار پر چوٹ چکا ہو یا ایک بدیت گورنمنٹ کا کام ہے جو اپنی رعایا کو کسی ظالمانہ پالیسی سے اعلیٰ درجہ کی تعلیم تک پہنچنے سے روکتی ہو یا یہی منصف گورنمنٹ کا کام ہے جو حقوق کی پابندی اور انصافانہ برتاؤ کی مجبوری سے عام تعلیم کے فائدہ کو اعلیٰ درجہ کی تعلیم میں جو بلاشبہ محدود لوگوں پر منحصر ہوگی خرچ نہ کر سکتی ہو۔ اب تم جو اعلیٰ درجہ کی تعلیم کو چھوڑ کر عام تعلیم کی طرف توجہ کرتے ہو کیا تمہاری قوم میں اعلیٰ درجہ کی تعلیم کا آفتاب نصف النہار پر چوٹ چکا ہے یا تم مثل اس ظالم یا منصف گورنمنٹ کے ایسا کرنے پر مجبور ہو۔ مجھے بزرگانِ قوم معاف فرماؤ گے کہ میں اس راہ کو قومی ترقی کی راہ نہیں سمجھتا۔

استقدر سننے کے بعد ضرور میرے دوستوں کے دلیں جو اس وقت یہاں تشریف رکھتے ہیں یہ خیال پیدا ہوا ہوگا کہ اگر یہ تدبیر ترقی کی طرف مائل نہیں ہیں تو وہ تدبیر کیا ہیں جسکا ترقی کی طرف میلان ہے۔ جو کچھ میرا خیال اس امر کی نسبت ہے میں ضرور اسکو بتاؤں گا میں نہایت خوش ہوں بلکہ میری ہرزدہ ہے کہ ہماری قوم خود اپنے اتفاق سے قومی اسکول اور قومی کالج قائم کرے اور انکی کثرت ہو کہ گورنمنٹ کو مجبوری اپنے اسکول اور کالجوں کو اڑھا لینا پڑے مگر ہر کسی اسکول کے قائم کرنے کا ارادہ نہیں کرنا چاہیئے جب تک کہ ہم ٹرنس کلاس کی پڑائی کا

اسکول نہیں قائم کر سکتے اور حسین ایک نہایت عمدہ اور لائق پورا خٹلمین یورپین ہیڈ ماسٹر مقرر  
 نہیں کر سکتے۔ ایسا اسکول بارہ سو روپیہ ماہوار می مستقل آمدنی کے بغیر قائم نہیں ہو سکتا۔ اس  
 وجہ سے کمتر درجہ کا اسکول قائم کر کے بچوں کو اوس میں پھنسانا قومی نقصان کا باعث ہے اور نہ اسکی  
 ضرورت ہے کیونکہ اسقدر تعلیم حاصل کرنے کے بہت سے وسیلے موجود ہیں۔

اسی طرح ہر کسی کالج کے قائم کرنے کا ارادہ نہیں کرنا چاہیئے جب تک کہ ہم اسقدر سرمایہ بہم  
 نہ پہونچا لیں جس سے علاوہ ہندوستانی پروفیسروں کے کم سے کم تین یورپین پروفیسر نہایت عمدہ  
 خصلت کے اور پورے خٹلمین مقرر کر سکیں دو ہزار پانسو روپیہ ماہوار سی سے کم میں ایسا اسٹاف  
 جمع نہیں ہو سکتا۔ اور متفرق اخراجات اور ضروری کتب خانہ کے لئے جو کالج کے لئے  
 ضروری ہے اسکے سوا روپیہ کا ہونا ضروری ہے۔ ظاہر ہے کہ قوم کی حالت ایسی نہیں ہے  
 کہ ہر جگہ وہ ایسے اسکول اور کالج قائم کر سکے مگر سب کو اپنی قوت مجموعی سے کسی جگہ  
 اسکو پورا کرنا چاہیئے جب ایک جگہ پورا ہو لے تو پھر دوسری جگہ قائم کرنے میں اپنی مجموعی  
 قوت کو کام میں لاویں۔

اگر وہ یہ کام نہیں کر سکتے تو بعض چھوٹے چھوٹے اسکول بنانے کے کسی مقام کو پسند کریں  
 جہاں عمدہ اسکول یا کالج ہو اور وہاں ہر لڑکوں کے رہنے کا اور دائمی سکونت کے اخراجات میں  
 امداد دینے کا انتظام کریں اور قوم کے لڑکوں کو جن کر کے وہاں رکھیں اور جو روپیہ کہ چھوٹے چھوٹے  
 اسکول بنانے میں صرف کرتے ہیں اسکو انکی تعلیم دلانے میں خرچ کریں۔  
 اس تدبیر میں دو نقص باقی رہتے ہیں جو میرے خیال میں بہت بڑے ہیں گو کہ لوگ کچھ



کم خیال کرتے ہیں اسوقت جسقدر کالج و اسکول ہیں وہ گورنمنٹ کے ہیں یا گورنمنٹ کے ہاتھ میں ہیں یا شہزیوں کے ہاتھ میں ہیں انکے انتظام میں ہلکو کچھ باختلاف نہیں یا برائے نام کچھ ہے اور انکا انتظام ہم اپنے دلخواہ نہیں کر سکتے اور جو حاجتیں مسلمان لڑکوں کی تعلیم میں ہیں وہ اُن سے پوری نہیں ہو سکتیں۔ علاوہ اسکے مسلمان بچوں کو صرف تعلیم ہی دینا کافی نہیں ہے۔ انہیں قومیت کی روح بھونکنی اور انکی تعلیم سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ یہ روح انہیں پڑ نہیں سکتی جب تک گروہ گروہ مسلمان بچے ایک جگہ جمع کر کے تعلیم دیے جائیں اور انکے دلیں قومی کالج کے ہونیکے خیال کا اثر اور قومی کالج میں تعلیم پانچا جوش پیدا ہو۔ آئے صاحبو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جب تک یہ روح ہماری قوم میں آوگی اسوقت تک ہماری قوم مُردہ بصورت زندہ رہیگی اور کسی چیز میں تعلیم دولت عزت۔ ہمت۔ حمیت۔ غیرت کسی چیز میں عروج کے درجہ پر نہیں پہنچنے کی۔ خدا ہماری قوم کی مدد کرے۔ (یہ میری اسپیج تھی جو میں نے لکھوین کی تھی)

جناب صدر انجمن اس اسپیج میں جو میرا مطلب تھا وہ بہت صاف تھا یعنی میں یہ نہیں کہتا کہ ابتدائی تعلیم کے لئے مدرسے نہ قائم کیے جائیں اور میں کیونکر یہ کہہ سکتا ہوں کیونکہ جب تک ابتدائی تعلیم اسٹرنس تک نہوگی تو مسلمان بچے کالج کلاس تک کیونکر پہنچ سکیں گے۔ بلکہ میرا مطلب یہ تھا کہ ابتدائی تعلیم کے لئے ناقص اور تعلیم کے خراب کر دیوالے مدرسے جنہیں نہ عمدہ تعلیم ہوتی ہو نہ لائق اسٹرنس ہوں قائم کرنے مسلمانوں کے بچوں کی تعلیم کو نقصان پہنچا دیوالے ہیں اگر عمدہ مدرسے قائم نہیں کر سکتے تو ناقص مدرسے

قائم ست کرو بلکہ ایسی تدبیر کرو جس سے مسلمان بچوں کو عمدہ درسوں میں تعلیم پانیکا موقع ملے  
 دوسرا مطلب میرا یہ تھا کہ ادنیٰ تعلیم قوم کی ترقی کے لئے کافی نہیں ہے۔ قوت کو  
 مجتمع کرو اور اعلیٰ تعلیم میں مدد دو۔ اب آج کے رزلوشن میں سینے دو امر پیش کیئے ہیں۔  
 ایک۔ یہ کہ درباب ترقی تعلیم و تربیت مسلمانوں کے جو کچھ اٹلک ہوا ہے وہ چھٹا نا کافی  
 ہے اور اگر یہی حالت رہی تو صدیاں گزرنے پر بھی تبدل حالت نہیں ہونے کی۔

دو۔ یہ کہ اگر اعلیٰ درجہ کی تعلیم و تربیت کے لئے ٹفہہ کاشش سے انتظام  
 نہ کیا جاوے گا تو ترقی مسلمانوں سے بالکل مایوس ہو جانا چاہیئے۔

پہلا امر جو اس رزلوشن میں ہے اور تربیت کا اشارہ اس میں کیا گیا ہے مجھے  
 یقین ہے کہ اس باب میں کوئی ایسا نہیں کر سکتا کہ تمام کالجوں میں جو اس وقت گورنمنٹ  
 کی طرف سے بشزریوں کی طرف سے قائم ہیں کوئی تدبیر طابعوں کی تربیت اور ان کے اخلاق  
 درست کرنے کی نہیں ہے۔ اور نہ ایک جگہ مسلمان بچے جمع ہیں کہ آپس میں مل جل کر رہنے  
 سے باہمی ارتباط اور قومی ہمدردی پیدا ہو۔ بلکہ کالج کی جن جماعتوں میں مسلمان معدود  
 اور غیر قوم کے لوگ کثرت سے ہیں وہ ان مسلمانوں کی قومی فیلنگ ہمیشہ دبی رہتی ہے  
 اور قریباً قریباً معدوم ہونیکے ہو جاتی ہے اور یہ اثر ایک غیر محسوس حالت سے طبیعت میں  
 بیٹھ جاتا ہے۔ جو لوگ انسان کی طبیعت کی حالت کو سمجھنے والے ہیں وہ اس بات کو  
 بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ آپنے اور میرے دوستوں نے جو اس ہال میں موجود ہیں متعدد  
 کالجوں کو دیکھا ہوگا۔ کیا وہ ان کالجوں میں مسلمان طابعوں کی ایسی ہی خوش حالت

پاتے ہیں جیسے کہ ہمارے کالج کے طالب علم اس خیال سے خوش رہتے ہیں کہ وہ اپنے قومی کالج میں پڑھتے ہیں اور اپنی قوم کے ایک گروہ کو دیکھ کر جو ان کے ساتھ پڑھتے اور رہتے ہیں قومی فخر اور فخر حاصل کرتے ہیں اور ان کی اونٹنیں ہر دم ترقی و تازہ سرسبز و شاداب ہوتی رہتی ہیں اور کیا آپ کے نزدیک اس کا اثر طبیعت انسانی پر نہیں ہوتا اور قومی فخر اور قومی ہمدردی اس سے پیدا نہیں ہوتی۔ ڈوہائی مسلمان طالب علموں سے زیادہ اس وقت تک بورڈرین جو مذہبی جوش اور قومی ہمدردی کی فیلنگ آپ انہیں پاتے ہیں کیا دوسرے کالجوں میں جہاں مسلمان اور قوموں کے ساتھ ملکر پڑھتے ہیں انہیں بھی یہی جوش اور یہی قومی فیلنگ پاتے ہیں۔ یہ ایک ادنیٰ نمونہ اس تربیت کا ہے جس کا میں نے ابھی ذکر کیا یہی نشان قومی ترقی کا ہے اور اسی قسم کی تعلیم سے قوم قوم بنتی ہے **وَأَشْهَدُ بِاللّٰهِ اَنْ هٰذَا الْمَوَاحِقُ الْمُبِينِ**۔

اب رہا مسئلہ تعلیم کا جسکی نسبت میں کہتا ہوں کہ اب تک جو کچھ ہوا ہے وہ محض ناکافی ہے۔ بلکہ نہایت رنج اور افسوس کے قابل ہے۔ اسکی زیادہ تشریح کرنے کی مجھے کچھ ضرورت نہیں ہے۔ اسی حال میں **سید محمد محمود** نے ابتداء تقریر یونیورسٹیوں سے زمانہ حال تک کی تحصیل علوم و فنون انگریزی میں مسلمانوں کا جو حال رہا ہے اوسپر کچھ دیا ہے۔ ڈوہائی گرام کے نقشے انہوں نے سب کے سامنے رکھے ہیں جس سے ہر شخص آنکھ سے دیکھ سکتا تھا کہ ہمارے ہر وطن ہندوستانیوں کی تعلیم کی شاخ ہر ایک یونیورسٹی میں سرِ فلک کشیدہ ہے اور مسلمانوں کی تعلیم کی شاخ سرنگون برز میں اُفتادہ۔

کیا اس سے زیادہ دل دکھانیوالا نقشہ معجزانہ قوم کے خیال میں گذر سکتا ہے۔  
 کیا اسکی کوئی اور نظیر اس سے زیادہ بچہ دہ دیکھی جاسکتی ہے اگر اعداد میں اسکا  
 حال پوچھو تو یونیورسٹی کی تعلیم میں ہندوؤں کے مقابل میں مسلمانوں کی تعلیم کا حال  
 اس طرح پر ہے۔ کلکتہ یونیورسٹی میں فیصدی سوا چار۔ الہ آباد یونیورسٹی میں فیصدی  
 نو سے کچھ زیادہ۔ دیلاس یونیورسٹی میں فیصدی پون سے بھی کم۔ بمبئی یونیورسٹی  
 میں فیصدی پونے دو۔ پنجاب یونیورسٹی میں اٹھابیس سے کچھ زیادہ۔ اور مجموعہ  
 یونیورسٹیوں میں فیصدی سوا چار سے کچھ کم۔

اگرچہ میں ہوتے اپنے زندہ دل پنجابی بھائیوں کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انکی تعلیمی حالت  
 بلحاظ یونیورسٹی کی تعلیم کے اور صوبوں سے اچھی ہے مگر اسی کے ساتھ میں یہ بھی کہوں گا  
 کہ پنجاب میں مسلمانوں کی آبادی بہت زیادہ ہے اگر پنجاب کے مسلمان باشندے یونیورسٹی کی  
 تعلیم میں اپنے ہندو بھائیوں سے سوا یا ڈیڑھ حصہ نہ لیں تو انکی نسبت یہ نہیں  
 کہا جاسکتا کہ انھوں نے تعلیم میں ترقی کی ہے۔

جناب صدر انجمن۔ ایک بہت بڑی غلطی چلی آتی ہے جب اندازہ مسلمانوں کی  
 تعلیم کا بلحاظ پالیٹیشن کے کیا جاتا ہے۔ ہندوؤں کے ساتھ ان قوموں کو بھی شامل  
 کیا جاتا ہے جنکا نام ہندو شاستر میں شودر قرار دیا ہے اور وہ ان وحشی لوگوں کی نسل ہے  
 جنکو آریا لوگوں نے شمالی ہندوستان سے آ کر فتح کیا تھا ان قوموں میں ابتداء سے  
 آج تک کبھی تعلیم کا خیال بھی نہ ہوا تھا اور نہ اب تک خیال ہے بلکہ اگر میں یہ کہوں کہ انکو تعلیم دینا

جانوروں کی تعلیم دینے سے کم مشکل نہیں ہے تو بیجا ہوگا۔ پس ایسی قوموں کا جو نہایت کثرت سے ہندوستان میں موجود ہیں۔ ہندو آریا قوموں کے ساتھ پالیٹیشن میں شمار کر کے ان کے مقابلہ میں مسلمانوں کی تعلیم کا اوسط نکالنا ایک نہایت غلطی ہے۔

ایجوکیشن کمیشن میں بھی اسپرٹ ہوئی۔ ایجوکیشن کمیشن نے بھی چند قوموں کو ہندوؤں کے ساتھ پالیٹیشن میں شمار کر کے ہندوؤں اور مسلمانوں کی تعلیم کا اوسط نکالنا غلط سمجھا اور ہندوؤں کی چند قوموں کو پالیٹیشن کی شمار سے خارج کر کے مختلف صوبوں میں مختلف نسبتوں سے تعداد ہندو اور مسلمانوں کے پالیٹیشن کی قرار دی ہے اور باعتبار پالیٹیشن کل ہندوستان کے یہ قرار دیا کہ تعلیم کے معاملہ میں پالیٹیشن کے حساب سے مسلمانوں کو ہندوؤں کا ایک چوتھائی سمجھنا چاہیے۔ مین ان کی اس رائے کو تسلیم نہیں کرتا اور میرے نزدیک ہندوؤں کی ان قوموں کی تعداد کو جنکو تعلیم سے تعلق ہے مسلمانوں کی تعداد کے برابر سمجھنا چاہیے۔ لیکن اگر مین اس رائے کو چھوڑ دوں اور مسلمانوں کے پالیٹیشن چارم تسلیم کروں تو بھی مسلمانوں کی تعلیم کا نہایت خراب نتیجہ نکلتا ہے۔

یونیورسٹی الہ آباد سے ۴۴۰ ہندو گریجویٹ ہوئے ہیں اور مسلمان بحساب تیرہ فیصدی ۶۴۱۱۴ ہونے چاہیے تھے مگر خوش قسمتی سے ۷۹۷۹ ہیں۔ اس خوش قسمتی کو خواہ تم ان چند مسلمانوں کی کوشش کا نتیجہ سمجھو جو بینل برس سے مسلمانوں کی ترقی پر کوشش کر رہے ہیں خواہ یہ کہو کہ بمقتضائے زمانہ ہے۔ لیکن اگر یہ کہو گے تو اس کا بھی جواب دینا ہوگا کہ اگر صوبہ الہ آباد میں باقضاءے زمانہ ترقی ہوئی ہے تو اور صوبوں میں کیوں نہیں ہوئی۔

کلکتہ یونیورسٹی سے ۱۸۹۴ء ہندو گریجویٹ ہوئے اور سلمان بحساب تیس فیصدی ۲۴۳۳۳۳ ہونے چاہیئے تھے حالانکہ ۲۱۴۴۴۴ ہیں۔ مدراس یونیورسٹی سے ۲۶۳۳۳۳ ہندو گریجویٹ ہوئے اور سلمان بحساب ۶ فیصدی ۱۰۹۳۳۳ ہونے چاہیئے تھے حالانکہ ۲۲۴۴۴۴ ہیں۔ بمبئی یونیورسٹی سے ۱۴۲۲۲۲ ہندو گریجویٹ ہوئے اور سلمان بحساب چارم ۳۵۴۴۴۴ ہونے چاہیئے تھے حالانکہ ۲۶۴۴۴۴ ہیں۔ پنجاب یونیورسٹی سے ۲۲۴۴۴۴ ہندو گریجویٹ ہوئے اور سلمان بحساب ۶۰ فیصدی ۱۶۰۴۴۴ ہونے چاہیئے تھے حالانکہ ۶۹۴۴۴۴ ہیں۔ مجموعہ یونیورسٹیوں میں ۹۴۱۵۴۴ ہندو گریجویٹ ہوئے جبکہ چارم ۲۴۳۳۳۳ ہوتا، مگر سلمان صرف ۳۰۹۴۴۴ پاس ہوئے ہیں پس اس سے زیادہ کیا بدتر حالت مسلمانوں کی تعلیم کی ہو سکتی ہے۔ کیا ہماری قوم اسپر افسوس نہیں کرتی اور اگر کرتی ہے تو اس آفت کے دور کرنے کی کیا تدبیر کرتی ہے۔

اب ہم نے جو نہایت مستعدی سے اس قومی آفت کے دور کرنے پر کمر باندھی اور محمدن اینگلو اورینٹل کالج علیگڑھ میں قائم کیا اسکا بھی مختصر حال سن لیجئے۔ اتنے بڑے عظیم الشان کام کا جیسا کہ محمدن اینگلو اورینٹل کالج ہے اور قومی ترقی کے جس خیال سے قائم ہوا ہے اور جسکا پورا ہونا صرف قومی امداد پر منحصر تھا اسکی تکمیل کے لئے روپیہ فراہم کرنے میں ہم نے کوئی دقیقہ اڑھا نہیں رکھا کیونکہ روپیہ کی امداد کے بغیر اسکا پورا ہونا محالات سے تھا اس کے لئے ہم نے دست لگا کر ہی ہر امر و غیر کے سامنے دراز کیا اور اس عار کو اپنے پرگوار کیا جسکی نسبت کہا گیا کہ

بدست آہک تفتہ کردن خمیر ۵ بہ از دست در یوزہ پیش آہیر

اے جناب صدر انجمن - جتنے اسی پرکتہ فائین کیا بلکہ قیامت کا عذاب  
اپنی گردن پر لیا۔ کالج کی تکمیل کے لیے۔ نہیں نہیں قومی ترقی کا سامان مہیا کر کے لیے  
لاٹری ڈالی۔ جو اٹھایا۔ اس پر بھی بس نہیں کیا اور اس شعر پر عمل کیا ۵

روسخہ کی پیشہ کن و مطربی آموز

تا گنج زراز کمتر و مہتر بستانی

سوانگ بھرا۔ اشیع پر کھڑے ہوئے۔ دوستوں نے فقیر و نکا بھیس بدلا۔  
بدو بکر اور ریڈ بالبل مین دا بکر خدا کے لیے مانگا مگر قوم نے کچھ نہ سمجھا اور مقصد پورا نہوا۔  
آپ دیکھتے ہیں کہ کالج کی عمارتیں ناتمام ٹپری ہیں۔ اس عظیم الشان تعلیم کے آخر اتنا  
کے لیے ہمو کافی طمانیت نہیں ہے۔ مسلمانوں کو اعلیٰ تعلیم دینے کے لیے انکو اسکا رشب  
اور وظائف دینے کی ضرورت ہے کیونکہ انکی حالت افلاس ایسی ہے کہ بغیر امداد کے انکی  
تعلیم نہیں ہو سکتی۔ ہمارے پاس کوئی کافی سرمایہ انکی امداد کا نہیں ہے۔

طالب علموں کی کثرت آپ دیکھتے ہیں انکے رہنے کے لیے بورڈنگ ہوس  
کافی نہیں ہیں۔ ہمارے پاس سرمایہ نہیں ہے کہ ہم اور زیادہ بورڈنگ ہوس بنا سکیں۔  
جسطح اور جس حیثیت سے ہم طالب علموں کو بورڈنگ ہوس میں رکھنا اور انکو تسلیم دینا  
چاہتے ہیں اسطرح پر نہیں رکھ سکتے کیونکہ اسکے لیے روپیہ نہیں ہے۔ مسجد میں جسمیں  
ایک گروہ کثیر طالب علموں کا نماز پڑھتا ہے اور ایسی بڑی جماعت ہوتی ہے کہ شاید اور  
کسی مسجد میں ایسی جماعت نہوتی ہوگی وہ ناتمام ٹپری ہے اور ہماری قوم کے لیے  
نہایت فخر کا مقام ہے کہ وہاں ایک چھپر پڑا ہوا ہے جسمیں نماز ہوتی ہے۔

ہمنے والٹیر مقرر کیے کہ قوم سے اس کام کے پورا ہونے کو پیسہ دو پیسہ آنہ دو آنہ تحصیل کریں اور مین ناکامی ہوئی۔ پھر ہمنے بنی فیکٹر مقرر کیے کہ قوم سے تھوڑا تھوڑا وصول کر کے روپیہ جمع کریں۔ ہمارے دوست نیاز محمد خان نے پنجاب میں پھر والٹیر سسٹم کو جگایا اب تک جو نتیجہ ہوا ہے اسکا حال بھی سن لیجئے کہ ہمارے دوست نیاز محمد خان کے مقرر کردہ والٹیر دن نے مارنہ روپیہ تحصیل کیا ہے اور وہ آپ کی اجازت سے اپنی کارروائی کی رپورٹ اجلاس میں پڑھیں گے۔

میں نے ۲۹۱ بنی فیکٹر مقرر کیے جو ہر طرح پر صائب و جاہل ہیں اگر وہ قوم کے لئے ایک ایک جو کی برابر بھی چاندی یا تانبہ تحصیل کرتے تو ادنیٰ درجہ سٹور روپیہ تک ہر ایک کو جمع کر لینا کچھ مشکل نہ تھا اور انتیس ہزار ایک سو روپیہ جمع ہو جاتا۔ مگر ان کی کارروائی کا یہ نتیجہ ہے کہ اس وقت تک صرف ایک ہزار سات سو روپیہ فراہم ہوا ہے۔ جناب صدر انجمن یہ نہ خیال کیا جاوے کہ قوم کی مفلسی اس ناکامی کا باعث ہے کیونکہ ایک چار آنہ کا مزدور بھی ایک آنہ یا دو پیسے قومی کام کے لئے دے سکتا ہے اور اتنے ہی میں ہم لاکھوں روپیہ قوم کے لئے جمع کر سکتے ہیں مگر قوم میں قومی جوش نہیں ہے اور اسلئے وہ اس محنت کو جو اس طرح پر قوم کے لئے روپیہ جمع کرنے میں ہوتی ہے گوارا نہیں کرتی۔

جناب صدر انجمن۔ آپ یہ فرمائے گا کہ میں قوم کے ان فیاض لوگوں کی جنہوں نے ہزار ہا روپیہ اس کام کے لئے عطا کیا ناشکری کرتا ہوں۔ بلکہ میں قوم



کے فیاض بزرگون اور قومی سردار و نکادل سے شکر گزار ہوں جنہوں نے ہزار ہا روپیہ سے کالج کی اور قومی تعلیم کی مدد کی۔ علی الخصوص حضور عالی نظام حمید آباد دوم <sup>سلطنت</sup> جنکی بے مثل فیاضی سے یہ قومی مدرسہ اس خوبی سے چل رہا ہے۔ امین اپنی قوم کے اور اپنے چند ہم وطن ہندو بھائیوں کے اور یورپین دوستوں کے ان فیاض بزرگون کا بھی دل سے شکر کرتا ہوں جنکی فیاضی سے ایسا عجیب کام جیسا کہ یہ کالج ہے جہاں تک تعمیر ہوا ہے جسکی نظیر تمام ہندوستان میں موجود نہیں ہے۔ بلاشبہ اس مدرسہ کا استقدر تعمیر ہو جانا عجائب روزگار میں گنا جاتا ہے اور یہ جو کچھ طور ہوا ہے ہماری قوم کے فیاض بزرگون کی فیاضی کا نتیجہ ہے۔ مگر میں قوم کی شکایت اسوجہ سے کرتا ہوں کہ اگر ان فیاض لوگوں کی تعداد کو جنہوں نے کالج کی مدد کی ہے قوم کی اس تعداد سے مقابلہ کیا جاوے جو اب تک اسکی امداد میں شریک نہیں ہوئے اور جنکو بقدر اپنی حیثیت کے کالج کی مدد کرنا ضرورت تھی تو ایسی نسبت نکلیگی کہ کسوا عشریہ سے بھی اوسکا بیان کرنا مشکل ہو جاوے گا۔ پس یہ جو کچھ ہوا فیاض لوگون کی فیاضی کا نتیجہ ہے مگر قوم کو من حیث القوم جو کچھ کرنا ضرورت تھا وہ قوم نے نہیں کیا اور نہ قوم کے بزرگون نے ایسا طریقہ اختیار کیا جس سے قوم کو من حیث القوم مدد کرنے کا موقع ملتا۔ پس میری شکایت قوم کے ان بزرگون سے ہے جنکو ایسا طریقہ اختیار کرنا ضرورت تھا جس سے قوم کو من حیث القوم مدد کرنے کا موقع ملتا۔

اے جناب صدر انجمن۔ میں نے اپنی دانست میں اپنے دعووں کو بخوبی

ثابت کر دیا ہے کہ قوم کی حالت تعلیم نہایت ناچیز درجہ پر اور محض ناکافی ہے اور اس کو  
 اعلیٰ درجہ کی تعلیم و تربیت پر پہنچانے کا تمام ہندوستان میں کوئی پوز سامان نہیں ہے  
 اور بغیر اعلیٰ درجہ کی تعلیم و تربیت ہونے کے نہ قوم قوم بن سکتی ہے اور نہ قوم کو کوئی عزت  
 حاصل ہو سکتی ہے۔ پس اگر قوم اس پر متوجہ نہ ہو اور اسے اعلیٰ درجہ کی تعلیم و تربیت کا  
 متفقہ کوشش سے انتظام نہ کرے تو اس کا صاف نتیجہ یہ ہے کہ ترقی حالت مسلمانان  
 بالکل بایوس ہو جانا چاہیئے۔ اگر کچھ سہارا ہوتا ہے تو حضرت یعقوب علیہ السلام کے قول  
 سے ہوتا ہے جبکہ انھوں نے اپنے بیٹوں سے کہا لا نأسوا من روح الله انه لا  
 یأس من روح الله اِلا القوم الکافرون۔

اے جناب صدر انجمن اور اے ہماری قوم کے بزرگو۔ جو اس وقت  
 اس بڑے ال میں صرٹ قومی بھلائی کے ارادہ سے جمع ہو مجھکے منات کیجئے کہ میں  
 آپ سب صاحبوں سے ایک سوال کرتا ہوں کہ محمڈن اینگلو اور نیٹیل کالج جس درجہ  
 تک کیا بحیثیت تعمیر عمارات اور کیا بحیثیت تعلیم و تربیت مسلمانان پہنچ گیا ہے اگر  
 تم اسکی پروا کرو تو موجودہ حالت میں کوئی دوسرا انسٹیٹیوشن کسی شہر و قریہ میں قائم  
 کر کے اس درجہ تک پہنچا سکتے ہو۔ اگر بالفرض اس درجہ تک پہنچا بھی دو تو وہی  
 کرو گے جو ہو چکا ہے اور نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ بھی ناتمام اور وہ بھی ناتمام۔ لیکن اے دوستو  
 جو مشکلات مجھکو اس کالج کے اس درجہ تک پہنچانے میں پیش آئی ہیں اور وہ تائیدات  
 غیبی جو اتفاقات زمانہ سے اس کالج کو اس درجہ پر پہنچانے میں مجھکو ملی ہیں اونپر لحاظ

کر کے مین کہہ سکتا ہوں کہ کسی جدید اسٹیٹیشن کو اس درجہ تک پہنچانا سخت مشکل کام ہے۔  
مگر وہ پورا نہیں ہوا پس تمام قوم کو متفقہ کوشش سے اسکو پورا کرنا لازم ہے کیونکہ اس  
وقت تمام ہندوستان مین قوم کے نوجوان ہونا رچون کو اعلیٰ درجہ تعلیم و تربیت تک  
پہنچانے کا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

مین خوب جانتا ہوں اور میرے کانوں نے سنا ہے اور میری آنکھوں نے تحریرات  
کو دیکھا ہے کہ جب مین قوم سے چاہتا ہوں کہ متفقہ کوشش سے اسکو پورا کرو تو میرے  
اس کہنے کو لوگ خود غرضی پر محمول کرتے ہیں۔ اے دوستو اگر میری غرض قوم کی  
بھلائی اور قوم کی ترقی ہے تو کیون تم اوسمین معاون اور مددگار نہیں ہوتے۔ اگر میری  
غرض اسمین نام آوری ہے و مَا أَبْرَأُ نَفْسِي إِلَّا النَّفْسَ لِمَا سَلَخَ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا  
دَحَمَ دَنِي۔ تو البتہ اسکا مجھ کو افسوس ہے۔ لیکن اے قوم یاد رکھو کہ اس کام  
کے ناتمام رہ جانے مین اور کالج کے ویران ہو جانے مین اور ہمارے طالب علموں کی  
جگہ خرگاہ ہو جانے مین تمہاری نہ تم مین سے کسی ایک کی بلکہ قوم کی قوم کی بدنامی اور  
ذلت اس سے بہت زیادہ ہوگی جتنی کہ اس کے پورا ہو جانے مین کسی کو میری خیالی  
ناموری کا افسوس ہو۔

جناب صدر انجمن۔ مین اقرار کرتا ہوں اور دل سے اسپر یقین رکھتا ہوں کہ  
ایک مدرسہ کا ہونا تمام ہندوستان کے لئے کافی نہیں ہے۔ بلکہ جس قدر مدرسے  
یونیورسٹیوں کے متعلق اسوقت انجلیٹڈ اسکاٹلینڈ آئیر لینڈ مین موجود ہیں اوس سے

زیادہ تعداد کے مدرسے ہندوستان میں ہونے چاہئیں مگر یہ کہتا ہوں کہ جو کام پہلے شروع ہو گیا ہے اور ایسے درجہ تک پہنچ گیا ہے جس کا خیال ابھی نہیں ہو سکتا تھا قوم کی تمام قوتیں متفق ہو کر اوّل اوسکو پورا کر کے بعد ویسا ہی کام دوسری جگہ شروع کر دو اور متفقہ کوشش سے اوسکو پورا کر دو پھر تیسرا کام شروع کر۔ علیٰ ہذا القیاس۔ اگر ایسا نہ کیا جاوے گا تو سب کام اوصور سے اور ناقص رہ جائینگے اور کوئی بھی پورا ہو گا اور قوم کو شدید نقصان پہنچے گا۔ اگر میری ان معروضات میں کچھ حملیت اور حقیقت ہے تو قوم سے میری درخواست ہے کہ اپنی قوت کو متفق کر کے اوسکو پورا کریں۔ قوم بلاشبہ مفلس ہے مگر ایسی مفلس نہیں ہے کہ متفق ہو کر بھی قوم کی ضروریات کو انجام نہ دے سکے۔ اگر قوم کوشش کرے اور بلحاظ آبادی کے فی شخص ایک روپیہ اوسط کے حساب سے وصول کرے تو کئی کروڑ روپیہ فراہم ہوتا ہے اور متعدد مدرسے مثل ایسے مدرسے ہندوستان میں قائم ہو سکتے ہیں۔ پنجاب اور شمال مغربی ضلع اور اودھ سے اگر اس حساب سے روپیہ فراہم کیا جاوے تو ہر ایک صوبہ میں اسکی مانند مدرسے قائم ہو سکتے ہیں ان قوم کی توجہ اور قوم میں جو محب قوم ہیں انکی سعی و کوشش درکار ہے۔ ہمارے کالج کے چند طالب علموں نے ایک کمیٹی بنام الفرض قائم کی ہے انھوں نے عہد کیا ہے کہ جب تک وہ زندہ ہیں کالج کے پورا کرنے اور قوم کو ترقی دینے میں کوشش کرتے رہیں گے اور وہ بقدر اپنی حیثیت کے کامیاب بھی ہوئے ہیں۔ کیا ہماری قوم کے بزرگوں کا یہ فرض نہیں ہے کہ وہ خدا کے سامنے ایسا ہی عہد کر کے اس کالج کے پورا کرنے اور

قوم کی ترقی میں بدل مصروف ہوں۔

جناب صدر انجمن۔ خدا نے اپنی تمام مخلوق کو ایک ہی اصول پر پیدا کیا ہے۔ آپ ایک نہایت خوبصورت سبز و شاداب درخت کو دیکھتے ہیں کہ خشک ہونا شروع ہوتا ہے وہی زمین ہوتی ہے جس میں وہ پیدا ہوا ہے۔ وہی آسمان کا پانی اوسکو سینچتا ہے۔ وہی سورج کی کرنیں جو اوسکو قوت پہنچاتی تھیں موجود ہوتی ہیں۔ وہی ہوائے محیط اس کے سبز رکھنے کو چلتی رہتی ہے۔ مگر اوسکی اندرونی حالت ایسی خراب ہو جاتی ہے کہ اوس میں نہ جذب منافع کی قوت رہتی ہے نہ دفع مضار کی۔ اور نہ تغذیہ حاصل کرنے کی۔ پھر رفتہ رفتہ سوکھ جاتا اور آگ کی بھٹی کا ایندھن ہوتا ہے۔ ہماری قوم کا بھی یہی حال ہو گیا ہے تو اسے اندرونی جو ذریعہ ترقی ہیں معدوم ہوتے جاتے ہیں۔ جو رہے ہیں وہ بھی چند روز میں معدوم ہو جائیں گے ہاے افسوس اس دن پر جبکہ وہ بھٹی میں ڈالے جانیکے قابل ہوں۔

جناب صدر انجمن۔ لوگ کہتے ہیں کہ اعلیٰ تعلیم کا نتیجہ کیا ہے۔ اب بھی جس قدر

بی اے اور ایم اے موجود ہیں انکو بھی نوکری نہیں ملتی پھر اور جو بی اے اور ایم اے ہو جائیں گے وہ کیا کریں گے اور ان سے قومی ترقی کیا ہوگی۔

اول تو میں یہ کہوں گا کہ اس وقت تک مسلمانوں میں اعلیٰ تعلیم کا وجود نہیں ہے۔

یونیورسٹیوں سے بی اے اور ایم اے ہو جانا اول تو اعلیٰ درجہ کی تعلیم نہیں ہے اور پھر اس پر زیادہ افسوس یہ ہے کہ جو لیاقت بنگالی بی اے اور ایم اے کو حاصل ہوتی ہے وہ بدقسمتی سے مسلمان بی اے اور ایم اے کو حاصل نہیں ہوتی۔ کیا آپ ہم کو کوئی ایسا

مسلمان بتا سکتے ہیں جس میں ایسی لیاقت ہو کہ اگر مسلمانوں کی طرف سے کوئی انگریزی اخبار جاری ہو تو اس لیاقت سے اڈیٹری کر سکے کہ اس کے لکھے ہوئے مضامین کو۔ اس کی عبارت کو۔ اس کی طرز تحریر کو۔ انگریز پسند کریں اور ان پرائڈ اٹے اور انگریزوں کو اس کے پڑھنے کا شوق ہو اور مسلمانوں کے مقاصد اس سے پورے ہو سکیں۔ صدافسوس یہی تھا گوئی پرجوین نہایت دلسوزی سے کتا ہون میں میرے دوست مجھ کو ہمان کرینگے۔ کہ جو مسلمان ولایت میں بھی تعلیم پا کر آئے ہیں وہ بھی قوم کے لئے اپنے ساتھ علوم و فنون و لٹریچر کی کیا چیز لائے ہیں۔

علاوہ اسکے بڑی نامی کام ہو گا اگر تمام بی اے اور ایم اے صرف سرکاری نوکری کی غرض سے پڑھیں اور اپنی بہبودی کو صرف سرکاری ملازمت پر منحصر کریں کیونکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ ہر ایک بی اے اور ایم اے کو سرکاری نوکریاں ملنی محالات سے ہیں۔ مگر میں کہوں گا کہ سرکاری نوکری کا خیال پیدا ہونے اور اسی پر اپنے تئیں منحصر رکھنے کا سبب یہی ہے کہ ان کو اعلیٰ درجہ کی تعلیم حاصل نہیں ہے۔ ان کو ایسی لیاقت پیدا نہیں ہوئی کہ وہ اپنے قوت بازو سے کچھ کر سکیں۔ اس لئے ہمت ہارے ہوئے ہیں اور سرکاری ملازمت جو ادنیٰ درجہ زندگی کا ہے اور جس میں صرف بی اے اور ایم اے کے نام سے فروخت ہو سکتے ہیں وہ بڑے ہیں۔ ابھی ہمارے کالج کے پروفیسر بابو جادھب چندر چکرورتی نے میتھی ٹیکس میں ایک چھوٹی سی کتاب لکھی ہے جو یونیورسٹی کے کورس میں بھی داخل نہیں ہے مگر ان کو اب تک چار سو روپیہ ماہواری کے قریب اس کی کاپی رائٹ کا ملتا رہا ہے اور

اور معلوم نہیں کہ کب تک ملتا رہیگا۔

انگریزی خوان طالب علم کو جو بجز تلاش روزگار کے اور کچھ نہیں سوچتا اور اپنی قوت بازو سے کوئی دوسرا کام کرنا اور انکے خیال میں نہیں آتا اس کا سبب یہ ہے کہ تعلیم کے ساتھ تنوعیت نہیں ہوتی اور جب تک یہ دونوں چیزیں ساتھ نہ ملیں اس وقت تک دنیاوی امور میں کامیابی نہیں ہو سکتی۔ وہ محنت کے عادی نہیں ہیں اپنے گھر کو چھوڑنا اونکو۔ اونکے والدین یا مربیوں کو از حد شاق گذرتا ہے۔ تجارت کے مقاصد کے لئے اونکو غیر ملک کا سفر کرنا دنیا سے کوچ کرنا کی برابر معلوم ہوتا ہے۔ راست بازی۔ کفایت شعاری۔ بلکہ کوئی کام کرنے کی عادت اونہیں نہیں ہے۔ نفاق۔ آپسی کے حسد۔ ضد و منہ۔ اس کے خمیر میں ہے۔ سویشی میں ملنے کے اصول کا اونکو خیال نہیں ہے اس لئے متفق ہو کر کسی کام کے کرنا کی اونہیں استعداد نہیں ہے صرف گھڑی تعلیم سے یہ پیاقت پیدا نہیں ہوتی۔ یونیورسٹی کی تعلیم کی ایسی مثال ہے کہ ایک اُن گھڑ چھرو کو لیکر مورت کے ڈول میں بنا دیا مگر اوس پر پالش یا چمک دیا ہونی جس سے لوگ اوسکو پسند کریں یا اوسکے خواہاں ہوں صرف تربیت سے ہوتی ہے۔ یہ تربیت اگر بچپن سے ہو تو زیادہ مؤثر ہوتی ہے۔ بڑے ہونیکے بعد جب تک نہایت قوی اثر نہ ہو شکل سے ان امور میں طبیعت مؤثر ہوتی ہے مگر تمام یونیورسٹیاں اور کالج اس قسم کی مطلق تربیت نہیں دیتے ہیں۔ مدثرہ العلوم علیگڑھ میں اسکا خیال کیا گیا ہے اور کچھ کچھ نتیجہ بھی حاصل ہو چلا ہے مگر یہ نہیں کہہ سکتا کہ جیسا چاہیے وہ مقصد پورا پورا حاصل ہو گیا ہے۔ جبکہ اعلیٰ تعلیم دینے میں مشکلات

ہیں تو کیونکر ہماری قوم کے بزرگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم چھوٹے چھوٹے اسکول یا مہسولی کالج قائم کر نیسے قوم کے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دے لیں گے اور قوم کو اعلیٰ درجہ تعلیم و تربیت پر پہنچا دیں گے۔

لفظ تربیت بھی تشبیح کا محتاج ہے اب ہم سمجھانے ہیں کہ مسلمانوں کی تربیت سے ہماری کیا مراد ہے۔

سب سے اول ہمارا مقصد ہے کہ مسلمانوں میں نیشنلسٹی یعنی قومیت اور قومی اتحاد اور قومی جہد و جدوجہد کی سیڑھی قومی ترقی کی ہے قائم رہے۔ اس کے لیے ہر کوئی کرنا ہے سب سے مقدم یہ کرنا ہے کہ وہ مسلمان رہیں اور مذہب اسلام کی حقیقت ان کے دل میں قائم رہے اور اس لئے ضرور ہے کہ ہم انگریزی تعلیم کے ساتھ ان کو مذہبی تعلیم بھی دین اور عقائد مذہبی ان کو سکھائیں۔ اور جہاں تک ممکن ہو ان کو فرائض مذہبی کا پابند رکھیں۔ تاریخ اسلام اور مذہب اسلام کے شیوع سے جس کے سبب کل جزیرہ عرب کے باشندے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ بول اوٹھے ان کو آگاہ کریں۔

اوس کے بعد ان کو اخوت اسلامی کا سبق دیں۔ بتلاویں کہ اخوت اسلامی کیا چیز ہے جو نسبی اخوت سے بھی بہت زیادہ مستحکم ہے۔ اس اخوت میں کیا خوبی اور عمدگی اور تمام اخوتوں پر تفوق تھا جس کے سبب سے خدا نے اپنا احسان ہم پر جتایا اور فرمایا کہ آلف بین قلوبہم تو انفق ما فی الارض جمیعا ما آلفت بین قلوبہم ولکن اللہ آلف بینہم۔



پھر ہکو اپنی قومیت قائم رکھنے کے لیے عربی زبان کی بھی جو ہمارے بزرگون اور ہمارے پاک مذہب کی زبان ہے جس قدر ہو سکے تعلیم دینا ہے۔ کم سے کم یہ کہ فارسی زبان ہی سکھا دیں تاکہ قومیت کا اثر انہیں پایا جاوے۔ انگریزی تعلیم کے سبب انہیں سے قومیت معدوم ہونے پاوے۔

پھر ہکو انہیں قومی ہمدردی پیدا کرنی ہے قومی ہمدردی کا پیدا ہونا بجز اسکے کہ غول کے غول مسلمان بچوں کو ہم ایک جگہ جمع کریں وہ سب ملکر ایک جگہ رہیں۔ ایک جگہ پڑھیں۔ اور ایک ساتھ کھا دیں۔ ناممکن ہے۔ اس مطلب کے لیے ہکو ایک بڑا بوڑھا گاؤں بنانا ہے جس میں کم سے کم ایک ہزار طالب علم کالج کلاسوں کے رہ سکیں۔ انہیں باہمی اخوت ہو اور باجائے بھائی بند ہی انہیں پیدا ہو اگر ہم نے اپنے بچوں میں اس طرح اخوت اور قومی ہمدردی کا جوش پیدا نہیں کیا تو آپ یقین جانیے کہ نہ قوم قوم بن سکتی ہے اور نہ قوم کو ترقی ہو سکتی ہے۔ اور نہ قوم کو قومی عزت کا درجہ حاصل ہو سکتا ہے۔

پھر ہمیں ان کو اس طرح پر رکھنا ہے کہ وہ مردہ دل نہ ہوں پا دیں اور ان کی دلی امنگیں ٹھنڈی نہ پڑنے پا دیں۔ ان کی جرات و بہت کسی کام کرنے کی گھٹنے نہ پاوے۔ بلکہ روز بروز بڑھتی جاوے۔ اس مطلب کے لیے اور ان کی صحت جسمانی قائم رکھنے کے لیے ہکو آگے لے کر کھیلوں اور جسمانی ورزشوں کا سامان مہیا کرنا ہے تاکہ جو ضعیف القوی ہوں ان کی صحت محفوظ رہے اور جو طاقتور ہوں انہیں زیادہ طاقت آوے۔ ان کی ترقی تعلیم کے لیے سویشیان اور کلب قائم کرنے ہیں جس میں ان کو اپنی علمی ورزش کا موقع ملے۔

پھر ہمارے اخلاق کی درستی پر متوجہ ہونا ہے اور انہیں نیک اور راست باطنی سچائی اور دوستوں سے سچی دوستی کی فیلنگ پیدا کرنی ہے۔ اس مقصد کے لیے ہمارے نصیحت سے زیادہ ہمارے کردار سے اسباب پیدا کرنے ہیں اور ان کے پاس ایسے بزرگ و نیک بزرگوں کا جمع کرنا ہے جن کے سب سے اچھے اور چمکی صحبت سے ان کی طبیعت نیک اور نیکہ لی کی طرف مائل ہو اور گویا اخلاق حمیدہ ان کی طبیعت ثانیہ ہو جاوے۔ اسے دوستو غور کرو کہ یہ کس قدر ضروری اور کتنے بڑے کام ہیں جو بنیادی قومی متفقہ کوشش کے انجام نہیں پاسکتے۔ پس کس قدر افسوس اور بایوسی کا مقام ہے اگر قوم ان امور کے انجام پر اپنی متفقہ کوشش کو صاف نہ کرے۔

جناب صدر انجمن - یہ نقشہ تعلیم کا جو میں نے آپ کے سامنے کھینچا جب اس طرح قوم کو اعلیٰ درجہ کی تعلیم ہو تو قومی ترقی ہو سکتی ہے اور ایسی ہی تعلیم پر میں نے قوم کی ترقی کو منحصر کیا ہے مگر یہ بھی پہلی سیڑھی قومی ترقی کی ہے اور قومی ترقی کا حاصل ہونا ابھی دور ہے اگر اس کثرت سے جیسے کہ گھڑی میں چانول اس قسم کے تعلیم یافتہ ہماری قوم میں پیدا ہو جائیں گے تو وہ قومی ترقی کے لیے مادہ یا بیوی ہونگے جس سے توقع ہوگی کہ رفتہ رفتہ قومی ترقی کی صورت پکڑ جاوے۔ ہمارے قومی ترقی کی جو تدبیریں سوچتے ہیں مثل ان اندھوں کے ہیں جو ٹول کر باقی کی صورت جانا چاہتے تھے۔ ہر ایک نے اس عظیم الجثہ جانور کے مختلف اعضا کو ٹولا اور سب نے اس کی مختلف صوت بیان کی۔ اس طرح ہمارے اس عظیم الشان قوت کو ٹولا ہے جس کو قومی ترقی کہتے ہیں اور مختلف طرح پر اس کو سمجھا رہے۔

مگر یہ ہمارے بچے جو سطح پر تعلیم پا جاؤ گئے جنہیں اتحاد اور نیکدی - قومی ہمدردی کوٹ کوٹ کر  
 بھری ہوگی۔ اسی کے ساتھ انکی آنکھیں کھلی ہوئی اور دل روشن ہوگا وہ دیکھیں گے اور  
 سمجھیں گے کہ قومی ترقی کے کیا اسباب ہوتے ہیں۔ اگلی قوموں نے سطح پر ترقی کی ہے  
 ترقی یافتہ قوموں کا سطح بتزل ہوتا ہے اور وہ پھر سطح او بھر سکتی ہیں۔ ہماری قوم کی کیا حالت  
 ہے اور سطح بدہ پھر زندہ ہو سکتی ہے ہکوا سکے زندہ کر نیکے لئے کیا کرنا ہے اور مردہ قوم کو زندہ  
 کر نیکے لئے کہاں سے تریاق لانا ہے۔ غرض کہ انہیں اس قسم کا مادہ ہوگا جو قومی ترقی کو پھر اپنی  
 قوم میں لاسکیں گے۔ پس انے دوستو اگر تم اس تدبیر متفق نہیں ہو اور متفقہ کوشش  
 اپنی قوم کی ترقی کے لئے کرنی نہیں چاہتے ہو تو تمکو بھی اور ہکوا بھی صبر کرنا چاہیئے اور  
 یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اب از جو رفتہ و تیز از کمان جستہ باز نمی آید۔ مرزا اور گلو سٹرو ذیل جو  
 یہی خدا کی مرضی ہے انا للہ وانا الیکہ راجعون۔ اور اے میرے عزیز بھائیو  
 جو اس آل میں جمع ہو اور اس مدرسہ میں تعلیم پاتے ہو اگر تم اپنے تئیں ایسا بنانا نہیں چاہتے  
 جسکی مینے تم سے توقع کی ہے تو تم بھی دہن جاؤ جہاں تمہاری قوم جانیا لی ہے۔  
 افسوس یہ ہے کہ ہماری روح تمہارے اور تمہاری قوم کے لئے رویا کرے گی۔ واللہ  
 درمن قال ع کہ نتوان کرد با تقدیر پیکار۔

ایک بہت بڑے شاعر نے راحت کے مطلب کو نہایت عمدگی سے بیان کیا ہے۔

بقدیر ہر سکون راحت بود بگر تفاوت را	۵	دویدن رفتن استاد شستن خفتن مردن
-------------------------------------	---	---------------------------------

مگر مجھے افسوس ہے کہ اگر قوم کی یہی حالت رہی تو بعد مردن بھی مجھے راحت نہوگی۔

نواب محسن الملک مولوی سید مہدی علی خان بہادر اس رزلوشن کی تائید کو کھڑے ہوئے انھوں نے اس بات کو تسلیم کر لیا کہ چھوٹے چھوٹے اسٹول قائم ہونے بھی غلامی منفعت سے نہیں ہیں۔ اپنی اسپیکر مین اس رزلوشن کی نہایت زور سے تائید کی جو ذیل میں مندرج ہے۔

— (۰) \* (۰) —

## اسپیچ نواب محسن الملک مولوی سید مہدی علی خان بہادر

— (۰) \* (۰) —

صاحبو۔ جس رزلوشن کو چارے بزرگ عالیجناب مسر سید احمد خان صاحب بہادر نے پیش کیا ہے میں اس کی تائید کرتا ہوں۔ اگر یہ رزلوشن انھیں لفظوں سے لکھو کے اجلاس میں پیش کیا گیا ہوتا تو میں نہیں سمجھتا کہ اس سے کوئی بھی اختلاف کرتا، اور اگر قوت یہ رزلوشن اُن پر۔ نے لفظوں میں پیش ہوتا تو میں اس کی تائید نہ کرتا۔ میرے نزدیک یہ دونوں رزلوشن باعتبار معنی اور مطلب کے ویسے ہی مختلف ہیں جیسے باعتبار عبارت اور الفاظ کے اور مجھے تعجب ہے کہ اُس رزلوشن کا اس موقع پر ذکر ہی کیوں کیا گیا۔

بہر حال چونکہ اس رزلوشن کے الفاظ صاف ہیں اور مطلب اس کا کھلا ہوا اور میرے نزدیک وہ نہایت صحیح اور منظوری کے لائق ہے اس لیے میں اس کی تائید کے لیے کھڑا ہوا ہوں مگر قبل اسکے کہ میں رزلوشن کی تائید میں کچھ کہوں، مجھے بھجوری یہ کہنا پڑتا ہے کہ جناب مہرج کے اُن خیالات سے میں متفق نہیں ہوں جو اس رزلوشن کے پیش کرتے وقت اپنے دل

کی مایوسی کی نسبت ظاہر فرمائے ہیں۔ اُن کا یہ فرمانا کہ ”مجھ کو مسلمانوں کی ترقی اور مسلمانوں کی قوم کو دنیا میں ایک معزز قوم مہیسیے بالکل مایوسی ہے“ اور اُس کے ثبوت میں یہ کہنا کہ ”اس امر میں کوشش کرتے کرتے تین قرن گزر گئے اور کچھ نہیں ہوا، چھتیس برس سے اسی کوشش میں سرگردانی ہے اور پھر کو لو کے بل کی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ ہین ہین جہان تھکے“ گو بلحاظِ اُن کی دلی خواہش کے صحیح ہو گا مگر میں اسے تسلیم نہیں کرتا۔ مدرستہ العلوم کے قائم کرنے اور اس درجہ تک پہنچانے میں جو کچھ کامیابی اُن کو ہوئی ہے وہ دل شکن نہیں بلکہ دل خوش کن ہے۔ اور نہ ضرر یہ میسر ہی خیال ہے، بلکہ ہر ایک شخص جو اس مدرسہ کی تاریخ سے واقف ہے۔ اور جس نے اس کالج کو دیکھا ہے اور فرماندہ اسے ہند سے لیکر ضلع کے حاکم تک بلج کو یہاں آنے کا اتفاق ہوا ہے سب نے سید صاحب کی کامیابی پر حیرت ظاہر کی ہے اور قوم کو مبارکباد دی ہے۔ اور اس وقت اگر آپ کو سید صاحب کی کامیابی اور قوم کی مدد اور فیاضی کی شہادت چاہیے تو اس قومی گھر کو ملاحظہ کیجئے کہ اسکے ہر دروازے اور اس کی سہمت اور ہر گوشہ سے کامیابی کی آواز آرہی ہے۔ ذرا اس ہال کو آنکھ اڑھا کر دیکھئے کہ ہمارے سر پر کتنے بزرگ بیٹھے ہوئے فرما رہے ہیں کہ ہم ہین اس کے بنانے والے اور سید کی مدد دینے والے۔ پھر بوڑنگ ہوس کی قطاروں کی طرف جائیے اور اسکے ہر دروازہ پر کوئی نہ کوئی قومی خیر خواہ کھڑا ہوا کہہ رہا ہے کہ ہم ہین اس کے بانی اور سید کی اعانت کرنا والے۔ پھر اُن بڑے اور رفیع الشان کمروں کو جا کر دیکھئے جہاں صبح کو قرآن مجید پڑایا جاتا ہے اور کالج کلاس کی تعلیم ہوتی ہے، وہاں آپ سر آسمان جاہ امیر کبر حیدر آباد

گو یہ کہتا ہوا پاؤں گئے کہ جتنے اتنے دور دراز فاصلہ سے سرسید کی آواز سنی، اور ادنیٰ  
 مدد کی۔ اُس کے بعد انگل کھٹن کھٹن قدم بجا رہے تھے، وہاں آپ گریٹ مسٹر لارڈ جیکسٹن  
 کو کھڑا دیکھیں گے کہ وہ فرار ہے، مین کہ مین ہوں اسکا حامی اور اپنے سرسید کی کوشش  
 کا قدر کر نیوالا۔ پھر نظام میوزیم کی طرف جائیے تو اس کے ہر دروازے سے یہ آواز سنئے گا  
 کہ دکن کے بادشاہ اور مسلمانوں کے سربراہ نے سرسید کے در کو سنا اور  
 اسکا حامی اور مددگار ہوا، وہ ہی سرسید کی التجا کا سننے والا، اور اس قومی گھر کا قائم  
 رکھنے والا۔ پھر حاظر کی ریا کو دیکھئے، وہ ان سینکڑوں مسلمان باندے ہوئے گھر  
 کہہ رہے ہیں کہ ہم مین اپنی قوم کے ہی خواہ اور اس قومی کا مین سرسید کا ساتھ  
 دینے والے، اور نہ صرف مسلمانوں کو ہی آپ ایسا کہنا اور مدد دینے والا پاؤں گئے، بلکہ بہت  
 نیک دل یورپین اور ہندو بھی آپ کو سید صاحب کی کامیابی کے شاہد اور اپنی  
 فیاضی کے ثابت کرنیوالے ملین گے۔ غرض کہ اس کالج کے باہر یا بھیت پر یا نیچے اچان  
 دیکھئے اور اسکی کسی جنیر کو، در ہو یا دیوار، چھت ہو یا فرش، باغ ہو یا حاظر، ملاحظہ فرمائیے  
 وہاں آپ کو انکی کامیابی کی ایسی ضبط شہادتیں ملینگی بے کنوزانہ کا ہاتھ بھی مٹا نہیں سکتا۔  
 باوجود ایسی شہادتوں کے مین نہیں سمجھتا کہ ہمارے بزرگ سرسید کیون قوم کی طرف سے ایسے  
 ناامید ہوتے ہیں۔ میرے نزدیک جو کام انھوں نے قوم سے لیا ہے نہ ہماری کچھلی تاریخ  
 میں اسکی نظیر مل سکتی ہے نہ اس زمانہ میں کسی جگہ ہم اسکی مثال پاتے ہیں۔ بہت بڑا نمود کا کام  
 جو اس صدی میں اور انگریزی عملداری کے شمع سے اب تک، اس صوبہ میں ہوا وہ یورپ کا

اور جس پر اس صوبہ کے حاکم اعلیٰ برسوں تک متوجہ رہے ہیں۔ مگر اسکے لئے دو لاکھ نو ہزار روپیے زیادہ جمع نہوسکا اور اس میں بھی ایک بہت بڑی رقم لاکھ روپیہ کی صرف راجہ ایجا نگر کی دی ہوئی ہے۔ اب بمقابلہ وقعت اور رعب اور درجہ سرولیم میو صاحب ہمارے لفتننٹ گورنر کے سید صاحب کی حالت کو دیکھئے کہ باعتبار درجہ کے صرف ایک ماتحت حج۔ بلحاظ دولت کے محض مفلس۔ بنظر عقاید کے مشہور زمانہ۔ بوجہ مخالفت جمہور کے خارق اجماع طرز معاش قوم کو نفرت دلانیوالا۔ لباس آپکا مسلمانوں کے نزدیک منشیہ بقوم کا مصداق۔ پھر اسی زمانہ میں تہذیب الاخلاق جاری۔ اور مذہبی خیالات کی مصلح میں آپ سرگرم۔ اوسپر رقم مطلوبہ کی مقدار نہایت قلیل۔ اور مانگنے کا ڈھنگ دنیا سے نرالا مصدع

اے تو مجھ کو نہ خودی نہ زکد است گویم

جس ادا کو آپ کی دیکھئے دل فریب، اور جس بات پر نظر کیجئے ہوش رہا

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگر

کر شمع دامن دل می کشد کہ جا اینجا

اس ساز و سامان سے آپ چندہ جمع کرنے کے لئے آمادہ ہوئے اور وہ بھی ایسے کام کے لئے جو قوم کے نزدیک مذہب کا برباد کرنیوالا اور جسمین شرکت گناہ کبیرہ۔ اوسپر سات یا آٹھ لاکھ روپیہ مسلمانوں کی گرہ سے نکلوانا اور ایک ایسی شانہ عمارت جو اپنی طر زمین سے مثل مہربا لینی اور ایک ایسے بڑے کالج کا جو کیمبرج اور کسفورڈ کی برابری کرے قائم کر لینا، ایک ایسی چیز جس کے خیال سے حیرت ہوتی ہے اور جس کے دیکھنے سے یہ سارا کارخانہ جادو اور طلسمات کا معلوم ہوتا ہے اور شہر شخص جس پر نظر کر نیسے مصدع

ایںکے مے بنیم بہ بیداری است یارب یا بخواب

کنے لگتا ہے۔ باوجود اسکے جب ہمارے قیلہ و کعبہ اپنی ناکامیابی کا مظاہر فرماتے ہیں اور قوم کا مزہ ٹپڑھتے ہیں تو کچھ کہا نہیں جاتا۔

اسے دانت زلب و لب زردان شیرین تر | منہ شیرین و سخن گفتن از ان شیرین تر

حقیقت میں اس کا لہجہ کی نسبت جیسی کوششیں سید صاحب کی مشہور ہوئی ہیں اور جیسی کچھ قوم نے اونکی مدد کی ہے وہ نہایت عجیب اور نئے مثل ہے اور اس کا ثبوت، کہ ایک

مستقل مزاج انسان اپنی نسبت کی سچائی۔ ارادہ کی مضبوطی۔ مزاج کی استقلالی۔ ہمت کی بلندی۔ ذاتی لیاقت۔ اور طبیعت کی صفائی سے کیسی مشکلیں آسان کر سکتا ہے۔ اور باوجود

سخت مزاجیوں کے قوم کے دلوں کو کیسا کچھ مسخ کر سکتا ہے۔ حقیقت نہایت سچ ہے جو کچھ چارلس کراسویٹ صاحب بہادر نے اس کا لہجہ کو دیکھ کر فرمایا تھا۔ کہ

”جس شخص کے پاس لاکھوں روپیہ موجود ہو، اس کے نزدیک ایک ٹرانسٹیشن قائم کرنا آسان ہے اور جو شخص ایک اعلیٰ منصب پر ممتاز ہو اس کو کسی کام کے پورا کرنے اور اس کے واسطے

روپیہ مہیا کرنے کے لئے دوسرے شخصوں پر رعب ڈالنا کچھ مشکل نہیں ہے۔ لیکن پراویٹ شخص یعنی ایک ایسے شخص کی واسطے جس کو اس دنیا کی دولت کا ایک ٹرانسٹیشن نصیب نہ ہو،

ایک ایسا کام اپنے ذمہ لینا جیسا کہ ایک ٹرے مدرسہ کا قائم کرنا ہے، اور پچیس تیس برس کے عرصہ میں اس مقصد کو قریب قریب پورا کرنا جیسا کہ یہ انسٹیٹوشن پورا ہوا ہے۔

ایک نہایت دشوار اور اعلیٰ درجہ کا کام ہے، جس پر ایک شخص نازان ہو سکتا ہے۔“



صاحبو۔ میں نہیں سمجھتا کہ کسی شخص کو اس کام کے دیکھنے سے آئندہ کے لیے باہمی ہوگی بلکہ اسے دیکھ کر اوپر چھلے حالات پر خیال کر کے آئندہ کے لیے ضروری ہی ہمت پیدا ہوگی صاحبو۔ میرے نزدیک جتنا کام ہو گیا وہ جس قدر مشکل تھا، باقی ماندہ کام کا پورا کرنا اتنا مشکل نہیں ہے۔ وہ ترقی جو قوم کے خیالات میں ہو رہی ہے اور وہ نتائج جو یہ کالج دکھلا رہا ہے ان خود او کی تکمیل کے ضامن ہیں۔

صاحبو۔ آپ مجھے معاف فرمائیے کہ میں نے آپ کا اتنا قیمتی وقت ضائع کیا۔ اور قبل شروع کرنے نفس مطلب کے میں نے یہ ایسی گفتگو کی۔ چونکہ ہمارے بزرگ سید اپنی ناکامیابی پر ہمیشہ نالان رہتے ہیں اور رات دن اوسکار و نارویا کرتے ہیں۔ آخر کہاں تک انسان برداشت کرے، اور کب تک ہمارے قوم دے قوم منکرے۔ ایک دن دو دن۔ کھانا تک تو ہی کچھ انصاف کر۔ ع

یہ تو جلنا روز کا اے سوزِ ہجران ہو گیا

اس لیے اے میرے بزرگو مجھے رانہ گیا اور میں نے بھی اپنے دل کا درد نکال دیا۔ اب میں مہمل زریویشن کی نسبت گفتگو کرتا ہوں۔

صاحبو۔ جو زریویشن انھوں نے اس وقت پیش کیا ہے، اس کے الفاظ صاف ہیں، اور اس کے مطلب میں کچھ پیچیدگی نہیں ہے۔ سید صاحب نے اوسمیں دو امر پیش کیے ہیں۔ ”ایک یہ کہ جو کچھ مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کی ترقی کی نسبت اب تک ہوا ہے وہ نا کافی ہے۔“ ”دوسرے یہ کہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم و تربیت کے لیے متفقہ کوشش سے انتظام کا ہونا ضروری ہے۔“

ورثہ مسلمانوں کی ترقی سے مایوس ہو جانا چاہیے، اور اسکا اصل مقصد دسہ مدرسہ العلوم کا پورا کرنا۔ اسلئے مجھے ضرور ہے کہ شرج و بسط سے اسکی نسبت گفتگو رزن، اور اپنے خیالات پورے طور پر ظاہر کروں۔ اسلئے کہ یہ بہت بڑا مسئلہ ہے، اور نہایت مشکل، اور قوم کی نہایت توجہ کے لائق۔ اسلئے اگر آج کا قیمتی وقت کچھ اسکے سُسنے میں ضائع ہو تو آپ مجھے معاف فرماویں گے۔

صاحبو۔ اس رزرویشن کے متعلق چند باتیں تصفیہ طلب ہیں۔

اول یہ کہ ہم مسٹر قوم کے نام قائم رہنے اور اسکی تعداد کم ہونے پر قانع ہیں، یا ہم یہ چاہتے ہیں کہ وہ بھی دنیا کی اور مغز قوموں کی طرح ایک مغز قوم ہو۔ اور اسوقت وہ مغز سمجھی جاسکتی ہے یا نہیں۔

دوسرے یہ کہ ترقی سے کیا مراد ہے، اور کس حالت پر پہنچنے سے اسکی ترقی سمجھی جاسکتی ہے۔

تیسرے یہ کہ اعلیٰ تعلیم اور عمدہ تربیت سے کیا مراد ہے، اور بقیہ اسکے آ یا مسلمان اس حالت پر جس سے قومی ترقی کی امید ہو، پہنچ سکتے ہیں یا نہیں۔

چوتھے یہ کہ مدرسہ العلوم مسلمانوں کی اعلیٰ تعلیم و تربیت کا مسلم ذریعہ، اور دیگر مسلمانوں کا بچوں کے لئے عمدہ نمونہ ہے، یا نہیں۔

پانچویں یہ کہ اسکی تکمیل پر قوم کو متوجہ ہونا، اور تنفقہ کوششوں سے انتظام کرنا قومی مقاصد کے لئے لازم ہے یا نہیں۔

95313

15-2 89

پہلے امر کی نسبت میری یہ رائے ہے۔ کہ قوم کا نام قایم رہنا، اور برائے نام  
 اوسکا ہونا، اُسکے ہونے کی برابر ہے۔ اگر اسی پر ہم قانع ہیں تو ہمیں کچھ فکر کی ضرورت  
 ہی نہیں ہے۔ اسلئے کہ مسلمان خدا کی مہربانی سے گنتی میں اب بھی کم نہیں ہیں، اور نہ  
 صرف ہندوستان میں بلکہ چین، روس، اور افریقہ، میں اونکا شمار لاکھوں سے تجاوز  
 ہے۔ مگر ہم صرف اونکی تعداد پر قانع نہیں ہیں۔ بلکہ ہم اونکو دنیا کی اور معزز قوموں کے  
 موافق معزز قوم ہونا چاہتے ہیں۔ اور اس ہندوستان میں اپنی قوم کو کم سے کم، ملک  
 کی اور معزز قوموں کی برابر، دیکھنا چاہتے ہیں۔ اگرچہ جس طرح اور قوموں کا حال ہے، ہماری  
 قوم بھی شامل ہے، مختلف قسم کے حالات کے لوگوں سے۔ کوئی امیر ہے کوئی غریب،  
 کوئی دولت مند ہے کوئی مفلس، کوئی جاہل ہے کوئی عالم، مگر بہت بڑا حصہ ہماری قوم کا بر غلٹ  
 دوسری معزز قوموں کے جو ہمارے ہم وطن ہیں، مفلس اور ذلیل حالت میں ہے، اور  
 سوائے ایک فرقہ قلیل کے عموماً مسلمانوں کی حالت نہایت تباہ اور خراب ہے۔ لاکھوں مسلمان  
 ایسے ہیں جنکو نہ کھانیکے لئے روٹی ملتی ہے۔ نہ پہنے کو کپڑا۔ نہ کسی مجلس میں جانیکے لایق۔  
 نہ کسی حاکم سے ملنے کے قابل، اسلام کے بدنام کرنے والے، اور مسلمانوں کی ذلت کا نمونہ،  
 اور وہ فرقہ قلیل جو کسی قدر خوشحال ہے، اول تو کل مسلمانوں کی آبادی کے لحاظ سے اوسکی  
 نسبت نہایت کم ہے۔ دوسرے نسبت اپنی اور ہم وطن قوموں کے، وہ بھی گویا ذلیل اور  
 مفلس ہیں۔ اور اونکا افلاس بمقابلہ اُنکے نہ صرف مال و دولت میں ہے، بلکہ ہر چیز میں،  
 خصوصاً اعلیٰ درجہ کی تعلیم میں۔ اگر آپ ہندوستان کے مختلف حصوں کا سفر کریں، اور ضلع

اور شہر دن اور قصبوں میں پھریں، اور مسلمانوں کی حالت کو دوسری قوموں کی حالت سے مقابلہ  
 کریں، تو آپ کو ہر جگہ دونوں کی حالت میں فرق عظیم معلوم ہوگا۔ بنگال میں جا کر نام آور  
 قوم بنگالیوں کو دیکھئے۔ یہی میں جا کر فیاض اور بلند ہمت پارسیوں کو ملاحظہ کیجئے۔  
 دکن میں جا کر اولوالعزم مرہٹوں سے ملیئے۔ مدراس میں ذکی الطبع ہندوؤں کی کیفیت دیکھئے اور  
 پھر ہر جگہ اپنے بذنیصیب بھائیوں کا اونسے مقابلہ کیجئے، تو ہر جگہ وہ فرق نظر آویگا، جو روز  
 روشن اور شب تاریک میں ہوتا ہے۔ ہر جگہ کیا بنگالی اور کیا پارسی، کیا مرہٹے اور کیا مدراسی،  
 سب میں آپ ایک جوش مستعدی اور اولوالعزمی کا پائین گے، اور ہر ایک کو زمانہ کی رفتار کے ساتھ  
 چلتا اور ترقی کرتا ہوا دیکھیں گے کالج اونسے بھرے ہوئے ملینگے۔ کچھ یون میں وہی  
 دکھائی دیں گے۔ حکومت کی کرسیوں پر آپ انہیں کو بیٹھا ہوا دیکھیں گے۔ ہائی کورٹ میں یورپین  
 ججوں کی برابر وہی بیٹھے ملیں گے۔ کونسل میں ویسٹسٹری اور گورنر کے ساتھ ملکی معاملات  
 میں آپ انہیں کو صلاح و مشورہ دیتے ہوئے پائیں گے۔ بڑے بڑے تجارت کے کاغذوں  
 میں انہیں کی صورتیں دکھائی دیں گی۔ گورنمنٹ ہوس اور مغز مقاموں میں وہی نظر آویں گے  
 غرض کہ کوئی جگہ عزت کی ایسی نہوگی جہاں وہ نہ ملیں۔ اور کوئی ذریعہ ترقی کا ایسا نہوگا  
 جسکے حاصل کرنے میں وہ ساعی اور سرگرم نہوں۔ بمقابلہ انکے مسلمانوں کو آپ ہر عزت  
 کے مقام سے خارج، اور ہر قسم کی ترقی کے ذریعے سے محروم دیکھیں گے۔ نہ کالجوں میں  
 انکو دیکھئے گا، نہ حکومت کی کرسیوں پر انکی صورت نظر آوے گی۔ نہ ملکی انتظام میں انکی  
 آواز سنائی دے گی۔ نہ علمی مجالس میں وہ ملیں گے۔ نہ انکی ترقی کی کوئی علامت نظر پڑے گی۔

اور اگر کمین اور انکی شکل آپ دیکھیں گے بھی تو اتنی کم کہ اونکا ہونا ہونا برابر ہے۔

صاحبو۔ جو میں کہہ رہا ہوں، اسکا تعلق جہاں تک تعلیم سے تھا وہ میرے بھائی اور عزیز سید محمود صاحب آپ پر ثابت کر چکے، بلکہ اسکی سچی تصویر انھوں نے آپکو دکھادی۔ اور جہاں تک سرکاری ملازمت سے تعلق ہے اسکی حالت مجھے سنئے۔

میرے ہاتھ میں جو کاغذات آپ دیکھتے ہیں، یہ انتخاب تمام ہندوستان کے صوبوں کی سول لسٹ کا ہے، اور وہ بھی بابت اکتوبر ۱۸۹۳ء کے، جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ہر صوبہ کے ہڈ پارٹمنٹ میں، کتنے ہندو ملازم ہیں، اور کتنے مسلمان۔ تاکہ آپکو معلوم ہو کہ وہ مسلمان جو ہندوستان کے بادشاہ تھے، اور جو بعد زوال سلطنت کے اسی انگریزی حکومت میں تمام معزز عہدوں پر مقرر تھے، اور انکی تعداد بہت زیادہ تھی اس زمانہ کی سرکاری فہرستوں کے لارڈ کارنوالس کے عہد میں سرکاری ملازمت میں فیصدی ۵۷ تھی اب کس قدر کم ہے۔

ہر صوبہ کی صیغہ وار تفصیل سننا تو آپکو تکلیف دینا ہے۔ مگر اسوقت کچھ مختصراً اسکا خلا بیان کرتا ہوں۔ اول صوبہ بنگال کو لیجئے وہاں کل عہدہ دارے مندرجہ گزٹ میں ایک ہزار ایک سو نوٹے ہندو ہیں، اور ۱۲ مسلمان۔ انہیں بھی یہ دیکھنے کے لائق ہے کہ ۱۶ ہندو کلکٹر اور مجسٹریٹ ہیں اور مسلمان صرف ۲۔ ۲۳ ہندو ڈپٹی کلکٹر ہیں اور مسلمان ایک۔ ۲۵۳ ہندو مجسٹریٹ ہیں اور ۳۵ مسلمان۔ ۲۸۴ ہندو نصف ہیں اور مسلمان ۱۱۔ ۱۲ ہندو ہیں اور مسلمان نہار۔ ۱۴ ہندو پوسٹ ماسٹر ہیں اور ایک مسلمان۔ ۵۵ ہندو سب جج ہیں اور ۷ مسلمان۔ ۵۵ ہندو اسٹنٹ سرجن ہیں اور

مسلمان ۶ - ۱۱ ہندو انجیر ہین اور مسلمان کوئی نہیں۔ صیغہ تعمیرات میں ۱۳۷  
ہندو ہین اور مسلمان ۱۲ - بمبئی پریسیڈنسی کا حال اوس سے بدتر ہے۔ ۹۳۸ ہندو  
عہدہ کے مندرجہ گزٹ پرامور ہین، اور ۶۲ مسلمان۔ آسین بھی یہ کیفیت ہے  
کہ ۱۹۴ ہندو تحصیلدار ہین اور ۲ مسلمان۔ ۵۹ ہندو ڈپٹی کلکٹر ہین، اور ۶ مسلمان  
۹ ہندو اسٹنٹ کلکٹر ہین اور ایک مسلمان۔ کٹسر کے دفتر میں ۶ ہندو ہین، مسلمان  
کوئی نہیں۔ پوسٹ آفس کے علاقہ میں ۶۵ ہندو ہین اور ۲ مسلمان۔ علاقہ عدالت میں  
۱۷۲ ہندو ہین اور ۳۴ مسلمان۔ آسین ذرا اس امر کو غور سے ملاحظہ فرمائیے کہ ۱۲۵  
سب آرڈینٹ جج ہندو ہین اور مسلمان ججز ایک۔ علاقہ طبابت میں ۸ ہندو  
سول سرجن ہین، مسلمان کوئی نہیں۔ اور ۳۳ ہندو اسٹنٹ سرجن ہین اور  
مسلمان ایک۔ ۱۷۶ ہندو اسپتال اسٹنٹ ہین اور مسلمان ۹۔ پولیٹکل ڈپارٹمنٹ  
میں ۲۴ ہندو ہین، اور ایک مسلمان۔ آب مدراس کا حال سنئے کہ وہاں کل عہدہ آ  
مندرجہ گزٹ پر ۵۹۰۔ ہندو ہین اور ۳۸ مسلمان۔ آب افنی ذرا تفصیل پر لحاظ  
فرمائیے ۱۱۰ ہندو نصف ہین اور ایک مسلمان۔ ۱۴۴ ہندو سب آرڈینٹ جج ہین  
اور ایک مسلمان۔ ۱۴۳ ہندو تحصیلدار اور ۹ مسلمان۔ ۷۸ ہندو ڈپٹی کلکٹر  
ہین اور ۵ مسلمان۔ علاقہ تعلیمات میں ۹۰ ہندو پروفیسر اور انسپکٹر ہین اور  
مسلمان صرف ۴۔ اس سے بڑھ کر یہ امر قابل لحاظ کے ہے کہ علاقہ ہندو بست،  
پیمائش، پیرٹ، ڈاکخانہ، فنانس، عدالت کے غنیفہ، جیل، اور رجسٹریشن سے

مسلمان بالکل خارج ہیں۔ حالانکہ ان صیغوں میں ۸۲ ہندو ہیں۔ آسام اور برہما  
 کا ذکر کرنا ہی فضول ہے، وہاں سمجھ لینا چاہیے کہ مسلمان باوجودیکہ تعداد میں زیادہ ہیں۔  
 مگر ملازمت سرکاری سے بالکل خارج۔ آسام میں ۱۹۸ ہندو ملازم ہیں اور صرف ۱۶  
 مسلمان۔ حالانکہ مسلمان بمقابلہ ہندوؤں کے فیصدی ۳۰ ہیں۔ برہما کا بھی یہی حال ہے  
 کہ ہندو ۳۲۵ ملازم ہیں اور مسلمان صرف ۱۸۔ حالانکہ بمقابلہ ہندوؤں کے از روے  
 مردم شماری کے مسلمانوں کی نسبت فیصدی ۶۵ ہے۔ سندھ میں ۲۰۶ ہندو ہیں اور  
 ۱۱۴ مسلمان۔ غالباً آپ اسکو سنکر البتہ خوش ہوئے ہونگے، مگر اول تو مسلمان  
 وہاں ہندوؤں سے بہت زیادہ ہیں، دوسرے یہ کہ یہ ترقی صرف ذلیل ملازمت میں ہے  
 اسلئے کہ وہ انکی سول لسٹ میں چیف کانٹبل بھی داخل ہیں، اور یہی انکی ترقی ظاہر  
 کر رہے ہیں۔ اسلئے کہ چیف کانٹبل کے عہدہ پر ہندو صرف ۱۲ ہیں اور مسلمان ۶۱۔ اگر  
 یہ ۶۱ ایک سو چودہ میں سے خارج کر دیئے جاویں، تو باقی عہدوں پر مسلمان صرف ۵۳  
 رہتے ہیں۔ باقی عہدوں کا یہ حال ہے کہ جوڈیشل علاقہ میں ۱۶ ہندو جج وغیرہ کے عہدوں  
 پر ہیں اور مسلمان صرف ایک۔ مالگڈاری کے علاقہ میں ۱۸ ہندو ہیں اور ۲۵ مسلمان۔  
 سنٹرل پردیش کا حال البتہ اچھا ہے کہ وہاں ۳۹۶ ہندو ہیں اور ۲۶۵ مسلمان  
 جس میں سے اکثر اسسٹنٹ کمشنری کے عہدہ پر ۵۸ ہندو ہیں اور ۶ مسلمان۔  
 تحصیلداری پر ۲۸ ہندو ہیں اور ۱۵ مسلمان۔ اب پنجاب کا حال سنئے کہ وہاں  
 ۳۱۲ ہندو عہدہ دار ہیں اور ۱۶۳ مسلمان، جس میں ۶۸ ہندو منصف ہیں اور ۱۵

مسلمان - اور ۲ ہندو عدالت خفیفہ کے جج ہیں اور ایک مسلمان - ۴۷ ہندو  
ایکٹر اسٹنٹ کشر ہیں اور ۳۱ مسلمان - اور ۷۶ ہندو تحصیلدار ہیں اور ۹۱ مسلمان  
۱۹ ہندو پوسٹ ماسٹر ہیں اور ۳۱ مسلمان - ۷ ہندو سپرنٹنڈنٹ جیل ہیں اور ۱ مسلمان  
کوئی نہیں - اور علاقہ تعلیمات میں ۱۴ ہندو ہیں اور ایک مسلمان - البتہ  
اسٹنٹ کشر ہیں ایک ہندو سب اور ۳۱ مسلمان - اور ۷ ہندو ایکٹر اسٹنٹ  
ہیں اور ۵ مسلمان - مگر بحفاظت تعداد مرد شماری کے مسلمان بہ نسبت ہندوؤں کے ۵۹  
فیصدی ہیں - اسلئے چاہئے تھا کہ ہندوؤں سے اونکی تعداد زیادہ ہوتی - حالانکہ اونکی تعداد  
بمقابلہ ہندوؤں کے صرف ایک تہائی ہے -

اب ممالک مغربی و شمالی واودھ کا حال سنئے - ۶۶۰ ہندو عمدہ دار ہیں -  
اور ۳۳۹ مسلمان جن میں سے ۶۵ ہندو نصف ہیں اور ۳۸ مسلمان اور  
۱۶ ہندو سب آرڈینٹ جج ہیں اور ۱۴ مسلمان - ۳۱ ہندو عدالت خفیفہ کے جج اور ایک  
مسلمان ۳۱ ہندو ڈسٹرکٹیشن جج ہیں اور ایک مسلمان - مگر جائنٹ مجسٹریٹ ہندو ۳۱ ہیں - اور  
۵ مسلمان - ۱۰۵ ہندو ڈپٹی کلکٹر ہیں اور ۳۸ مسلمان - اور ۱۰۶ ہندو تحصیلدار ہیں اور ۱۴۹  
۵۳ ہندو سپرنٹنڈنٹ اور انسپکٹر ڈاکخانوں کے ہیں اور ۸ مسلمان - اور ۶۳  
ہندو پوسٹ ماسٹر ہیں اور ۲ مسلمان خفیفہ تعلیمات میں ۶۳ ہندو ہیں -  
اور ۵ مسلمان - ۲ ہندو سول سرجن ہیں مسلمان کوئی نہیں - ۶۵ ہندو  
اسٹنٹ سرجن ہیں اور ۷ مسلمان - اور پبلک ورکس میں ۳۵ ہندو ہیں - اور



۸ مسلمان - اگرچہ بمقابلہ ہندوؤں کے ۳۹ فیصدی مسلمان اس پراونس میں نوکریوں میں مگر جبکہ یہ دیکھا جاوے کہ ملازم پیشہ شریف خاندان کے مسلمان ۶۶ برس پہلے کتنے زیادہ ملازم تھے۔ اور یونانی عہدوں پر وہی مامور تھے اور ہندو کاشتکاری پیشہ کس قدر زیادہ ہیں۔ تو یہ نسبت باوجود اس عمدگی کے، مسلمانوں کی ترقی کی دلائل نہیں ہے بلکہ کم سے کم ہندوؤں کے برابر مسلمانوں کا ملازم ہونا چاہیے۔ چنانچہ سر اکلینڈ کالون صاحب نے اپنی اوس ایسیج میں جو ۱۸۹۲ء میں مدرسۃ العلوم میں دی تھی یہ فرمایا تھا کہ، منجملہ اور نکستہ چھٹیوں کے جو گزشتہ ۵ برس کے انتظام کی نسبت کی گئی ہیں۔ ایک یہ ہے کہ مسلمانوں کو نا واجب ترجیح دی ہے اور پچھلے ۵ برس کے اندر ۶۶ ڈپٹی کلکٹر مقرر کیے گئے ہیں جنہیں سے ۱۶ ہندو تھے اور ۱۰ مسلمان۔ ۱۵ شخص تحصیلدار مقرر کیے گئے جنہیں سے ۹ مسلمان تھے اور ۶ ہندو۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ چونکہ ان اضلاع میں ہندوؤں کی تعداد مسلمانوں کی نسبت بہت زیادہ ہے۔ اس تعداد کے لحاظ سے ترجیح یا عزت دیجادے۔ لیکن اگر ہم کاشتکاروں کے گروہ کو نظر انداز کریں اور مندرجہ ان قوموں کا لحاظ کریں۔ جنکا ان معاملات میں پاس کیا جاتا ہے تو یہ سب نامناسب و فورا دور ہو جاتی ہے۔

صاحبو۔ اب اس وقت صیغہ ملازمت میں جو حالت مسلمانوں کی ہے اور ان کی پوری اور سچی صورت آپ کے سامنے ہے، اور اپنی آنکھوں سے آپ انکو دیکھ رہے ہیں۔

۵۰۱۵ ہندو عہدہ ۱۷ مندرجہ گزٹ پرامور ہیں، اور ۱۲۳۱ مسلمان۔ اور جو تفصیل

صوبہ وار سینے بیان کی اس سے غالباً آپ یہ سمجھ گئے ہو گئے کہ جن صوبوں اور جن عہدوں میں مقابلہ کا امتحان ہوتا ہے یا جنہیں قانونی اور انگریزی کی لیاقت زیادہ ضروری ہے، انہیں عہدوں پر مسلمان کم اور نہایت کم ہیں اور جو عہدے گورنمنٹ کے اختیاری ہیں وہ ان کے ان بے نصیب مسلمانوں کو ابنتہ کچھ مل جاتا ہے چنانچہ اسکا ثبوت جوڈیشل و ڈپارٹمنٹ سے بخوبی ہوتا ہے کہ ان عہدوں میں قانونی لیاقت اور امتحان شرط ہے اسی میں ہمارے بھائی بہت کم نظر آتے ہیں۔ چنانچہ کل ہندوستان میں عدالت کے عہدوں پر ۸۵ ہندو مقرر ہیں اور ۱۰۹ مسلمان۔ انہیں سے اگر ممالک مغربی کے ۵۵ اور پنجاب اور سنٹرل پرنس کے ۱۵ نکال دیئے جاویں تو باقی صوبوں میں مسلمانوں کا ہونا نہ تو برابر ہے۔ کیا اس سے زیادہ کوئی شبہ مناک، اور دل کو صدمہ دینے والی کوئی چیز ہوگی، کہ بنگال میں ۳۳۹ ہندو اس صیغہ میں ہیں اور صرف ۱۵ مسلمان۔ اور بنگالی میں ۱۷۳ ہندو اور صرف ۲ مسلمان۔ اور مدراس میں ۱۳۲ ہندو اور صرف ۲ مسلمان۔ غرض کہ مسلمانوں کی معاش کا بڑا ذریعہ یعنی ملازمت سرکاری باقی نہ رہا اور اوسمیں انکی تعداد اس قدر کم ہے کہ اسکا ہونا نہ تو برابر ہے۔ باقی رہی تجارت، اس سے شریف مسلمانوں کو پہلے بھی عاری تھا اور اب بھی، اس کو وہ میں نہ اول اونکا گذر ہوا تھا، نہ اب کہیں نظر آتے ہیں۔ اور سب سے ہندی النسل مسلمانوں کے کسی شہر یا کسی مٹھی یا کسی گاؤں میں مسلمان تاجر نہ دکھائی دیئے ملازمت اور تجارت کے بعد اگر زمینداری پر نظر کیجئے، تو اسکا حال یہ ہے، کہ بہی اور مدراس میں رعیت واری بندوبست ہے، وہاں سوائے ننگوٹ بندکاشتکاروں کے

کوئی زمیندار نظر ہی نہیں پڑتا، لادہ لوگ جو جاگیر دار اور مسلمان والے کہلاتے ہیں، اور کچھ حصے میں مدراس کے زمیندار بھی۔ مگر قریباً وہ گل کے ہندو ہیں۔ بنگال کے صوبہ میں مسلمان بلحاظ زمینداری کے ہندوؤں کے مقابلہ میں کچھ نسبت نہیں رکھتے، باقی راجیوہ، اور پنجاب، اگر ۳۶ برس پہلے کی حالت پر نظر کیجاوے تو بلاشبہ وہی تشرل پائیے گا جو اور صیفون میں ہوا ہے۔ سینکڑوں مسلمان ایسے ہیں، کہ صاحب جامداد تھے، اور زمیندار بن رکھتے تھے، مگر فیضول خروچی اور غفلت سے قرضدار ہوئے اور اپنی جائیدادیں مہاجنوں کے قبضہ میں دیدیں، غرض کہ ہر صورت سے مسلمان ایسی ذلیل حالت میں ہیں کہ اگر چند روز انکی خبر نہ لگی تو آئندہ انکی بیماری لاعلاج ہو جاوے گی، غرض کہ پہلے امر تصفیہ طلب کا میں فیصلہ کرتا ہوں، کہ ہم صنف قوم کے قایم رہنے پر قانع نہیں ہیں، بلکہ ہم اسکا مغز قوم ہونا چاہتے ہیں، اور اسوقت اسکا نام مغز قوموں کی فہرست سے خارج ہے۔

اب رادوسر امر کہ ترقی سے کیا مراد ہے، اور کس حالت پر پہنچنے سے اسکی ترقی سمجھی جاسکتی ہے، اسکی نسبت میں یہ کہتا ہوں، کہ ترقی سے ہماری مراد اسوقت ترقی حقیقی نہیں ہے، یعنی اس درجہ پر پہنچنا جو یورپ کے لوگوں اور عیسائی قوموں کو حاصل ہے، اسکا تو وہی خیال کرے، جسے قوم کی محبت نے مجنون بنا دیا ہو، اسلئے میں اپنے بزرگ مید قبلہ کیطرح یہ نہیں کہتا، کہ میں اپنی قوم کو آسمان کی مانند کرنا چاہتا ہوں اور ان ستاروں کو دیکھنا چاہتا ہوں، جو انہیں چمک رہے ہیں، اور معشوقانہ لہو کی چمکے ہوئی لہر کھینچتے ہیں۔ بلکہ میں اسی پر قانع ہوں کہ وہ زمین ہی پر

رہیں، مگر وہ تاریکی جس نے اُسے گھیر لیا ہے دُور ہو جاوے، اور اُسکی صورت نظر آنے لگے، اور اپنی موجودہ حالت سے ٹکڑا اسی حالت پر پہنچ جاوے۔ جو ہندوستان کی اور مسندز قوموں کی ہے تاکہ آبادی کی مناسبت سے وہ ہر عزت میں اپنا واجب حصہ حاصل کر سکے، اور اعلیٰ درجوں پر جہاں ہندو۔ پارسی۔ بنگالی۔ مدراسی پہنچ سکے ہین وہ بھی پہنچ جاوے۔

آبِ راتیسرا امر کہ اعلیٰ تعلیم و تربیت سے کیا مراد ہے، اور بغیر اُسکے وہ حالت جسکو ترقی کہا جاوے حاصل ہو سکتی ہے یا نہیں۔

مصاحبو۔ اعلیٰ تعلیم سے مراد یہ ہے، کہ وہ نہ صرف اُن اعلیٰ درجہ کی ڈگریوں کو حاصل کر سکیں جو ہندوستان کی یونیورسٹیوں نے مقرر کی ہین، بلکہ وہ علم کی حقیقت سے واقف اور اُسکے عمدہ نتائج سے متمتع ہوں۔ جو لوگ صرف ڈگری حاصل کرنے پر قناعت کرتے اور فقط کتابی تعلیم پاتے ہین، وہ کتاب کے کپڑے ہوتے ہین نہ عالم، وہ کتابوں کے لادنیوالے ہوتے ہین نہ تعلیم یافتہ انسان۔ اصل اعلیٰ تعلیم یہ ہے کہ انسان اُن قوتوں کو اچھی طرح کام میں لاسکے، جو خداوند تعالیٰ نے اُسے اور اُن حقایق اور معرفت اشیاء کے لیے دی ہین تاکہ وہ قادر مطلق کے عجیب اور حیرت انگیز قدرت کے کارخانوں کو دیکھ سکے، اور صانع حقیقی کے عجیب و غریب صنعتوں کو بقدر انسانی طاقت کے سمجھ سکے، وہ حقایق اشیاء کے جاننے کا شائق ہو، اور قادر مطلق کی معرفت کا جو یا۔ اعلیٰ تعلیم کا مقصود طلبِ مال نہیں ہے، بلکہ شوقِ حق اور ذوقِ علم ہے، تاکہ انسان اپنا وقت اور اپنی عقل اور اپنے علم کو کائناتِ عالم کے

حالات دریافت کرنے، اور بنی نوع انسان کے فائدہ پہونچانے میں صرف کرے، اور جو علم کے خزانے زمانہ کے دانشمند جمع کر گئے ہیں، اور جو بیش بہا ترکہ اُنکے بزرگ چھوڑ گئے ہیں اونکو کام میں لاوے تاکہ اس دنیا میں اوسے وہ خوشی اور فراغ خاطر نصیب ہو کہ جسے کوئی چھین نہ سکے، اور عاقبت میں خدا کی خوشنودی اور دوامی راحت حاصل ہو۔ اور یہی وہ تعلیم ہے، جو تمہارے بزرگوں نے حاصل کی تھی، اور جسکے حاصل کرنیسے وہ دنیا کے اعلیٰ اور معزز ترین لوگوں میں شمار کیئے جاتے تھے، اور جسکے نام اب تک عزت اور بزرگی سے ساری دنیا میں لیئے جاتے ہیں اور جسکے سبب سے آج یورپ کے لوگ تمام دنیا کے انسانوں کے خیالات کی رہنمائی کر رہے ہیں اور جسکے ادنیٰ نتیجوں میں سے وہ فائدہ ہیں جو بنی نوع انسان کو انکی عجیب و غریب ایجادوں اور صنعتوں سے پہونچ رہے ہیں۔ اور یہی وہ تعلیم ہے جس سے انسان نہ صرف بلحاظ خیالات کی عمدگی اور اخلاقی خوبیوں کے حکیمانہ زندگی اور فلسفیانہ طرز اختیار کرتا ہے، بلکہ معاشرت اور دنیا دارانہ زندگی بسر کرتے ہیں یہی اوس سے بڑی مدد ملتی ہے۔ اوس سے ہمت بڑھتی ہے، اولوالعزمی پیدا ہوتی ہے، ناموری کا شوق ہوتا ہے، دولت اور عزت کے حاصل کرنے میں تمام مشکلیں آسان معلوم ہوتی ہیں۔ انسان محنت کا عادی اور مصیبت کے اٹھانے میں مشفق ہوتا ہے، یہاں تک کہ اوسکی لغت کی کتاب میں ناممکن کا لفظ نظر ہی نہیں پڑتا۔ یہی وہ تعلیم ہے، جسکے یہ نتیجے ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، کہ وہ اپنی ہمت اور اولوالعزمی سے کسی چیز کو مشکل نہیں سمجھتے۔ نہ کسی خاص چیز کے پابند رہتے ہیں۔ اگر ایک چیز میں نا کامیاب ہوئے

تو فوراً دوسری چیز پیدا کر لیتے ہیں۔ اور اگر ایک پیشہ میں گزری کی صورت نہ دیکھی، تو دوسرا کام کرنے لگتے ہیں۔ نہ کسی خاص ملازمت کے پابند ہیں نہ کسی خاص پیشہ اور حرفہ کے، اوکلی ہنرمندی اور استعدادی اور چالاک کی اعلیٰ تعلیم کے سبب سے ایسی بڑی گئی ہے، کہ وہ ناکامیابی کا نام تک نہیں جانتے اور بقول آرتھر ولسن ویس چانسلر یونیورسٹی کلکتہ کے دہلی تعلیم نے تمام سختیوں کو اگر دور نہیں کیا، تاہم اتنا خفیہ کر دیا ہے کہ وہ سختی قابل برداشت ہو گئی ہے، اور اوکلی اس بات پر قانع نہیں رکھا کہ صدائے ان پیشوں کے پابند رہیں جو ان کے باپ دادا کیا کرتے تھے۔ انھوں نے وہ نئی شاخیں تجارت اور حرفہ کی اختیار کیں جن کو ان کے بزرگ پسند نہ کرتے۔ اگر اوکلی خشکی میں جھنبھ بی، انھوں نے سمندر کی نوکری اختیار کی۔ اگر اوکلی گھر میں کام نہ ملا، قطب شمالی اور قطب جنوبی تک معاش کی تلاش میں چلے گئے۔ ہزاروں نوجوان عالیجنان پہاڑوں پر چاء اور قہوہ کی زراعت کرتے ہیں۔ کئی داکے جنگل صاف کر رہے ہیں۔ اسٹریلیا میں بکریان اور مغربی امریکہ کے میدانوں میں مویشی چر رہے ہیں۔ چین کے کھانہ سائے تجارت میں کام کرتے ہیں، اور آسام کے باغوں میں کاشتکاری سے معاش پیدا کر رہے ہیں۔

صاحبو۔ مگر ہجو اس قسم کی اعلیٰ تعلیم کا خیال کرنا، اور اپنی قوم کی موجودہ حالت سے اس کی امید رکھنی ناوانی ہے، اور ہم دیکھتے ہیں کہ سوائے یورپ کے ہندوستان کی اوکلیوں نے بھی ابھی یہ تعلیم حاصل نہیں کی ہے۔ بڑی سے بڑی خواہش اس وقت ہماری یہ ہے،

کہ وہ اس قسم کی اعلیٰ تعلیم حاصل کر لیں جس سے وہ مثل اور اپنی بہ وطن قوموں کے، ان عزتوں کے مستحق ہوں جو انہوں نے حاصل کر لی ہیں۔ وہ انگریزی کے لٹریچر میں ایسے ماہر ہو جاویں، کہ اپنے خیالات عمدگی سے اس زبان میں ادا کر سکیں، فصاحت اور بلاغت سے تقریر کرنے لگیں۔ عمدہ اخبار کے لایق ڈیپٹی ہو سکیں۔ قانون میں اعلیٰ درجہ کی لیاقت حاصل کر لیں۔ معزز عہدوں کے قابل ہو جاویں۔ گورنمنٹ کو ملکی معاملوں میں صلاح دے سکیں، اپنی قومی حاجتیں گورنمنٹ کے سامنے عمدگی سے پیش کر سکیں، زمانہ کے حالات اور ملکی انقلابات سمجھنے کے لایق ہو جاویں، اور وہ حقوق جو دوسری قوموں کو حاصل ہیں ان کو بھی حاصل ہوں۔ وہ بھی علمی جلسوں میں شریک ہو سکیں، وہ بھی عزت کے مقامات میں رکھائی دیں، وہ بھی حکومت کی کرسیوں پر بیٹھے ہوئے نظر آویں۔

اسکے سواے سنجیت مسلمان ہونیکے ان کو ایسی تربیت ہو، کہ اپنے مذہب پر ثابت قدم ہوں۔ اپنی قوم کے ساتھ محبت رکھیں۔ اپنے خاندان اور وطن کی آنکھوں میں معزز ہوں، قومی ہمدردی اور قومی ترقی کا خیال ہو۔ اپنے بھائیوں کے فائدہ پہنچانے کے شایق اور اپنی قوم کی عزت بڑانے میں سرگرم ہوں، غرض کہ اعلیٰ تعلیم اور تربیت پانے کا خلاصہ یہ ہے کہ ایسے لوگ ہم مسلمانوں میں طیار ہو جاویں کہ وہ انسان بھی ہوں اور مسلمان بھی۔ اُنکے دماغ میں علمی خیالات ہوں، اور اُنکے دل میں عمدہ اخلاق، وہ پسندیدہ عادتوں کے عادی ہوں، تحلل، بردباری، متانت، سنجیدگی، ممدوح خودداری، شریفانہ آزادی اور بہادرانہ استقلال مزاجی کی صفیتیں ان میں موجود ہوں تاکہ جب وہ دنیا کے سامنے آویں،

اولہنی ذات اور اپنے خاندان اور اپنی گورنمنٹ کے کام کر نیکے لائق ہوں، تو وہ اسکی نسبت  
 رکھتے ہوں اور وہ اپنے نامور بزرگوں کی لائق اولاد۔ اور اپنی مشہور قوم کے معزز ممبروں اور اپنی  
 آزاد گورنمنٹ کے معتمد مشیر ہوں۔ اگر مسلمانوں کو اس قسم کی تعلیم و تربیت نہ تو صرف یونیورسٹی  
 کی ڈگری پالینا، اور بنی اسے اور ایم اسے ہو جانا کافی نہیں ہے، وہ مقصود جو اعلیٰ تعلیم  
 و تربیت سے ہے، حاصل ہو سکتا ہے۔ کیا آپ ایسے سینکڑوں اور ہزاروں آدمی نہیں دیکھتے  
 جو یونیورسٹی کے اعلیٰ درجے کے تھیں، لیکن پھر کالج کی تعلیم کے سب  
 درجے طے کر چکے ہیں مگر کوئی اثر تعلیم کا انکے دل و دماغ پر معلوم نہیں ہوتا اسکا سبب  
 صرف یہ ہے کہ ہندوستان میں سوائے کتابوں کے پڑھ دینے، اور طالب علم کے حافظہ  
 میں واقعات کا ایک کافی ذخیرہ امتحان پاس کر نیے لیے جمع کر دینے کے، کوئی دوسرا ایسا  
 انتظام نہیں ہے، جس سے علم کا اثر انکے دل پر ہو، اور جس سے طالب علموں کے خیالات  
 اور خصلتوں اور خواہشوں اور ارادوں اور کاموں سے کچھ بھی نشانی اس تعلیم کی پائی جاوے  
 جو انکو انسان بنانیکے لیے دیجاتی ہے۔ بلکہ ایسی کتابی تعلیم اخلاق، مذہب، اور عہدہ  
 خصلتوں کو اور ضرب کر دیتی ہے۔ آپ ذرا ان تقریر و نکو دیکھیے جو سال بسال یونیورسٹی  
 کے چانسلر سالانہ جلسوں میں کہا کرتے ہیں، اور بہ اختلاف الفاظ اس ناقص تعلیم کی بڑائی  
 اور تکمیل علم کی نصیحت، اور اس بات پر افسوس کرتے رہتے ہیں، کہ یونیورسٹی کی تعلیم نے  
 ملک میں صرف ایک کثیر تعداد ایسی نیم تعلیم یافتہ نوجوانوں کی پھیلا دی ہے جسکا علم بالائی ہے  
 جنکی خود بینی بیکرد ہے، جو تقریر میں لسان ہیں، لیکن انکو ان الفاظ کے معنی جنکو وہ استعمال



کرتے ہیں، یا جن فکرات کو وہ دہراتے ہیں، انکا مطلب بھی ٹھیک ٹھیک معلوم  
 نہیں ہے، اور جو تعلیم سے سوائے معاش حاصل کرنیکے کوئی دوسرا فائدہ نہیں سمجھتے،  
 اور معاش کو بھی بجز سرکاری ملازمت کے اور کسی جگہ تلاش نہیں کرتے، اور اسی علم کی تکمیل  
 کی نصیحت کے ساتھ وہ اسکا بھی اقرار کرتے ہیں، کہ کالج اور سرکاری یونیورسٹیاں ایسی  
 کامل تعلیم دینے میں قاصر ہیں۔ چنانچہ ایک سالانہ جلسہ میں یونیورسٹی کے پرنسپل نے  
 گو وزیر جنرل ہند نے اول صلی تعلیم کا مقصد بیان فرمایا، اور یہ کہا کہ میرے نزدیک صلی تعلیم کا  
 مقصد صرف یہی نہیں ہے، کہ طالب علم کے دماغ میں بہت سی باتیں جمع ہو جاویں، اور وہ مختلف  
 علوم کی نسبت لسانی کے ساتھ گفتگو کرنیکے لائق ہو جاوے، یا یہ کہ وہ اپنی یونیورسٹی کے  
 تمام امتحانات کو بھی پاس کرے۔ بلکہ اسکا مقصد ان مختلف قوتوں کو ترقی اور استحکام  
 دینا ہے جو اسکو عطا کی گئی ہیں۔ اگر اس بات میں میری رائے صحیح ہے، تو جس چیز کی  
 سب سے پہلے تعلیم میں ضرورت ہے، وہ علم کا کامل ہونا ہے، اور اسی موقع پر پرنسپل نے  
 نے یہ بھی صاف فرمادیا، کہ کامل تعلیم کے وسیلوں کے مٹیا کرنے میں گورنمنٹ قاصر ہے،  
 اور اسکی وجہ یہ بیان فرمائی کہ بغیر مذہبی تعلیم کے کوئی تعلیم کامل نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ وہ فرماتے  
 ہیں کہ ”گورنمنٹ ہند پر یہ بات واجب اور لازم ہے، کہ وہ کوئی ایسی بات نہ کرے جس سے  
 ہندوستان کے باشندوں کے مذہب یا مذہبی خیالات میں، علانیہ یا دہرہ دست اندازی  
 کا ہونا متصور ہو، لیکن جو قید اسطرح پر ہماری تعلیم کے مقاصد کی نسبت قرار دی گئی ہے،  
 اس کے نقص ظاہر نہیں ہے، بلکہ یہ ایک میرے دلی اعتقادات میں ہے۔

کہ جس باتظام تعلیم، مین مذہبی تعلیم اور تربیت کا کچھ بندوبست نہ ہو، وہ یقیناً ناقص اور غیر مکمل ہے۔ اور پھر یہ فرمایا کہ جس چیز کو اجکل کے زمانہ مین خالص دنیوی تعلیم کہتے ہیں، وہ اس لفظ کے سبب سے بڑے اور عمدہ ترین معنوں مین کامل ترین نہیں ہے،

صاحبو۔ جو کچھ نہر اکسلینسی نے فرمایا ہے تمام اعلیٰ درجہ کے لوگوں کا وہی خیال ہے، اور نہ صرف یہ اور مین لوگوں کا بلکہ ہماری قوم کے آدمیوں کا بھی بنھون نے تعلیم کے مسئلہ پر بہت غور کیا ہے، اور جنھوں نے ولایت کی تعلیم کو دیکھا ہے، اگر آپ انگلستان جاویں، اور وہاں کی تعلیم دیکھیں، اور اُس کے اصول اور نتائج پر غور کریں، تو آپ کو اس امر کے خیال کرنے مین ذرا متامل نہوگا کہ جو تعلیم ہندوستان مین دیتا ہے وہ تعلیم نہیں ہے بلکہ انسان کو کتابوں کا لادنیو والا بنایا جاتا ہے اور اس کا سبب جیسا سر چارلس کر اسوٹ صاحب نے فرمایا ہے یہ ہے، کہ پورے ملکوں مین جہاں کہ سو سٹی نے، قدرتی بالیدگی کے ساتھ ترقی کی ہے، اور ہر خارجی اثروں کا زور نہیں ڈالا گیا ہے، ایسے اسٹیوشن اس ضرورت کے پورا کرنے کے لئے قائم کیے گئے ہیں، کہ ان کو صرف سرکاری ملازمت کیلئے اسطے نہیں، بلکہ عالمانہ پیشوں مین پسک کی خدمت کرنیکے لئے تعلیم یافتہ آدمی ہم پہنچ جاویں، علاوہ بریں بہت سے شخصوں نے صرف علم کی خاطر اسکی جستجو کی ہے، اور بہت شخصوں نے عمدہ تعلیم کے حصول کی کوشش بطور جزویک ایسے سامان کے کی ہے، جو ہر ایک شخص کو اوسکا پیشہ کچھ بھی کیوں نہ ہو، اپنے سفر زندگی مین اپنے پاس مہیا کرنا لازم ہے، لیکن اس ملک مین جہاں کہ تحریک خاصکر خارجی ذریعے سے ہوتی ہے، جہاں کہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم لوگوں کو قریباً

نمفت دی گئی ہے، ہمارے روزگار کا میدان لوگوں کی پست حالت کی وجہ سے نہایت محدود ہے اور جہاں تک علم اپنے خاص فائدہ کی غرض سے تلاش بھی کیا جاتا ہے، تو وہ اس قسم کا علم نہیں ہے جس کے سکھانے کا ہمارے دلچسپی نے ذمہ لیا ہے اس قسم کے محتاج طالب علموں کی بہاشت کے پیدا کرنے میں صاف صاف بڑا خطرہ ہے جنکی تعداد باوجود اس کے کہ وہ دنیا میں اپنی وجہ معاش پیدا کرنے کے واسطے کافی تعلیم یافتہ نہیں ہیں۔

پس اسے صاحبو اعلیٰ تعلیم سے مراد ہے کہ ہم کتابوں کے بجائے اٹھائیواں بنائیں بلکہ انسان بنیں اور اسی کے ساتھ مسلمان رہیں، اور علم کو علم کے نئے چال کریں، اور اس کے عمدہ نتیجوں سے متمتع ہوں، اور اسے میرے بزرگوں بغیر ایسی تعلیم کے قوم کی ترقی کی امید کرنا خیال باطل ہے۔

صاحبو۔ اب راپو تھا اہم تصفیہ طلب کہ مدرسۃ العلوم اعلیٰ تعلیم و تربیت کے حاصل کرنے کا مسلم ذریعہ، اور دیگر مسلمانوں کا بچوں کے لئے عمدہ نمونہ ہے یا نہیں، اسکی نسبت میری یہ رائے ہے کہ مدرسۃ العلوم اعلیٰ تعلیم و تربیت حاصل کرنے کا ایسا مسلم ذریعہ ہے کہ جس سے بڑھکر ہندوستان میں ہونا اور حقیقت ناممکن ہے اور دوسرے مسلمانوں کا بچوں کے لئے ایسا عمدہ نمونہ ہے جس سے بہتر ہونا فایس میں نہیں آسکتا اگر قوم کی ترقی سے مراد یہ ہے کہ اسے اعلیٰ درجہ کی تعلیم کا شوق ہو، اعلیٰ درجہ کی تعلیم حاصل کرے اس کے لئے یونیورسٹی کی اعلیٰ ڈگریاں پان، اور نہ صرف ہندوستان میں بلکہ ولایت جاکر اپنی تعلیم کی تکمیل کریں، وہ انکی یونیورسٹیوں کے درجے حاصل کریں، وہ ان جاکر قانون

سیکھیں، اور بعد کامیابی کے گورنمنٹ کی نظر میں معزز سمجھے جائیں، سرکار کو اونکی وفاداری پر بھروسہ ہو، اور اسکے ساتھ مذہب اور قومیت کا خیال بھی نہیں پایا جاوے، تو میں کہہ سکتا ہوں کہ، ہمارا یہ کالج بلاشبہ قومی ترقی کا مسلم ذریعہ ہے، اور نیز اگر قومی ترقی سے یہ مقصود ہے، کہ خاص قوم کا کوئی ایسا انسٹیٹوشن موجود ہو جو ان اصول پر قائم کیا گیا ہو، جن پر انگلستان کے انسٹیٹوشن قائم ہیں، اور نیز وہ ان خیالات پر مبنی ہو جن پر ایسے بڑے انسٹیٹوشن انجینڈ میں بنائے جاتے ہیں، اور نیز اسکا قائم کرنا فی نفسہ قوم کی عزت اور شہرت کا سبب ہو، اور اس سے قوم کی عالی دماغی، فیاضی، علم کا شوق، اور شاید سبکی پھیلانے کی رغبت، نمایاں ہو اور نیز اس سے ان نتائج کے حاصل ہونے کی امید ہو جس سے انکے تعلیم پانچواں اپنی سوسائٹی کے عمدہ ممبر، اور اپنی گورنمنٹ کے معتمد مشیر، اور اپنی سرکار کے پورے وفادار ہوں۔ تو میں آواز بلند کہتا ہوں کہ ان تمام باتوں کے لحاظ سے یہ کالج قومی ترقی کا ذریعہ ہے، اور رویت، اور شہادت، دونوں سے اسکا کمال ثبوت ہو اور پہلک اور گورنمنٹ دونوں اس بات کے مقررین حقیقت میں اس کالج نے ان باتوں کے لحاظ سے وہ وقعت پہلک اور گورنمنٹ کے دلوں میں پیدا کی ہے کہ اسکی نظیر ملنی مشکل ہے۔ پہلک کا بھروسہ اور اعتماد اسوقت آپکی آنکھوں کے سامنے ہے۔ اور یہ بولتی ہوئی سندیں پہلک سے اعتماد کی آپکے سامنے ہیں اور وہ بھی نہ دس بیس، بلکہ سیکڑوں اور وہ بھی نہ فقط ایک ضلع یا ایک صوبہ کی بلکہ تمام ہندوستان کے صوبوں کے طالب علم، اسوقت آپکے سامنے ہیں۔ اور گورنمنٹ کا بھروسہ جو کچھ اس کالج پر ہے، اسکا

اطہار مختلف ویسٹرون اور متعدد لفٹنٹ گورنروں نے اسطور پر ظاہر کیا ہے کہ جسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ وہ اس کالج کے احاطہ میں آکر تھوڑی دیر کے لیے ایشیائی شاعر بن گئے تھے۔ اس لیے کہ جو خیالات معمولی یورپین جنٹلمین کے مسلمانوں اور ان کے کاموں کی نسبت ہیں، اور جنکو دوسرے موقع پر انھوں نے ظاہر کیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کام کو مسلمانوں کے برا نہ کہنا گویا بہت بڑی تعریف ہے، نہ یہ کہ ایسی تعریف کرنی جسکے دیکھنے سے ظہوری اور انوری یاد آتے ہیں۔

صاحبو۔ اس کالج کا جو نتیجہ اب تک ظاہر ہوا، اور جس سے اس بات کا ثبوت ہوا کہ اوسنے کہا تک ترقی کی۔ اوسمین کتنے طالب علم داخل ہوئے، دوسمین سے کتنے طالب علموں نے ڈگریاں پائیں، اور کتنے دلالت گئے۔ علاوہ اسکے اس کالج کے مسلمان طالب علموں کو دوسرے کالجوں کے ساتھ جو اس صوبہ میں ہیں کیا نسبت ہے۔ ایک ایسا امر ہے جسکے لیے ہمیں اٹھارہ برس پیچھے جانا، اور وہ جسے پھر چلنا پڑیگا تاکہ معلوم ہو، کہ ۱۸۷۵ء سے اب تک اس کالج نے کیا نتیجے دکھائے اوسکا مختصر حال یہ ہے۔

۲۴ مئی ۱۸۷۵ء کو کالج کھولا گیا۔ اور یکم جون ۱۸۷۵ء سے اسکول کی ڈپٹی شروع ہوئی اور یکم جنوری ۱۸۷۸ء سے کالج کلاس قائم ہوئی۔ اور یکم جنوری ۱۸۷۸ء سے فرسٹ آرٹس کے امتحان تک اور یکم جنوری ۱۸۸۱ء سے بی اے کلاس کے امتحان تک اور یکم جنوری ۱۸۸۳ء سے قانونی امتحان میں افسلیٹ ہو گیا اور ۱۸۸۹ء میں لا کلاس کی ایل ایل بی ڈگری کے امتحان تک ابابو نیوٹری سے متعلق ہوا۔ ۱۸۷۵ء میں ۶۵ مسلمان اسکول کلاس میں داخل تھے اور خراج ۱۸۹۳ء ۶

میں کل تعداد طالب علموں کی ۳۵۹ تھی جنہیں سے ۲۲ مسلمان تعلیم پاتے تھے۔

۱۹۹ اسکول کلاس میں ۱۰۱ کالج کلاس میں۔ منجملہ ان طالب علموں کے ۲۱۸ ممالک مغربی و شمالی کے رہنے والے ہیں جو ۲ مختلف اضلاع سے آئے ہیں۔ انہیں سے

۶۰ کالج کلاس میں پڑھتے ہیں ۱۵۸۔ اسکول میں اور ۸ پنجا بکے رہنے والے ہیں جو بین ضلعوں سے آئے ہیں انہیں ۴۲ کالج کلاس میں پڑھتے ہیں ۳۳۔ اسکول میں اور

اور ۸ اسکول کلاس کے طالب علم بنگال کے رہنے والے ہیں۔ اور ۸ راجوٹانہ کے اور ۶ حیدرآباد اور اندور کے اور ۵ سنٹرل پراونس کے اور ۲ بمبئی ۲ برہما اور بلوچستان کے

اور ۱۰ کلاس میں ۶۹ طالب علم داخل تھے۔ ۳۲ مسلمان اور ۳۷ ہندو۔ منجملہ ان طالب علموں کے ۲۸ مسلمان اور ۳ ہندو بورڈر تھے باقی ڈی اسکالر اس کالج کے طالب علموں میں سے ۱۳ طالب علم

ہیں جنہوں نے انگریز میں تعلیم ستم کر لی ہے اور ۹ طالب علم ہیں جو لندن میں تعلیم پاتے ہیں جس طرح طالب علموں کی تعداد قابل اطمینان ہے ویسے ہی امتحانات کا نتیجہ بھی تشفی بخش ہے۔

۱۸۷۷ء سے ۱۸۹۳ء تک، ۲۳۶ لڑکوں نے انٹرنس پاس کیا، جن میں سے ۳۷ ہندو ہیں، اور ۱۵۳ مسلمان ہیں۔ اور ایف اے کلاس میں ۱۳۷ طالب علم تک پاس ہوئے

جنہیں سے ۳۸ ہندو، اور ۹۹ مسلمان ہیں۔ اور بی اے میں ۵۱ طالب علم پاس ہوئے انہیں سے ۱۷ ہندو اور ۳۳ مسلمان ہیں۔ ایم اے کی ڈگری ۵ طالب علموں نے

حاصل کی جنہیں سے ایک ہندو اور ۳ مسلمان ہیں، البتہ لا کلاس میں ابھی مسلمان لاہیں۔ ایل ایل بی کی ڈگری میں صرف ۲ ہندو اور ۱ کورٹ کی وکالت میں صرف ایک

ہندو نے ڈگری پائی اور علی التہا ضلع کی وکالت میں ۵ نے ڈبلو پائی یا جیمین لمان صرت  
ایک ہے۔ اگر مدرسہ العلوم کے کالج کلاس کے طالب علموں کا دو کالج کے طالب علموں سے مقابلہ  
کیا جاوے تو اس کالج کی کامیابی اور زیادہ صاف نظر آتی ہے۔ اسلئے کہ جتنے مسلمان  
کل کالجوں میں ممالک مغربی و شمالی کے پڑھتے ہیں اگر وہ سب بلا مرتبہ العلوم سے مقابلہ  
کیئے جاویں تو یہ تانکیز کامیابی مدرسہ العلوم کی معلوم ہوتی ہے۔ اسی سال میں ۱۷۱  
طالب علم مسلمان دو کالجوں میں پڑھتے ہیں۔ کیننگ کالج لکھنؤ میں ۶۱۔ اور میو کالج  
الہ آباد میں ۵۰۔ اور گرہ کالج میں ۲۲۔ اور بنارس کالج میں ۲۳۔ اور بریلی کالج میں ۱۱۔ اور  
میو ٹھہ کالج میں ۳۔ اور صرت مدرسہ العلوم میں کالج کلاس میں مسلمان طالب علموں  
کی تعداد ۱۰۱ ہے۔ اب اگر خیال کیا جاوے کہ کیننگ کالج لکھنؤ کتنے دنوں سے قائم ہے  
اور لکھنؤ خود کتنا بڑا شہر ہے اور او دھ کے اضلاع کے رہنے والوں کو وہاں جانا کس قدر قریب اور  
باعث آسائش ہے اور دی اسکالرز ہونے سے کس قدر ان کو آرام مل سکتا ہے اور نیز بلحاظ اور بوجہ  
کفایت اخراجات کے کس قدر فائدہ ہے۔ مگر مسلمان طالب علموں کی تعداد اوسمیں صرت ۶۱ ہے یعنی  
پورے نصف ہمارے کالج کے طالب علموں کی۔ اور الہ آباد جو کہ گورنمنٹ کا سنٹر ہے اور جہاں  
میو کالج سا مشہور کالج ہے اور جہاں بہت سی چیزیں ایسی ہیں کہ جس سے طالب علموں کا زیادہ فائدہ  
ہونا چاہیئے مگر وہاں صرت ۵ مسلمان ہیں یعنی ہمارے کالج کے طالب علموں سے ایک  
نصف اور بچہ جب یہ خیال کیا جاوے کہ خود ان شہروں کے رہنے والے جہاں کالج  
قائم ہے اپنے گھر چھوڑ کر یہاں آئے تو اس بات کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ آپ کے اس کالج کی

تعلیم و تربیت کی نسبت عام خیالات کیسے عموماً ہین اور اسکی وقعت اور عظمت بے کس قدر  
لوگوں کے دلون پر اثر کیا ہے اپنی بچہ میں دیکھتا ہوں کہ سہ ماہیوں والے آدکے اور سہ ماہیوں  
کے اور ۱۶ میرٹھ کے اور ۱۷ بریلی کے اور ۱۹ دہلی کے یہاں تعلیم یا سچے ہین۔ اور پھر  
یہ بات بھی لحاظ کے قابل ہے کہ اُسے درجہ کی تعلیم و تربیت جو اس کالج کا سہ مقصد ہے  
بلکہ جسکے لئے یہ کالج قائم کیا گیا ہے اور انزوان ترقی پر ہے۔ چنانچہ سہ ماہیوں میں ۲ مسلمان  
کالج کلاس میں تھے اور اس سال ۱۰۔ اس سے پہچھنا پڑا۔ یہ نہ بارے ایک ۵ ہو گئے  
اور یہ ترقی اگر سال وار دیکھی جاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ ترقی کی رفتار کالج کلاس میں نہایت تیز  
ہے اس لئے کہ سہ ماہی سے کالج کلاس قیام ہوا جسکو ایک ۵ برس ہوئے گراںچہ پانچ  
برس کی اوسط پر خیال کیا جاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ سہ ماہی سے سہ ماہی تک اوسط  
سالانہ معاصر طالب علم کا کالج کلاس میں ۸ تھا۔ دوسرے پنجسالہ بن یعنی سہ ماہی سے  
سہ ماہی تک اوسط سالانہ ۲۲ تھا اور تیسرے پنجسالہ بن یعنی سہ ماہی سے سہ ماہی  
تک ۳۳ و ۳۳ تھا یعنی پہلے ۵ برس کی نسبت دوسرے ۵ برس میں بجائے ۸ کے  
۳۳ اور تیسرے ۵ برس میں ۳۳ ہو گئے۔ اس ترقی کی نسبت مجھے کچھ کہنے کی ضرورت  
نہین ہے۔ یہ ہند سے اسکی خود شہادت دے رہے ہین اور ہلشہ (ڈاگراہم) جو  
اسوقت آپ کے سامنے ہے خود ترقی کی اصلی تصویر ہے جسے آپ اسوقت اپنی آنکھوں سے  
دیکھ رہے ہین۔

۴ ڈاگراہم جس کا ذکر اس پیچ میں ہے علیحدہ کاغذ پر چپا ہوا بیان لگا دیا ہے۔



آج یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ اصول جنہر انگلستان میں ایسے انسٹیٹوشن قائم ہوئے ہیں کیا ہیں اور ان پر یہ کالج قائم کیا گیا ہے یا نہیں۔ اور کیوں اس اصول پر قائم کر نیکی ضرورت ہوئی اور اس کا حال یہ ہے کہ ہر اصول ایسے انسٹیٹوشن کے قائم کر نیکی سیلف ہیپ ہے یعنی اپنے خراج سے آپ کام کرنا، اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ ایک شخص بلکہ وہ ملک یا قوم جس کو اس سے اپنا قادمہ حاصل کرنا ہو اس کام کے کرنے میں اس طور پر متفق ہو گویا وہ ایک شخص واحد ہے۔ کیونکہ جس طرح انسان باعتبار روح و جسم کے ایک ہے۔ مگر اُس کے اعضا مختلف ہیں، امد گویا ہر ایک کا کام جداگانہ ہے، اور اگر فرداً فرداً نظر کیجاوے تو ہر ایک کی بناوٹ، اس کی صورت، اس کی غرض، جدا جدا ہے۔ پھر ان میں کوئی نازک سے کوئی سخت، کوئی اعلیٰ ہے کوئی ادنیٰ، کوئی بمنزلہ بادشاہ کے ہے، کوئی بنجائے پیادہ کے، کوئی بطور آقا کے ہے اور کوئی مثل خدمت گزار کے، مگر ان سب کا مجموعہ انسان ہے اور انسان کی زندگی اعلیٰ درجہ کی یعنی نہایت تندرستی اور صحت کے ساتھ اوسیدہ وقت ہو سکتی ہے کہ ہر ایک عضو اپنی اپنی خدمت کو اچھی طرح بجالاوے یہی حال قوم کا ہے کہ اُس کے افراد کے مجموعہ کا نام قوم ہے، اور اوس میں مختلف اقسام مختلف درجہ، مختلف حالات، مختلف درجات، مختلف خیالات، مختلف خواہشوں، مختلف ارادوں، اور مختلف طبیعتوں کے لوگ ہوتے ہیں۔ اگر سب ملکر ایک دوسرے کے شریک اور اپنی اپنی حالت کے موافق قومی مقاصد میں مدد کرتے ہیں، قوم کی زندگی اور اس کی صحت قائم رہتی ہے، اگر ان میں اتفاق نہ ہو اور ایک نے دوسرے کی مدد نہ کی، اور اس غلطی میں پڑ گئے کہ ہر ایک کو اپنا کام کرنا چاہیے تو

قوم کی زندگی میں ویسا ہی خلل آ جاتا ہے جیسا کہ انسان کی صحت میں اسوقت فرق آ جاتا ہے جبکہ بیماری وغیرہ سے بعض اعضا بیکار اور اپنے کام کر نیسے مجبور ہو جانے میں۔ پھر جس طرح کہ اعضا و ریسہ کے بیکار ہو جانے اور اسکے کام نہ کر نیسے زندگی تمام ہو جاتی ہے، اسی طرح ہم کے ریسے اور امیر اور دولتمند اور عالم اور وہ لوگ جنکا لوگوں پر عیب و دواب ہوتا نکمے ہو جاتے ہیں اور اپنے قوی غرض کہ ادا نہیں کرتے اور یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ اپنا کام کرنا چاہیے نہ وہ سہوکار، اور اس بات کو بھول جاتے ہیں، کہ قوم کا کام و حقیقت اپنا ہی کام ہے، تو قوم ضعیف ہو جاتی ہے، اسکی قوت و دولت عزت میں خلل آ جاتا ہے اور مرنے کے قریب ہو جاتی ہے اور اگر کسی نے خبر نہ لی اور علاج نہ کیا تو مر جاتی ہے۔ پس یہ وہ قانون قدرت ہے جسکے اصول کو جاہل سے لیکر حکیم تک ہر شخص سمجھتا ہے، مگر خوش نصیب ہیں وہ جو اس پر عمل کرتے ہیں، جیسا کہ کسی زبان میں ہماری قوم اسپر کار بند تھی، اور اب یورپ میں اس پر عمل ہو رہا ہے، اور اوسے کے سبب سے شفا خانوں اور یتیم خانوں اور محتاج خانوں اور کالج اور مدرسوں کا تمام یورپ میں جال بچھا ہوا ہے اور ہر قدم پر قوم کی زندگی اور پور صحت کی نشانیاں پائی جاتی ہیں۔ چونکہ اسوقت میری غرض صنف تعلیم سے ہے اسلئے میں اوسکی کیفیت عرض کرتا ہوں کہ وہ ان کیونکر تعلیم کا ایسا بڑا کارخانہ قائم ہے۔ اور اپنے قومی کام کو قوم کس طرح انجام دیتی ہے۔

صاحبو۔ تعلیم تین قسم کی ہے ایک ادنیٰ درجہ کی جیسے ہمارے یہاں کے دیہاتی مدارس، دوسری اوسط درجہ کی جیسے ہمارے یہاں کے تحصیل اور ضلع کے اسکول۔ تیسری

اگلے درجہ کی جیسے ہمارے یہاں کے کالج۔ ابتداً تعلیم کی امداد میں گورنمنٹ بہت کچھ دیتی ہے لیکن اعلیٰ درجہ اور اوسط درجہ کی تعلیم کو واسطے وہ کچھ نہیں دیتی۔ بڑی بڑی یونیورسٹیاں جیسے اؤکسفورڈ اور کیمبرج وہاں قائم ہیں، وہ صرف پریوٹ شخصوں کی فیاضی سے قائم کی گئی ہیں، اور جو حال کہ یونیورسٹیوں کا ہے وہی حال انگلستان کے کالجوں اور سکا اسکولوں کا ہے، یعنی پریوٹ شخصوں کے قائم کیے ہوئے ہیں اور وہ اس زمانہ سے چلے آتے ہیں جبکہ انگلستان ایسا دولت مند ملک نہ تھا جیسا کہ وہ آجکل ہے، اور جبکہ انگلستان کے نہایت بڑے بڑے سردار ہندوستان کے زمانہ حال کے بڑے بڑے سرداروں اور زمینداروں کے مقابلہ میں نہایت غریب آہمی ہوتے تھے۔

اے میرے بھائیو۔ یہ وہ برا اصول ہے جس پر وہاں کالج اور مدرسے قائم ہوتے ہیں اور جنہیں سوائے چندہ کے اور بجز پریوٹ شخصوں کی مدد کے گورنمنٹ کچھ نہیں دیتی، اور پھر جیسے کچھ اُسکے مصارف ہیں اور جیسے وہ مستحکم بنیاد پر قائم ہیں، آپ میں سے ہر ایک شخص اُسکو جانتا ہے۔ کروڑوں اور لاکھوں روپے کیے سوا ہزاروں سے تو وہاں کچھ کام نہیں چلتا۔ پھر اتنی بڑی بڑی زمین کمانے آئیں۔ نہ سرکار، نہ صرف امیرون سے، بلکہ ہر درجہ اور ہر حالت کے آدمیوں سے، ڈیلوک سے لیکر گھاس کھوڑو میوالے کے چندہ سے، اور دس لاکھ روپے لیکر ایک آنہ تک۔ اور اس ملک میں اس قسم کے کاموں کی اب ایسی عادت ہو گئی ہے، کہ ہر ایک آدمی امیر ہو یا فقیر، بادشاہ ہو یا سپاہی، اپنی عزت اور اپنی انسانیت اس میں سمجھتا ہے کہ وہ قوم کا کچھ کام کرے۔ اے میرے بھائیو۔ اس طرح پر کام کرنے کو سیلف ہیپ، کہتے ہیں

یعنی اپنی آپ مدد کرنا اور یہ وہ اصول ہے جس پر یہ کالج قائم ہے اور یہ وہ تحفہ ہے جو ہمارے سرسید ہمارے لئے لندن سے لائے ہیں۔ جب ہمارے دست لندن کے جج کو گئے تھے۔

آپ جانتے ہیں کہ جو شخص یورپ کو جاتا ہے اور انگلستان کو دیکھتا ہے اور پڑھے پڑھے شاپ اور کارخانوں میں جاتا ہے تو مانع لطیف اور خوش نما، خوبصورت اور چمکدار اور خوش رنگ دل بھانے والی چیزیں دیکھ کر آدمی کا دل لپچا لپچا لگتا ہے اور بعد اپنی استطاعت کے بلکہ اوس سے بڑھ کر قرض دیکر ان چیزوں میں سے کچھ اپنے لئے کچھ اپنے عزیزوں اور دوستوں کے لئے لیتا ہے۔ ہمارے قبیلہ و کعبہ جب ولایت لگے حضرت کے ہاتھ میں نہ رہا یہ تھا نہ دماغ میں جو انا نہ خیال صرف ایک دل تھا قومی محبت کی دولت سے بھر ہوا۔ اوس سے نہ فریخہ خرید سکتے تھے نہ شیشہ آلات، دل کی دولت دیکر سیلف ہیپ خرم کر کے لائے اور یہاں اگر اُسے اپنے عزیزوں اور دوستوں میں تقسیم کیا

دریغ آمدش زان ہمہ بوستان	تھی دست رفتن شوے دوستان
بدل گفت از مصر قند آوزند	بر دوستان ارمغانے بزند
وراگر تھی بود زان قند دست	سخنہائے شیرین تر از قند دست
نہ قندے کہ مردم بصورت بخورند	کہ ارباب معسلی بجانند بزند

پس اے میرے بھائیو اس کالج کی بڑی خوبی اور بڑی عمدگی یہ ہے کہ وہ سیلف ہیپ کے اصول پر قائم کیا گیا ہے اور اس کی ضرورت قطع نظر ان باتوں سے جو یہ

اور پریمان کین ہندوستان کے مسلمانوں کی نسبت بہت زیادہ قوی تھی اس لئے کہ گورنمنٹ سے  
 مسلمانوں کو ایسے کاموں میں مردمانگنی ویسی ہی شرمناک سمجھیں گے کہ کوئی شخص اپنے بچوں کی  
 امیرانہ خوراک اور شاہانہ لباس کا خواہشمند ہو کر بھیک مانگ کر اپنی خواہش پوری کرنی چاہتا  
 لیکن صاحبو۔ بھیک لو لے لگاؤ۔ اپنا حج بیمار کو مل سکتی ہے نہ کہ بٹے کئے مسٹرڈ کو  
 ایسے مانگنے والوں کو بھیک کے بدلے گالی اور جوتی ملا کرتی ہے۔ چنانچہ بیکہ ہمارے بھائیوں نے  
 مجبوری یا حسب عادت سرکار سے ایسی بھیک مانگی ایسا ہی سخت جواب پایا، اور انصاف  
 کیجئے کہ جب وہ قوم جس کی حکومت ہندوستان پر ہے اپنے ملک میں ایسے کاموں کے لئے روپیہ  
 خرچ نہیں کرتی اور نہ خرچ کر سکتی ہے تو کیا سب سے کہ وہ ہندوستان میں ایسا کرے اور تمام سب سے  
 صحیح الجھم موٹے تارے جو ان کو بھیک کے ٹکڑے دیا کرے اور پھر یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ وہ  
 کمان سے لادے، گورنمنٹ کا خزانہ پبلک ٹرنزیری ہوتا ہے اور وہ ملک کے لوگوں سے  
 ملک کے کام کے لئے روپیہ وصول کرتے اور انھیں کے کا، زمین لگاتے ہیں۔ بہت بڑی رقم  
 جو سربکار کو وصول ہوئی ہے وہ ان زراعت پیشہ لوگوں سے جو مشکل سے اپنی گذر کر سکتے  
 ہیں اور جن کا بڑا حصہ قومیت اور مذہب میں بالکل ہمہ جہاں ہیں۔ پس کیا سب سے کہ غریبوں کا  
 روپیہ امیروں کے کام میں صرف کیا جاوے اور ہندو کاشتکاروں سے ٹیکس لیکر مسلمانوں  
 کے لئے مدرسے، خانقاہیں اور مسجدیں بنائی جاویں۔

آخر انصاف کرنا چاہیے کہ ایسا مسلمانوں کا کیا حق ہے جس سے گورنمنٹ سے ایسی خواہش  
 کریں۔ بہر حال اس قسم کی شرمناک خواہش کو سرسید نے بھیک مانگنے سے بے خیال کیا

اور اپنی قوم کی عزت اور شان اور اپنے مقصود اور غرض کے بھی خلاف پایا اور نئے شرم اور  
 نئے جیا ہونے پر بھی اسکے ملنے کی امید نہ دیکھی آئے وہ التجا جو لوگ گورنمنٹ سے کرتے  
 تھے وہ اسنے قوم سے کی۔ وہ بھیک جو لوگ گورنمنٹ سے مانگا کرتے تھے۔ اسنے  
 اپنی قوم سے مانگی۔ وہ اتحقاق جو لوگ گورنمنٹ پر جتاتے تھے اسنے قوم پر جتایا،  
 وہ دعویٰ جو لوگ گورنمنٹ پر کرتے تھے اسنے قوم سے کیے، وہ گالیان جو لوگ گورنمنٹ کو  
 دیتے تھے اسنے قوم کو دین، بہر حال مردانہ وار قوم کا کام قوم سے لینے پر ہمت کی کہ  
 باندھی اور اپنے ارادہ میں مضبوط ہو کر قوم کے سامنے آیا۔

قوم نے اگرچہ اس بات کو اپنی عادت اور مذاق اور رسم کے خلاف سمجھ کر تعجب کیا اور کچھ  
 توجہ نہ کی۔ بلکہ مخالفت۔ مگر چونکہ آخر قوم مرنے لگی تھی، جیا اور شرم رکھتی تھی، نیک اور بد  
 کو پہچانتی تھی اور دوسمیں بہت لوگ ہمت والے بھی تھے اور سخاوت اور فیاضی کے عادی،  
 اور علم کے قدردان اور قومی تربیت کے خواہان۔ انھوں نے اسکی بات سنی اور اسکی مدد کی  
 جسکا نتیجہ آپ اسوقت دیکھ رہے ہیں اور جسوجہ سے یہ کہا جاتا ہے کہ اس کالج کی بنیاد  
 سیف ہیلپ پر ہے۔

صاحبو۔ اس اصول پر قائم ہوئی نہ صرف یہ کالج اس درجہ تک پہنچ گیا بلکہ جو عزت  
 قوم کو حاصل ہوئی اور جس عظمت کی نگاہ سے گورنمنٹ نے مسلمانوں کے اس کام کو دیکھا وہ خود  
 ایک ایسی چیز ہے کہ جتنے مسلمان اس پر فخر کریں اور خوش ہوں وہ کم ہے۔  
 صاحبو۔ ذرا ان بچوں کو ملا خطہ کرو جو دیس ایون اور گورنرون نے اسی مفاد پر

دی ہیں اور جنہیں اسی اصول پر عمل کرنے کی آپکو مبارکباد دی ہے اور جس پر عمل کر نیسے اتنی بڑی  
 مدد کا بلج کی ہے۔ ہنر اکسلینسی لارڈ ولٹن نے کالج کے فوڈلشن کے جلسہ میں فرمایا تھا۔  
 اے صاحبو۔ میں آپکو اس شخص کے پرانے قصہ کا یاد دلانا فضول سمجھتا ہوں جس نے  
 ہر قلوس دیوتا سے یہ دعا مانگی تھی کہ وہ اسکی گاڑی کی ایک مین بھیسے ہوئے  
 پہیہ کو نکال دے۔ مگر اسکی دعا اسوقت تک قبول نہیں ہوئی جب تک کہ اسنے خود اپنا کندا پہیہ کو نہ لگایا۔  
 اے صاحبو۔ میں آپکو اس متعدی پر مبارکباد دیتا ہوں جس سے آپ اپنا کندہ  
 پہیہ کو لگا رہے ہیں۔ آئرلینڈ بلیوٹھر پریسڈنٹ ایجوکیشن کمیشن جب اگست ۱۸۷۸ء میں  
 یہاں آئے تو انھوں نے یہ کہا اگر سیلف ہیلپ کی اس قسم کی مثالیں اور موجود ہوں تو  
 ہندوستان میں ایجوکیشن کمیشن کی کچھ ضرورت نہوگی اور یہ کالج تمام ہندوستان کیواسطے نہ  
 صرف سیلف ہیلپ کے بلکہ اس اثر کی بھی ایک عمدہ نظیر ہے جو ایک عمدہ کام پر مستحکم  
 اعتقاد رکھنے سے لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوتا ہے اور ہنر اکسلینسی لارڈ ولٹن نے  
 یہ فرمایا تھا کہ میں اس کامیابی کو ایک ثبوت اس کام کا سمجھتا ہوں جو اس ملک میں تعلیم  
 کے معاملہ میں پرايٹ شخصوں کی اولوالعزمی اور ذاتی رعب و داب کی قوت سے ہو سکتا ہے۔  
 کیونکہ مجھ کو یقین واثق ہے کہ ہندوستان میں تعلیم کے دقیق اور اہم مسئلہ کے کامل طور پر حل  
 کرنے کی توقع صرف اسی حالت میں ہو سکتی ہے جبکہ پرايٹ شخصوں کی فیاضی اور پرايٹ  
 شخصوں کے انتظام سے گورنمنٹ کی کوششوں کو مدد ملے۔

اے صاحبو۔ اپنے ایڈریس میں بیان کیا ہے کہ سیلف ہیلپ اب تک آپ کی

قوم میں زندہ ہے پس اس سے بڑھ کر اور کوئی عمدہ دلیل اس کامیابی کی نہیں ہو سکتی ہے  
 جو غالباً آپ کو اپنی کوششوں میں حاصل ہوگی۔ **سریامفٹو لائل** نے اس  
 کالج کو دیکھ کر یہ کہا کہ یہ کالج جیسا کہ آپ نے بیان کیا ہے سب سے پہلا یہ ہی کالج ہے جس میں  
 وہ اصول شامل ہیں جس کا ذکر آپ کے اڈریس میں کیا گیا ہے یعنی تعلیم کے معاملہ میں سیلف ہیپ  
 کا اصول یعنی وہ سیلف ہیپ جسکی تقویت گورنمنٹ کی فیاضانہ اعانت اور علانیہ امداد  
 ہوتی ہے۔ جھکو بخوئی یقین ہے کہ یہ ہی وہ اصول ہیں جسکی بنا پر گورنمنٹ ہندوستان کے  
 تمام حصوں میں ملک کے اعلیٰ درجہ کی تعلیم کو مدد دینا اور اسکی تکمیل کرنا چاہتی ہے۔ ان ضلع  
 میں محمدن اینگلو اوپنٹل کالج علیگڑھ سب سے پہلا کالج ہے جسے اس باب میں  
 پیش قدمی کی ہے اور بتایا ہے کہ ان اصولوں کا سطح پر کامیابی کے ساتھ عمل درآمد ہو سکتا ہے۔  
 اس نطیکے قیام کر نیسے اس کالج کے بانیوں نے گورنمنٹ اور رعایا اور علی العموم ہندوستان  
 کی تعلیم کے حق میں ایک عمدہ خدمت کی ہے کیونکہ جھکو وہ ایک ایسے مسئلہ کے حل کرنے میں  
 مدد دے رہے ہیں جو اب تک شاید ہی دنیا کے کسی حصہ میں خاطر خواہ طور پر حل ہوا ہے۔  
 یعنی سلطنت اور اسکی رعایا کی تربیت یافتہ قوموں کے باہمی اتفاق کے ذریعہ سے ایک ایسے  
 طریقہ میں تعلیم کے سرانجام دینے کا مسئلہ جو لوگوں کے میلان طبع کے موافق ہو اور جس سے ضرورتیں  
 تعلیم کے باہمین رفع ہوں اور تعلیم رعایا کی اہلی خیالات کے موافق ہو جو اوجے جو مقصد کہ ہم  
 سب کو مد نظر ہے وہ بالکل عیان اور بغیر کسی شبہ کے ہے۔ یعنی ہم یہ چاہتے ہیں کہ تمام  
 فرقہ کے لوگوں کو انکی حیثیت اور لیاقت اور ضرورتوں اور جو موقع انکی تعلیم و تربیت سے



نفع اٹھانیکے واسطے حاصل ہونے کے وفاق تعلیم و کجاوے پھر اسے صاحبو۔ اس زیادہ  
ثبوت اس اصول کی عمدگی اور خوبی کا کیا ہو سکتا ہے جو ان زبانوں سے نکلا جو ہندوستان  
کی سلطنت کے فرمانروا اور تعلیم کے دیوتا اور رعایا کی بہبودی کے خواہاں ہیں۔ اب بمقابلہ  
اسکے ان خواہشوں کی نسبت جو سرکار سے خاص مدد ملنے کی واسطے مسلمانوں نے کیں۔ کیا جواب  
ہلا۔ اور اسکی نسبت کیا رائے ظاہر کی گئی۔ ۱۸۸۲ء میں منیشنل محمدن ایسوسی ایشن نے  
ایک عرضداشت لارڈ ورپن کے حضور میں پیش کی اور اس میں یہ درخواست کی کہ مسلمانوں  
کے ساتھ خاص رعایت کیجاوے اور نوکری دیتے وقت صرف یونیورسٹی کی ڈگریوں  
پر ہی لحاظ نہ ہوا۔ رجڈیشل عدوں کے واسطے بغیر اسکے کہ امیدواروں سے یونیورسٹی  
کلکتہ کے امتحان بیچلر آف آرٹس کے پاس کرنے کی ابتدائی شرط کی تعمیل کرائی جاوے  
علیحدہ امتحانات مقرر کیئے جاویں اور ملی ایل کا ہونا مانع تقرر نہ ہو۔ پھر یہ درخواست بھی آئیں  
کی گئی تھی کہ مسلمان لڑکوں کے والدین زیادہ تعلیم دینے کا مقدور نہیں رکھتے ہیں اور خاندان  
کی ضروریات اور زندگی کی روزانہ حاجتوں کے مہیا کرنے کے ذمہ سے اکثر طالب علم ابتدا ہنر  
میں اپنی تحصیل علم کے چھوڑنے پر مجبور ہوتے ہیں اسلئے مسلمانوں کی تعلیم کو واسطے کوئی  
خاص بندوبست کیا جاوے۔

صاحبو میں نہیں جانتا کہ گورنمنٹ نے اسکا کیا جواب دیا مگر ایک انگریزی اخبار  
میں اسکی نسبت یہ رائے ظاہر کی تھی کہ ہمارے نزدیک جو علاج مسلمانوں نے اپنی عرضی میں  
بیان کیا ہے نہ وہ واجب ہے نہ مناسب نہ قابل عمل آمد۔ گورنمنٹ نے ایک منصفانہ اور

نیک ارادہ سے تمام ملک میں تمام فرقوں اور قوموں کے لوگوں کی واسطے مدرسے قائم  
 کیے ہیں۔ اور گورنمنٹ کا اہم کچھ تصورات ہیں کہ لوگوں کا ایک فرقہ تعلیم کی جانب زیادہ تر  
 التفات کرے اور اسکے ذریعے سے اپنے تئیں سرکاری نوکری کی واسطے دوسرے فرقہ کی  
 بہ نسبت زیادہ تر لائق بنائیں۔ گورنمنٹ نے ہندوؤں کو کوئی ایسا فائدہ نہیں پہنچایا ہے  
 جو ان کے مسلمانوں کو نہ پہنچایا ہو۔ اگر سرکاری عہدوں پر ہندو مامور ہیں تو اس کی  
 کچھ یہ وجہ نہیں ہے کہ گورنمنٹ نے ان کی کوئی طرفداری کی ہو بلکہ ان کی یہ وجہ ہے کہ ان کو  
 اپنے تئیں مسلمان بہمنوں کی نسبت ان عہدوں کی واسطے زیادہ تر لائق بنایا ہے۔ ایک شایستہ  
 گورنمنٹ کے تحت میں سرکاری نوکری کی قابلیت کی خاص شرط ہمیشہ تعلیم ہونی چاہیے  
 اور چونکہ یونیورسٹیوں کی ڈگریوں کی نسبت کوئی اور زیادہ تر عمدہ کفالت اس تعلیم کی تہین  
 اس لیے گورنمنٹ اس باب میں صرف اپنا فرض ادا کرتی ہے کہ وہ سرکاری عہدوں پر لوگوں کے  
 مامور کرنے میں ان شخصوں کو ترجیح دیتی ہے جنہوں نے یونیورسٹی کی تعلیم حاصل کی ہو۔ ہم  
 لارڈ مکالمی کے ساتھ اس نفع میں متفق ہیں کہ ذاتی مادہ اور جوہر بھی دو منفعت ہیں جن کا امتحان  
 یونیورسٹی کے امتحانات کے ذریعے سے بہ نسبت کسی اور طریقہ امتحان کے جو علی العموم قابل عملد آمد ہو  
 زیادہ تر عمدہ طور سے ہو سکتا ہے جس نوجوان آدمی نے ایک یونیورسٹی کے تمام امتحانات کو  
 ڈگری امتحانات تک کامیابی کے ساتھ پاس کر لیا ہو اس کی نسبت واجباً یہ گمان کیا جاسکتا ہے  
 کہ وہ دوسرے شخص کی نسبت جسے اس تمام کا امتحان پاس نہ کیا ہو زیادہ مادہ اور جوہر رکھتا ہے۔  
 صاحبو۔ غالباً قریب قریب اسی کے گورنمنٹ نے جواب دیا ہو گا کیونکہ دوسرے

انگریزی اخبار نے ایسی رعایتوں کی خواہش پر نہایت صحیح اور واجب یہ رائے دی تھی کہ مسلمانوں کو  
 چاہیے کہ وہ خاص حقوق کی واسطے ہرگز درخواست نہ کریں بلکہ ان کو ہندوؤں کے ساتھ مشترک  
 ہو کر رعایا کے قومی حقوق کی درخواست کرنی چاہیے۔ سرکاری نوکری کے معاملہ کی نسبت  
 یہ کو نہایت افسوس ہے کہ سرکاری نوکری میں مسلمانوں کی تعداد بہت کم ہے لیکن ان کو چاہیے کہ  
 جو نفرت و بغض غرضی علم اور شایستگی سے رکھتے ہیں اس کو وہ ترک کر دین چاہیے کہ ہندوؤں نے  
 ترک کر دی ہے۔ اور پھر یہ بات بہت جلد جاتی رہے گی کہ سرکاری نوکری خاص ہندوؤں کی ہی  
 ملکیت معلوم ہو۔ صاحبو۔ اسیطع سندھ کے مسلمان بھی لارڈ میریس گورنمنٹ بمبئی کے  
 سامنے اپنا رونا روئے تھے۔ اور اس ڈویژن میں جو گورنر مدوہ کی خدمت میں پیش کیا تھا  
 اسی قسم کی بھیک مانگی تھی۔ اور مسلمانوں کو نوکری کم ملنا گورنمنٹ کی کم توجہ کا نتیجہ بیان کیا تھا  
 نہ اپنی غفلت اور کاہلی کا۔ اس میں لکھا تھا کہ سرکار انگریزی انصاف کی واسطے مشہور ہے اور تمام رعایا  
 کی طرف سے تعصبانہ اور مساوات کا بڑا ورگھتی ہے۔ اسلئے ہم حضور سے درخواست کرتے  
 ہیں کہ خاص لحاظ فرما دیں تاکہ ہمارے لئے ملازمت کا دروازہ جو ہندوؤں نے بند کر دیا ہے  
 کھل جائے۔ پھر مدرسہ کے لئے یہ درخواست کی تھی کہ ہماری قوم بوجہ نہ پڑھنے انگریزی کے  
 پس ماندہ قوم کے لقب سے بنام ہے اس مذلت آمیز لقب کے دور کرنے کے لئے ہم نے ایک مدرسہ  
 قائم کیا ہے۔ حضور ہماری کمزور کوششوں میں مدد کریں اور اس درخواست پر جو خاص  
 عطیہ کے واسطے ہم پیش کر رہے ہیں لحاظ فرما دیں۔

اس کے جواب میں گورنر صاحب نے یہ فرمایا کہ آپ کی شکایت کہ زبان انگریزی کے احاطہ

مسلمانوں پر سختی ہوتی ہے اور یہ کہ نوجوان ہندو جنھوں نے مشنری اسکولوں میں تعلیم پائی تھی  
 اور نیرازی لیکے ہیں۔ البتہ یہ ایک سختی ہوتی اگر حکمران قوم کی زبان دنیا میں علی العموم استعمال  
 نہ کیجاتی ہوتی اور سرکاری ملازمت کے امیدواروں پر زبردستی قایم کر دی گئی ہوتی۔ جب ہم یہ  
 دیکھتے ہیں کہ انگریزی کا جانتا معنی رکھتا ہے تجارتی زبان کے جاننے کے۔ اور نیز ایک ایسی  
 زبان کے جاننے کے جو تمام اقوام میں تبدیل خیالات کے لئے سب سے زیادہ تروج زبان ہوتی  
 جاتی ہے تو میں قبول کرتا ہوں کہ میں شکایت کی کوئی وجہ معقول نہیں پاتا۔ زبان انگریزی کے  
 جاننے کی پابندی اس ملک کے تمام اقوام کے امیدواروں کے لئے مشنری ہے اور میں نہیں  
 خیال کرتا ہوں کہ اوائل میں چاہے جو کچھ حالت ہو اب کوئی شکایت اس معاملہ کے متعلق  
 باقی ہے۔ پھر گورنر ممدوح نے اس شکایت پر کہ مقابلہ کا امتحان نہ لیا جاوے اور اس طور پر  
 سرکاری عہدوں کے لئے انتخاب نہوا کرے یہ فرمایا کہ اس اصول کے متعلق جسپر گورنمنٹ سرکاری  
 نوکری کے لئے لازم ہوگا انتخاب کرتی ہے۔

یہ واضح ہو کہ اگرچہ گورنمنٹ تمام قوموں کے ساتھ بغیر کسی جانب داری کے سلوک کرنے کی  
 خواہش رکھتی ہے تاہم او سپر یہ فرض ہے کہ وہ اپنا لازم سے زیادہ لائق شخص کو مقرر کرے اور  
 اگر ہم ایسے لوگوں کو مامور کریں جو امتحانوں میں کامیاب ہونے کی قابلیت نہیں رکھتے ہیں۔  
 جو ہم امیدواروں کی لیاقت کے جانچ کے لئے ضروری خیال کرتے ہیں تو ہمیں الزام جانب داری  
 کا لگایا جاسکے گا۔ ایسا ہی حال تمام دنیا میں ہے کہ جیسے جیسے تعلیم نے ترقی کی ہے امتحانات  
 کی پیٹیٹ ہوتے گئے ہیں۔ اور گو یہ امتحان اُن لوگوں کو جو سرکاری نوکری کی خواہش رکھتے ہیں

بلاشبہ ناگوار ہے مگر مجھے کوئی اور اصول نظر نہیں آتا ہے جس پر گورنمنٹ عمل کرے جیسا کہ مین  
سورٹ یا اسی پر پٹنسی کے دوسرے مقامات میں کہ آیا ہون یہ ضرور ہے کہ سرکار  
حتی الامکان عمدہ سے عمدہ نوکروں کو حاصل کرے اور سرکاری خدمات کی اویسی مناسبت کے حاصل  
کرنے کا جسکا آپ کو حق ہے یہ ہی ایک طریقہ ہے کہ آپ تعلیم کی دل سے سرپرستی کریں اور  
اپنے نوجوانوں کو اسکی طرف ایسی رغبت دیں کہ آپ کے حسب خواہش نوکریوں کے حاصل  
کرنے کی وہ قابلیت پیدا کریں۔ اسکے بعد گورنر ممدوح نے کہا کہ آپ جانتے ہیں کہ ان نوجوان  
آدمیوں کو اگر وہ اعلیٰ درجہ کی نوکریوں کی تمنا کرتے ہیں اعلیٰ درجہ کی تعلیم حاصل کرنی ضرور ہوگی  
مسلمان طالب علموں کی تعداد فی الحال عجیب ہے ان طالب علموں کا کل تعداد مین سے جو مدارس میں بشمول  
مدارس ساجدو مدارس لوکل پور تو تعلیم پاتے ہیں۔ ابتدائی طالب علموں کی تعداد ۶۹ فیصدی ہے  
و سکندریہ درجن مین پڑھنے والوں کی تعداد صرف ۹ فیصدی ہے اور بکالچ مین تعلیم پاتے  
ہیں ان کی تعداد صرف ایک فیصدی ہے۔

پھر گورنر ممدوح نے اپنی مجبوری کا اظہار اور اس اعانت کا بیان کیا جو گورنمنٹ بھی نے مسلمانوں  
کے ساتھ کی ہے اور اسے ان لفظوں میں فرمایا کہ اے صاحبو آپ کی قوم کے ساتھ  
منصفانہ سلوک کرنے کی ہر خواہش کے ساتھ ہی یہ خیال کرتا ہوں کہ آپ خود غور فرمادینگے  
کہ جب تک اعلیٰ درجہ کی تعلیم کی طرف بہ نسبت حال کے زیادہ نہیں توجہ کیجاتی ہے تب تک  
ہے کہ آپ کے نوجوان اونچی نوکریوں پر پہنچ سکیں۔ ان کو بہ نسبت حال کے کمین زیادہ تعلیم  
پانا چاہیے۔ آپ کو یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ جہاں تک گورنمنٹ کو اسکا رشیپون سے تعلق ہے

مسلمانوں کے لڑکوں کو بارہ سال کی عمر تک اسکا ریشپ حاصل کرنے کی اجازت ہے جبکہ  
 ہندوؤں کے لڑکوں کو سنہ دس سال کی عمر تک مل سکتی ہے اسلئے آپ کو اپنے لڑکوں کو ہندوؤں کے  
 لڑکوں پر دس سال کا فائدہ حاصل ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ اسے بہت ذرا سی فیصدی کو  
 جسکا ذکر پہلے اوپر کیا ہے بڑائی کی کوشش کریں گے۔ مگر جبکہ پریسڈنسی کے تمام حصوں کے  
 ساتھ یکساں سلوک کرنا ضرور ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ کیفیت مجموعی پریسڈنسی کے دوسرے  
 حصوں کی نسبت سندھ کے ساتھ زیادہ رعایت کی گئی ہے۔

صاحبو۔ اس سے آپ کو گورنمنٹ کی رائے اور گورنر صاحب کا جواب مسلمانوں کی  
 ایسی درخواستوں پر معلوم ہو گیا اب بطور نمونہ کے مین پریس کی رائے بیان کرتا ہوں کہ  
 اوسھون نے ایسی خواہشوں کی نسبت کیا رائے ظاہر کی۔

صاحبو۔ بھئی گزٹ فی بنگالی اور سندھ کے مسلمانوں کی تعلیمی حالت اور ان کی اس  
 قسم کی درخواستوں پر نہایت افسوس کیا اور ان کی خواہشوں کی تحقیق کر کے یہ لکھا کہ سندھ  
 کے مسلمانوں کی تعلیم کی کوششیں ویسی ہی پورے طور سے ضعیف ہیں اور نتائج اُسکے  
 ویسے ہی حقیر ہیں جیسے کہ بنگالے میں..... کمپٹیشن کے نقصانات پر مسلمانوں نے  
 اپنے اڈریس میں جو شکایت کی ہے وہ کچھ کم بڑھیبی کی بات نہیں ہے۔ یہ بہت زیادہ سخت  
 لفظ ہوگا اگر ہم اُن شکایت کو پُر از حاقیت کہیں۔ کراچی کے عرض گزاروں نے اپنے  
 اڈریس کے اس حصے کے خاتمہ پر لارڈ مہیریس کو یہ یاد دلانی ہے کہ انگریزی حکومت کا  
 انصاف قوموں و ذاتوں و مذاہب میں کسی حد تک تمیز و تفریق کو رانہ نہیں رکھتا۔ یہ ہلکا تو مجرب

ہوتا ہے کہ آیا لکھنے والوں کو ان الفاظ کے معنی نہیں معلوم تھے جو وہ لکھ رہے تھے۔

اس قسم کے اڈریسوں کا سامنا و مدعا بنسیر کا کو اس بات پر راعب کر نیکا ہوتا ہے کہ یہ وہی حسد انگیز تمیز قائم کرے جسکو وہ اپنے اڈریس میں ناپسند کرتے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس ملک کی گورنمنٹ نے ایسے فرق اور اس قسم کی قومی تمیز کو روا رکھا ہے مثلاً لاڈ پریس کراچی کئے مسلمانوں کو یہ یاد دلاتے ہیں کہ جہانک۔ س۔ کاری اسکا ز شیون سے تعلق ہے مسلمانوں کے ٹکونکو بارہ سال کی عمر تک انکے حاصل کرنیکی اجازت ہے جبکہ ہندوؤں کے ٹکونکو صرف دو سال مل سکتی ہے اسطرح اور بھی تمیز میں ہیں مگر انہیں مسلمانوں کے ہی لیے آسانی ہوتی ہے۔ اگر کہیں حسد انگیز تمیز موجود ہے تو او کی نسبت مسلمانوں کو سب سے آخر میں اعتراض کرنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ تمیز دشمن کے حق میں اس۔ تجھے عفیہہ سے روا رکھی گئی ہے کہ انکے ساتھ رعایت واجب ہے لیکن اب اور زیادہ رعایتوں کے لیے زمانہ نہیں رہا ہو۔

اے میرے ہمرگو۔ یہ جو کچھ میں نے عرض کیا نہایت کم ہے اور صرف بطور نمونہ کے بیان کیا ہے اگر میں اسکی تفصیل کروں تو غالباً کانفرنس کے سب دن اوسے کے بیان کرنے میں گزر جائیں۔ اب آپ اپنی حالت کا بنگانے اور سندھ سے مقابلہ کیجئے اور جو جواب انکو دیئے گئے اور جو کچھ آپ کی کارروائی کی نسبت کہا گیا دونوں کو ملائیے۔ کیا آپکا دل اتنی کارروائیوں کو دیکھ کر فخر اور خوشی سے نہ پھولے گا۔ اور کیا آپ اپنے کام کی نسبت عمدہ خیالات ظاہر ہوئے اور عمدہ جوابات کے پانے اور عمدہ نتائج کے دیکھنے سے نازان نہون گئے۔

اے صاحبو۔ اگر قومی عزت کوئی چیز اور اگر فرمانہ وایان ہند اور گورنر ہند کا  
تعریف کرنا اور مبارکباد دینا کوئی غشی اور فخر کی بات ہے اور اگر عمدہ کاموں کی کامیابی  
محنت اور خرچ اور تکلیف کا کافی صلہ ہے اور اگر ان اصول کا جو اپنے اختیار کیے  
اونسے مطابق ہونا ثابت ہو وہ پھر انگلستان کی یونیورسٹیاں اور کالج قائم ہیں۔ تو یہ نہیں جتنا ہوتا  
کہ اس سے بڑھ کر جتنک لوئی بات مسلمانوں کے فخر اور خوشی کی ابتدا، حلیہ ایسی ہر کار ہی سے  
ابتدا ہوئی ہے اور کبھی کوئی موقع ہماری قوم کا اپنی کارروائی پر نالان ہونیکاملا ہے۔  
صاحبو۔ ابن مین دوسرا اصول بیان کرتا ہوں۔ جو اس کالج  
کے قائم کرنے میں ملحوظ رکھا گیا ہے۔ وہ کیا ہے۔ مذہبی تعلیم۔ بقول  
سر جان اسٹریچی کے۔ ہمارے اس کالج میں ایک زبردست مذہبی عنصر موجود ہے  
اور جو ہمارے موجودہ حالات اور علم اور تحیالات کے لحاظ سے نہایت ضروری اور معقول ہے  
اور یہ اس کالج کی خاص صفتوں میں سے ایک بڑی صفت ہے۔ اس مذہبی تعلیم کو انگریزی  
تعلیم کے ملانے سے نہ صرف اپنے مذہب کی حفاظت اور نہ فقط انگریزی پڑھنے والوں کے  
دلوں میں مذہبی اعتقادات کے قائم رہنے کا اور ان کو مذہب اسلام پر ثابت قدم رکھنے کا  
بندوبست کیا ہے بلکہ جیسا کہ سر جان اسٹریچی صاحب نے فرمایا ہے کہ ہمسرا اس قاعدے  
کے مقرر کرنے سے گویا اپنے اعتقاد کا اعلان کر دیا کہ آئندہ یہ بات ایسی ہی سچ ہے جیسی کہ  
اوس زمانہ میں تھی جبکہ مسلمانوں کو دہلی قرطبہ یا غرناطہ میں عروج تھا کہ مذہب اسلام  
جسے دنیا پر ایک بڑا اثر کیا ہے زمانہ حال میں بھی جبکہ اس کی تعمیر معجز طو پر کرنی باقی



ہے انسان کی ترقی اور روش و ضمیر کی کا دوست ہے اور ایک عمدہ مسلمان جو اسی کے ساتھ ایک اعلیٰ درجہ کا تعلیم یافتہ شخص ہو۔ گورنمنٹ انگریزی کی خیر خواہ رعیت ہونے میں خطا نہیں کر سکتا۔

صاحبو۔ ذرا آنکھ کھول کر ہندوستان کے چار طرف دیکھئے۔ اور جو مسلمان دوسرے کالجوں میں پڑھتے ہیں ان کی مذہبی حالت کو یہاں کے طالب علموں سے مقابلہ کیجئے۔ اگر انیسویں سے پانچویں کے اسکول میں تعلیم حاصل کر نیکی لیجے جاتے ہیں تو وہ ان دو تمام رسمیں اور کرنی پڑتی ہیں جنکو کوئی مسلمان حقیقت میں گوارا نہیں کر سکتا۔ اور اگر سبکداری مدرسوں میں پڑھتے ہیں تو وہ ان مذہبی تعلیم کا کچھ انتظام ہے نہ مذہبی فرائض کے اور ان کا بندوبست اور نہ اس کی فرصت اور نہ غالباً اجازت۔ کیا کوئی لڑکا اسکول میں قرآن شریف پڑھ سکتا ہے۔ کسی مذہبی کتاب کو کھول سکتا ہے۔ کیا جا نماز بچھا سکتا ہے۔ یا اذان سن کر سب سے پہلے جا سکتا ہے۔ اب بمقابلہ ان کے ذرا یہاں کی حالت دیکھئے کہ صبح کو کالج کلاس کے کمرے قرآن مجید کی تلاوت سے گونج رہے ہیں۔ پانچ وقت اللہ اکبر کی آواز سے کالج دھل جاتا ہے۔ مسیٰ ہمیشہ طالب علموں سے آباد رہتی ہے۔ موزن خطیب اور واعظ سب سامان موجود ہے جسے دیکھ کر شبہ ہوتا ہے کہ آیا یہ کالج مصر یا روم کی زمیں پر بنا ہے اور خدیو یا سلطان اس کے حامی اور سرپرست ہیں۔ آپ جمنہ کے روز مسجد میں تشریف لائیے اور مولوی عبداللہ صاحب کا وعظ فرمانا اور لڑکوں کا آمین حاضر رہنا۔ چشم خود دیکھئے تاکہ آپ کو تعجب ہو کہ انگریزی پڑھنے کے ساتھ اس قسم کی اخلاقی تعلیم اور اس طرح کا

و عطا کیونکر ٹایا گیا۔ اور مغربی عاہد کے ساتھ مشرقی تدبیر کا کیا کر پوچھا گیا۔ سکا۔  
 میں نے جناب مولوی عبداللہ صاحب ناظم امور مذہبی تعلیم و تلقین کی نسبت  
 دریافت کیا تھا کہ موجودہ حالت اور کیا ہے اور بتلایا کرتا ہے۔ انھوں نے میرے  
 جواب میں جو کچھ لکھا ہے وہ میں آپ کو سناتا ہوں۔  
 جن اوقات میں کہ حاضری محضر صاحب لیتے ہیں ان شماروں کی محاسنت میں اکثر طلبہ  
 حاضر ہوتے ہیں۔

تقریباً درپیش طلبہ کے ایسے ہیں جو جماعت مملوۃ خمسہ میں حاضر ہوتے  
 ہیں۔ وہ جہاتوں کو ترجمہ قرآن شریف پڑھایا جاتا ہے جو کالج کے طلبہ اور بین اون کو ربط  
 آیات تفسیر حسانی سے اور تحقیقات بیضاوی شریف سے اور نکات برکتہ لکھنؤ برادری اساتذہ  
 کاملین مکملین سے بتائے جاتے ہیں اور چھوٹے طلبہ کی جماعت کو صرف خالی ترجمہ ہی  
 تلقین کیا جاتا ہے۔ مشکوٰۃ المصابیح۔ جلالین شریف و مشارق الانوار و ترجمہ کلام اللہ  
 شریف کے اسباق ہوتے ہیں۔ چار پانچ طلبہ کو فضائل تہجد نماز مسجد کا بفضلہ تعالیٰ  
 شوق ہو گیا ہے۔ بعض طلبہ نے نماز قضا کی وعید کا ترجمہ عربی کا التزام کیا۔ چند طلبہ  
 فضائل صلوٰۃ الاوابین و صلوٰۃ التسبیح سے مستفید ہو کر صلوٰۃ الاوابین و صلوٰۃ التسبیح  
 کے حرثیں ہو گئے۔

طلبہ جو احقر کو عقد انال سے وظیفہ پڑھتے دیکھ کر اور ان کی نیت سننے بعض نے اس کو سیکھا  
 جبکہ طلبہ کو یہ معلوم ہوا کہ احقر کو دال الخیرات و حزب الامم کی شیخ الدلائل کی سند

محل ہے ایک طالب علم کالج کے بغرض تحصیل سند سنا رہے ہیں اور حزب الاعظم اور حزب البحر کی بھی انشاء اللہ سند حاصل کرینگے۔ الحمد للہ فی زمانہ پانچون وقت کی نماز اول وقت ہوتی ہے۔ اس سے آپ ان فائدوں کا اندازہ کر سکتے ہیں جو بلحاظ مذہبی تعلیم اور مذہبی تربیت کے سلمان طالب علم حاصل کر رہے ہیں۔ یہ کننا کہ اس وقت کسی اور جگہ ایسی نظیر نہ ملے گی کافی زمین ہے بلکہ حقیقت میں کسی دوسری جگہ انگریزی کی اسکول تعلیم کے ساتھ اس قسم کے مذہبی امور کا ملانا کوئی چاہے تو اگر ناممکن نہیں۔ تاہم بلاشبہ نہایت مشکل ہو گا یہ اسی کالج کی خصوصیات سے ہے اور یہ عزت اس مدرسہ کے قائم کرنے والوں کی سمت میں بھی تھی ذی اللہ فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

تیسرا اصول جو ان دو اصولوں سے جنکا میں ذکر کر چکا کچھ کم نہیں ہے وہ اعلیٰ تربیت ہے جس کے لیے یہ کالج مشہور ہے اور جسکی نظیر ہندوستان کے کسی مقام پر مل نہیں سکتی

صاحبو۔ ذرا بڑا رنگ ہوس کی طرف تشریف لیجائیے اور طالب علموں کے رہنے اور ایک دوسرے کے ساتھ ملنے جلنے کو ملا نظہ کیجئے وہاں آپ گویا ایک نئی خلقت دیکھینگے جسکی دنیا ہی دوسری ہے وہ اپنی چھوٹی سی دنیا میں باہم اسطرح رہتے ہیں جیسے ایک خاندان میں چند رشتہ دار۔ ایک کو دوسرے کے ساتھ ہمدردی ہے اور ایک کو دوسرے کا خیال اونکا بڑا واپسین برادرانہ ہے اور اونکا ملنا مخلصانہ۔ باوجود اختلاف عقائد اور خیالات کے باہم متفق ہیں۔ اور بجز ادا کرنے اپنے اپنے فرائض مذہبی سب ایک دوسرے کے شریک

وہ مذہبی اختلافات جو تعصب اور جہالت کے سبب سے دوستوں کو دشمن اور یگانوں کو بیگانہ کر دیتے ہیں اور جن سے آئے دن جھگڑے قسبے پیدا ہوتے رہتے ہیں اور جن سے ملک امن و امان میں خلل آ جاتا ہے اور جسے گورنمنٹ کو سخت کارروائی کرنی پڑتی ہے یہاں تک کہ کوئی اثر معلوم نہیں ہوتا۔ اس وجہ سے کہ لاف زہی نے ان خیالات کو دل سے نکال دیا ہو یا وہ مذہبی اعتقادات باقی نہ رہے ہوں بلکہ مشہور تعلیم اور عہدہ تریبیت نے اون کے دلوں کو ایسا روشن کر دیا ہے اور مذہب اور اخلاق نے تعصب و جہالت کو اون کے دل سے ایسا نکال دیا ہے کہ وہ اگرچہ اپنے عقائد پر ثابت قدم ہیں مگر اپنے اپنے مذہبی فرایض اپنے اپنے طور پر ادا کرتے ہیں۔ مسیحی شیعوں کے ساتھ رہتے ہیں۔ علما و رتبہ مقتدا ایک جگہ نماز پڑھتے ہیں۔ ایک ہی صف میں مقتدر سی اپنے اپنے خیال کے موافق خاموشی یا آواز آمین کہتے ہیں۔ یہ اتفاق باوجود عقائد کے اختلاف کے دیکھنے والی کو نہایت متحیر کرتا ہے اور وہ غیر ملکی چیز پر یہاں کے طالب علموں کو عمل کرتا ہوا پاتا ہے۔

ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے اس اتفاق کو دیکھا حیرت کی اور کہنے لگے کہ ”کالج کے گرد پھرنے میں شیعہ اور سنیوں کی نماز پڑھنے کی جگہ کو پاس پاس دیکھنے سے میں نہایت متحیر ہوا ہندوستان کی تواریخ میں اول ہی مرتبہ حیدر آباد کن سے شیعہ مسلمان اور دہلی اور بنگالہ کے دراز مقامات سے سنی مسلمان تعلیم کے عام مقصد کی واسطے آتے ہیں ایک جگہ رہتے ہیں ایک جگہ پڑھتے ہیں ایک جگہ کھیلتے ہیں اور ایک دوسرے سے کس قدر فاصلہ پڑپ چاہ اپنی نماز پڑھتے ہیں، صاحبو حقیقت میں اس طور پر مسلمان لڑکوں کو رہنا کہ وہ اپنے

نہی اعتقادات سے باخبر ہوں اور مغربی تعلیم کے زیر اثر۔ او کی اخلاقی تعلیم کے مگر ان مسلمان عالم و رسماں واسطہ ہوں اور او کی علمی تعلیم اور معاشرت کے خیر گیران یورپین پرنسپل اور یورپین ماسٹر گویا دین اور دنیا دونوں نعمتوں کا اونکے لیے مہیا کرنا ہے۔

**صاحبو۔** ہمارے کالج کی عمدہ تربیت کا صرت یہ ہی ایک فائدہ نہیں ہے کہ اختلاف عقائد کے زہریلے اثر جاتے رہے ہین اور باوجود مذہبی خیالات میں ثابت قدم رہنے کے طالب علم یونین دوستی اور محبت میں کچھ فرق نہیں آتا۔ بلکہ تربیت کے لیے جو ضروری انتظامات چاہین وہ سب اونکے لیے مہیا کیے گئے ہین۔ اونکے رہنے کا طریقہ اونکی جسمانی ورزش کے قاعدے اور دماغی قوت کے ساتھ جسمانی صحت کے قایم رہنے کا بندوبست، اور باوجود تپ رہنے کی سخت محنت کے اونکی ضیعت کے افسردہ نہ ہونے اور اونکی زندہ دلی قایم رکھنے کے لیے جو تدبیریں لگیں ہین اونکو جن عمدہ لفظوں میں ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے بیان کیا ہے میں بیان نہیں کر سکتا اور نہ جیسی وقعت ارکئی اسے کی ہو سکتی ہے میں اپنی اسے کی نسبت اسکا خیال کر سکتا ہوں۔ اونکی رائے ایسے معاملات میں گویا ایک ایسی سند ہے جس میں کوئی شک نہیں کر سکتا اور اونکا کہنا تعلیم و تربیت کے معاملہ میں ایک ایسا قول ہے جسکی نسبت نہ گورنمنٹ نہ پبلک کو کسی قسم کا شبہ ہو سکتا ہے وہ یہاں کی تربیت کی نسبت یہ کہتے ہین کہ "وہ اس کالج کے بانیوں کی طبیعت کی فیاضی صحت اور اسکے قاعدوں اور او کی تعلیم میں ہی نہیں پائی جاتی ہے بلکہ اس مقام کے تمام انتظام پائی جاتی ہے۔ ہر ایک ٹرکے کے پاس چند کمرے ہوتے ہین جن میں ایک بڑا اور ایک

پڑھنے کا کمر اور ایک سونے کا کمر اور ایک غسٹخانہ ہوتا ہے۔ پس اس طرح پڑھ سکو یہ  
 فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ وہ جب اپنے مکان سے باہر ہو تو وہ اپنے بھجنوں کے ساتھ  
 بات چیت کر سکتا ہے اور یہ فائدہ کچھ کم نہیں ہے کہ وہ اپنے پڑا ہوا اوقات میں اطمینان  
 اور تنہائی میں مطالعہ کر سکتا ہے۔ لڑکوں کے اسکول ٹیچر و کبھی انگلش پنک  
 اسکولوں کے عمدہ نمونوں پر قائم کیے گئے ہیں اور وہ نوجوان اور میونسپل ایسافر پیڈ  
 کرتے ہیں۔ یہ یقین کرتا ہے کہ وہ سہی باتوں میں اسے تیار کرے گا۔ اس میں مدرسوں کے بچے  
 نمونہ کی پیروی کی گئی ہے ناقابلِ مبالغہ نہایت نکریٹ، یہ جو کچھ وہ نہایت سہل ہے کہ وہ ایک  
 امید تھی جو یہاں کے انتظامات نے اس کے دل میں پیدا کی تھی اس کے دل میں اس کے بعد جب  
 سر آکلینڈ کالون صاحب نے اس کالج کے نتائج کی نسبت اپنی اس نظر پر کی وہ  
 اس وقت میں آپ کو سنا تا ہوں تاکہ آپ خود میری بات کا اندازہ اسکیں کہ وہ امید کتنا  
 پوری ہوئی۔ اور یہاں کے تعلیم و تربیت یافتہ طالب علموں نے کوئی نمونہ کے دل پر  
 کیا اثر پیدا کیا۔ سر آکلینڈ کالون صاحب نے اسی مقام پر ایک دفعہ یہ فرمایا کہ  
 مجھ کو بار بار یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ سلیگڈ کا باشندہ ہونا انگریزوں اور ہندوستانیوں  
 دونوں کے درمیان عزت اور اعتبار کا ذریعہ ہے وہ اپنے ساتھ وہاں کی تعلیم و تربیت کی  
 مہر اور اس شخص کی عقل و دماغ کا نقشہ بنانے میں جس کی تعلیم و تربیت  
 کی تکمیل ہوئی ہے۔ پھر دوسری دفعہ بنارہا، روح نے یہ کہا کہ شخص ان نوجوان  
 آدمیوں سے واقف ہے جو اس کالج سے پاس ہو کر نکلتے ہیں وہ غالباً اس امر میں مجھے

اتفاق کریں گے کہ وہ اپنی تعلیم و تربیت کی علامتیں ایسے ہی صاف صاف طور پر ظاہر کرتے ہیں جیسے کہ انگلستان میں ہمارے پبلک اسکولوں اور ہماری یونیورسٹی کے گریجویٹ ظاہر کرتے ہیں۔ علیگڑھ کالج کا ایک طالب علم فیاضانہ خیالات اور ترقی یافتہ تعلیم و تربیت اور آزادانہ خصلت رکھنے والا شخص خیال کیا جاتا ہے۔ بڑے بڑے حکمران ہندوستانیوں کے اوس فرقہ کا ایک نمونہ ہو گیا ہے جو انگریزوں کی خواہش کی بخونی داد دینے کے واسطے کوشش کرتا ہے لیکن وہ بھی یہ توقع رکھتا ہے کہ ہم دن کی خواہشوں کی اس سطح پر واردین۔

پھر اسے صاحبو۔ یہ بات بھی خیال کرنیکے لائق ہے کہ باوجودیکہ یہاں کی تعلیم انگلستان کے مدارس کی تعلیم کے موافق ہے اور یہاں تربیت بھی انہیں اصول پر مبنی ہے باوجودیکہ اسکے خرچ میں بہت تخفیف ہے۔ اسے سکرپٹ تعجب کریں گے اور غالباً میرے اس کہنے کو مبالغہ سمجھیں گے اور ایسا سمجھنا کچھ بعید از قیاس نہیں ہے اسلئے کہ ہم تعلیم خرچ کرنے کے عادی نہیں ہیں اور نہ صرف پانچ روپیہ مہینے سے زیادہ اپنے بچوں کی تعلیم پر صرف کریں گے عادی ہیں اسلئے ہمارے نزدیک بلاشبہ بیس پچیس روپیہ مہینے کا خرچ ایسے کام میں فضولی اور اسراف میں داخل ہے مگر اسے میرے بھائیو اگر آپ عمدہ چیز کے طالب ہیں تو پوری قیمت دینے کے لئے آمادہ رہیے۔ قیمتی چیز بغیر پوری قیمت ادا کرنیکے نہیں مل سکتی اور اگر کسی سب سے سستی مل جاوے تو اپنے آپ کو خوش نصیب سمجھنا چاہیے ڈاکٹر ہنٹر صاحب یہاں کے اخراجات کا ولایت کے مصارف سے مقابلہ کرتے وقت بکمال

حیرت یہ کہتے ہیں "یہ عمدہ تعلیم اور دراصل عمدہ طریقہ زندگی کے ایک ایسے خرچ پر سکھائے جاتے ہیں جو ہمارے انگلش پبلک اسکولوں کے اخراجات کے ساتھ مقابلہ کرتا ہے۔ جو خرچ ہوڑو اور لاجنگ کی نسبت ادا کرنا پڑتا ہے اس کی مقدار ایک سو پچیس روپیہ سالانہ سے لیکر دو سو اٹھائیس روپیہ تک اور کل اخراجات ہوڑو اور لاجنگ اور تعلیم اور میڈیکل فیس اور کرکٹ کلب کی بابت ایک سو اڑس روپیہ سالانہ سے لیکر تین سو اٹھ روپیہ تک یعنی سولہ پونڈ سے لیکر پچیس پونڈ سالانہ تک ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ یہ ایک ثبوت اس بات کا ہے کہ ہندوستانی منتظم ایک بڑے پبلک اسکول کا باعایت بندوبست کرے میں کیا کر سکتے ہیں علیگڈھ کالج کو ایک انگریزی پرنسپل اور کم سے کم ایک انگریزی پروفیسر ولایت طلب کرنا اور ان کو یورپین لیبر کی اس بڑی شرح پر تنخواہ دینی پڑتی ہے جو اس ملک میں جاری ہے۔ تاہم وہ ایک انگریزی تعلیم دار اسکول لینے کے طریقے کو انگلش پبلک اسکولوں کے نمونہ پر اس خرچ کے قریب ایک دسویں حصے پر سکھاتا ہے جو ایک انگلش اسکول میں دینے کے لیے حقیقت ایک انگریزی لڑکے کو ادا کرنا پڑتا ہے۔"

پس اسے صاحبو۔ یہ وہ اصول ہیں جن پر آپ کا مدرستہ العلوم قائم کیا گیا ہے اور جس کی خوبی اور عمدگی کی یہ تعریفیں ہوتی ہیں اور جس کی کامیابی پر پرنسپل سلیسی لارڈ لٹن نے نہ صرف مسلمانوں کو بلکہ کل شاہنشاہی کو مبارکباد دی ہے اور اسے تمام ہندوستان کی تعلیم و تربیت کے لیے عمدہ نمونہ خیال کیا ہے جیسا کہ ان کے الفاظ سے ظاہر ہے جو انھوں نے اس کالج کی بنا رکھتے وقت اپنی زبان مبارک سے فرمائے تھے کہ جب میں



اُن مشکلات کے تسلیم کرنے میں جو آپ نے جھیلین اور ایسی اُسکے کامیابی سے اور غالب  
آئے نہایت سرگرمی سے آپ کے ساتھ ہمدردی کرتا ہوں اور جبکہ میں ویسی اوس کامیابی پر  
جس سے آپ اُن مشکلات پر غالب ہوئے دل سے آپ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ وہ آپ کی  
کامیابی اور جگہ بھی اس قسم کے ارادوں کی تحریک کا نہ صرف عقلی تربیت کی اشاعت کے  
لیئے بلکہ اُس چیز کے لیے جو اس سے بھی زیادہ اہم یعنی عقلی تربیت کی قدردانی کے لیے ذریعہ  
ہوگی۔ کیا بعد غور کرنے ان تمام باتوں کے اور بعد اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے آپ  
میرے ساتھ اس بات میں متفق نہ ہو گئے کہ مدرسۃ العلوم اعلیٰ تعلیم و تربیت حاصل  
کرنے کا مسلم ذریعہ اور دیگر مسلمانوں کا بچوں کے لیے عمدہ نمونہ ہے۔

اب مجھے صرف پانچویں امر پر بحث کرنا باقی ہے کہ آیا مدرسۃ العلوم  
کی تکمیل پر قوم کو متوجہ ہونا اور متفقہ کوششوں سے انتظام کرنا  
قومی مقاصد کے لیے لازم ہی یا نہیں

صاحبو۔ میں نہیں سمجھتا کہ بعد ان تمام حالات پر غور کرنے اور اس کالج کے عمدہ نتائج  
ملاحظہ کرنے کے کوئی شخص جبکہ ذرا بھی قومی ترقی کا خیال ہو اس کی تکمیل اپنے اوپر فرض اور واجب  
نہ سمجھے گا اور ترقی کے ایسے ذریعہ کو جس میں اپنی کامیابی کا ایسا گھلا اور صاف ثبوت  
دیا ہو ناقص اور ناتمام چھوڑ کر مسلمانوں کو اعلیٰ تعلیم و تربیت سے محروم کرنا چاہیگا۔  
صاحبو۔ اب ہماری قوم کے لیے وقت بہت کم باقی ہے اور قسمت کے فیصلے

میں کچھ دیر نہیں ہے اور اسکا فیصلہ بھی آپ لوگوں کے ہاتھ میں ہے۔ اگر آپ نے اپنی منزل  
 اور خوفناک حالت پر خیال نہ کیا اور اسکا علاج اعلیٰ تعلیم دلائیے نہ فرمایا۔ اور ایک گروہ  
 کم اور ناقص تعلیم یافتہوں کے طیارے پر کفایت کی اور ناقص تعلیم کے ذریعے دنیا کی  
 اپنے اپنے آپ کو قومی فرض سے سبکدوش سمجھ لیا۔ یا اس نے اپنی قوم کی ترقی اور عزت  
 کی امید کی تو آپ بڑا ہموکا کھا دیئے۔ اور زمانہ بہت جلد آپ کو پُر غلطی پر مطیع کر دے گا  
 اور نہ صرف وہ لوگ جو ذلیل اور مفلس اور حائل بہ بد وہ لوگ جو کہ اس وقت تک خدا کی  
 مہربانی سے صاحبِ عزت اور صاحبِ دولت ہیں اور جنکی گورنمنٹ اب تک عزت کرتی ہے  
 یا وہ لوگ جو اپنے خاندان کی بزرگی اور اپنے آبا و اجداد کی علوم و فضیلت کی بدولت ابھی تک  
 قوم کی نظر میں کچھ عزت رکھتے ہیں۔ یا وہ لوگ جو اب تک سرکاری ملازمت میں اعلیٰ  
 درجے کے عہدوں پر مامور ہیں۔ ان سب کی اولاد کا بغیر اعلیٰ درجہ کی تعلیم کے ایک ہی  
 نتیجہ ہو گیا ہے اور سب کے سب اسی تاریک اور گہرے غار میں ذلت اور گنہامی کے ساتھ  
 گرنیوالے ہیں جس میں اب تک سینکڑوں خاندان اور ہزاروں مسلمان گر گئے اور جنکا کچھ  
 نشان اور پتہ تک باقی نہیں رہا۔ جو وقت اور رسوخ اب تک دولت مند اور معزز مسلمانوں کو  
 کچھ باقی ہے اور جو تھوڑے تعلق نظاماتِ ملی میں انکو حاصل ہیں اور وہ درجہ اعتبار  
 جو گورنمنٹ کو ملی معاملات میں صلاح اور مشورہ دینے سے موجود ہے باقی نہ رہے گا اس لئے کہ  
 انکو زمانہ کی حالت کے مطابق خود اپنے فوائد سمجھنے کی قابلیت نہ رہیگی اور نہ اپنے فوائد  
 کو وہ ان دلائل اور طریقوں سے ثابت کر سکیں گے جنکی اس زمانہ میں ضرورت ہے اور حقیقت

جس طرح کہ اتنا کہ بہت سے معزز خاندانوں کی دولت لوگوں نے چھین لی ہے اس طرح  
 اونکی رہی سہی عزت بھی وہ لوگ لے لینگے جو تعلیم میں اعلیٰ درجہ کی لیاقت اور گورنمنٹ پر  
 اپنے مقاصد کے اظہار پر قادر ہی نہیں ہیں بلکہ جو گورنمنٹ کو قائل اور مجبور کر کے حاصل کرتے ہیں  
 جن مسلمانوں کے کان بہرے نہوں، اور جنکی آنکھیں اندھی نہوں، اور جنکے دماغ  
 سے سمجھنے کی قوت جاتی نہ رہی ہو، وہ اُن باتوں کو سنیں جو انکی قوم کی غفلت اور  
 نااہلیت کی نسبت ہو رہی ہیں۔ اور اُن چیزوں کو دیکھیں جو انکی ہمسایہ قومیں کر رہی ہیں اور  
 اُن نتیجوں کو سمجھیں جو آئندہ پیدا ہونے والے ہیں۔ ابھی تک دنیا کی مہذب قومیں اور ہمارے  
 ملک کے حاکم ہمارے ساتھ ہمدردی رکھتے ہیں، وہ ہمارے روز افزون تنزل پریشان  
 ہیں، برٹش گورنمنٹ ہماری دستگیری ہی کرنیکے لیے طیارے زمین پر بلکہ انتظام مملکت میں  
 بھی ہم سے مشورہ اور صلاح لینے کے لیے اور اوس میں شریک کرنیکے لیے بڑی خواہشمند ہے  
 اور مثل ایک ناصح مشفق اور دُرور امید پیش مرئی کے ہکوا اعلیٰ درجہ کی تعلیم حاصل کرنے کی  
 طرح سے رغبت اور شوق دلاتی ہے اور نہ صرف زبانی بلکہ روپیے بھی ہماری مدد  
 کر رہی ہے، مگر ہماری غفلت اور سکو بھی مایوس کرتی جاتی ہے۔

صاحبو۔ دوسری قومیں جہاں تک پہنچ گئیں اور جو ترقی تعلیم میں انہوں نے  
 حاصل کی اور سکا اندازہ اوس غیر متناسب بیشی سے نہیں ہو سکتا جو ہمارے ہموطن ہندوستانیوں  
 نے کی ہے اور جسکو میرے عزیز دوست سید محمود صاحب نے ابھی اپنے  
 لکچر میں بیان کیا ہے اور نہ صرف اوس نقشہ سے معلوم ہو سکتا ہے جس سے مسلمانوں

کے مقابلہ میں دوسری قوموں کا بہت اور پڑھ جانا آنکھوں سے نظر آ رہا ہے، بلکہ  
 ان کارروائیوں کے دیکھنے سے ہو سکتا ہے جو اس وقت ہندوستان کے ہر صوبہ اور ہر  
 اور ضلع اور ہر شہر بلکہ ہر قصبہ اور ہر گاؤں میں دوسری قومیں اپنی ترقی حاصل کرنے کے  
 لیے کر رہی ہیں۔ فوراً آنکھ کھول کر ایک نیشنل کانگریس کی کارروائی کو دیکھیے اور اسے  
 نتیجوں پر خیال فرمائیے۔ کیا وہ جوش جو ہمارے دوسرے مہوٹن دکھا رہے ہیں اور جس  
 استقلال اور گرمجوشی سے وہ کام کر رہے ہیں، اور جو اخلاص اور اتحاد باہم اونکے ہے اور وہ  
 ہمدردی جو قلم سے زبان سے مال سے جان سے وہ ظاہر کر رہے ہیں، اس قابل ہیں کہ آپ  
 اسے عبرت کی نظر سے نہ دیکھیں اور آپ کی حمیت اور غیرت کا خون جوش نکرے اور اپنی قوم  
 کے لیے اونکے مقابلے میں کچھ نہ کریں۔

بھائیو۔ نتیجہ کس چیز کا ہے صرف اعلیٰ تعلیم کا۔ وہ تعلیم کی بدولت اس لایق ہو گئے  
 ہیں کہ اپنی اغراض پہلے کے سامنے پیش کر سکتے ہیں۔ وہ اپنا استحقاق گونرمنٹ پر ثابت  
 کر سکتے ہیں وہ اس چیز کے پانے کی لیاقت رکھنے کے مدعی ہیں جس چیز کو وہ مانگتے ہیں۔  
 اور باوجود اس بات کے کہ ان کی کوششیں کچھ ناجائز ہیں اور کچھ نا واجب اور کچھ پیش از وقت  
 اور باوجود اس بات کے کہ ان کی بعض کارروائیاں حیرت انگیز ہیں، اور باوجود اس بات  
 کے کہ بہت زبردست مزاحمت ان کے سامنے ہے مگر صرف تعلیم میں اعلیٰ لیاقت پیدا  
 کرنے اور انگریزی میں پوری مہارت رکھنے اور فصاحت و بلاغت سے تقریر کرنے اور  
 اپنی پر جوش تقریروں اور زبردست تحریروں سے اپنے مطالب کے حامل کرنے میں کامیاب

ہوتے چلے جاتے ہیں اور ایک حسیٹ راگنیر رسوخ اور وقعت انگلستان کے پہلاکے دلوں  
 میں پیدا کر رہے ہیں، اور بتدریج پارلیمنٹ کے ممبروں کی توجہ بلکہ ہارڈی حاصل  
 کر رہے ہیں۔ کیا پارلیمنٹ میں سیمیل ٹینس اگزمینیشن ولایت اور جند دونوں جگہ ایک  
 وقت مقابلے کے امتحان حاصل کرنا، اور کیا گورنر جنرل کی کونسل میں انتخاب کا قاعدہ  
 جاری ہونا، ایسے بڑے دو واقعات نہیں ہیں، جنکو عبرت کی نظر سے مسلمان دیکھیں اور  
 ہسپراہنی آئینہ افسوسناک حالت پر توجہ نہ کریں، کیا بغیر اعلیٰ درجہ کی تعلیم کے آپ وہ وجہ  
 حاصل کر سکتے ہیں جو ان لوگوں نے حاصل کر لیا ہے اور کیا صرف اسکول کی تعلیم بلکہ کالج کی  
 معمولی تعلیم پلو اونکی برابر کر سکتی ہے۔ آپ ذرا انصاف کیجئے کہ کتنے آدمی آپ کی قوم  
 میں ایسے ہیں جنکو آپ لال مزہن گھوش اور بابوسہندرناتھ ہنرجی اور آرنیبل دادا بھائی  
 نوردرجی کی برابر کھڑا کر سکتے ہیں۔ اور آپ چھوٹے چھوٹے اسکولوں کے قائم کرنے سے  
 کیا ایسے لوگ پیدا کر سکتے ہیں،

اسوقت جس رفتار سے آپ چل رہے ہیں اونکی برابر پہونچنا یکطرفہ اونکی گرد کو بھی  
 آپ نہیں پہونچ سکتے۔ آپکا اور انکا مقابلہ پیادہ اور سوار کی چال کا نہیں ہے بلکہ ایک  
 نگرے اور اپاہج کی چال کا ریل پر جانیوالے سے مقابلہ ہے۔ اگر اس رفتار کو آپ نے  
 نہ بدلا اور سیکڑوں اور ہزاروں مسلمان اعلیٰ درجہ کی تعلیم پر نہ پہونچے تو کچھ شبہ نہیں ہے کہ  
 سحر کوٹلے کی کانوں میں کوٹلانکا لسنے اور اسٹیشنوں میں بورے لادنے یا مال گودا اٹھانے  
 تھیلوں پر انگریزی نمبر لکھنے کو سوائے دوسری غزت کی جگہ نظر نہ آئیں گے۔ بھائیو یہی سہی

عزت بھی آپ کے ہاتھ سے نکلا دے گی یہ میرا کہنا ایشیائی شاعری نہیں ہے۔ نہ صرف  
میں وہم نے کوئی ہولناک تصویر آپ کے آئینہ زمانہ کی کھینچی ہے۔ بلکہ آپ یقین کیجئے کہ  
جوین کہہ رہا ہوں یہ ان پوائیٹل مجموعہ کی پیشین گوئی ہے جو کبھی زانچہ کے دیکھنے میں غلطی  
نہیں کرنے اور جھکا کہنا کبھی جھوٹا نہیں ہوتا۔

صاحبو۔ سر اکلید کالون صاحب جو مسلمانوں کے حقیقی دشمن اور  
مرہٹی تھے آپ کی قسمت کا کھانا آپ کو بتا گئے ہیں، ورنہ صرف نہ ہو سکتا اور نہ فقط اوسط درجہ  
کے ممانوں کو بلکہ ان لوگوں کو جو اب تک باعتبار دولت اور عزت کے بہت کچھ وقعت  
اور بزرگی رکھتے ہیں۔ کیا آپ نے اوکلی وہ ایچ نہیں دیکھی جو اٹھ نئے کینگ کالج  
این دی تھی، اور تعلقہ داران اودھ کو اپنی اولاد کی تعلیم نہ دلانے پر شفقانہ ملامت  
فرمائی تھی۔ یہ کہہ کر ڈرایا تھا کہ اگر آپ اس زمانہ کی روش کے مطابق جسمیں آپ وجود  
ہیں چلنا اختیار نہ کریں گے تو اور لوگ جو دولت اور عزت میں آپ سے کم ہیں اس سے  
استغفیض ہونے میں مستی اور غافل نہ کریں اور اس سے آپ کو بہت نقصاں پہونچے گا،  
اور جو رتبہ اور عزت سرکار نے آپ کو عطا کی ہے وہ فوراً آپ کی غفلت اور کوشش نکرینیکی  
وجہ سے جاتی رہے گی۔ اور گورنمنٹ کو ان معاملات ملکی میں جس سے آپ کو تعلق خاص ہے  
اور جو بالخصوص آپ ہی سے متعلق ہونا چاہئیں آپ شہرہ نہ دے سکیں گے، اور آپ کا  
امتیاز اور رسوخ اس وجہ سے جاتا رہے گا کہ اور لوگ جو اسے دینے کی لیاقت رکھتے ہوئے  
وہ آپ کے نفع یا آپ کی خواہش کی طرے توجہ نہ کریں گے۔ اور پھر لفٹنٹ گورنر مدوح نے جو

مسلمانوں کی بغض کو خوب پہچانتے تھے یہ خیال فرما کر کہ یہ لوگ علم کے لیے یا عزت کی خاطر کچھ کوشش کرنا چاہتے ہیں۔ البتہ انگریزی گورنمنٹ کے برے خیر خواہ ہیں اور اپنی خیر خواہی پر قائم رہنا چاہتے ہیں۔ نہایت خوبی سے انکو سمجھایا کہ گورنمنٹ کی خیر خواہی بغیر تعلیم کے ایک دعویٰ ہے بغیر دلیل کے اور ایک بات ہے صرف مٹے سے کہنے کی اور بد ایک بہت بڑی لمبی تمہید کے فرمایا کہ میں تمہاری خیر خواہی کو عملی خیر خواہی اور سوت تک نہیں سمجھ سکتا جب تک کہ گورنمنٹ کی اس خواہش کے پورا ہونے میں سعی و عمل نہ ہو کہ تمہارے لڑکے تعلیم سے متمتع ہوں،

بلنٹ صاحب نے جو مسلمانوں کے برے خیر خواہ بلکہ اپنی قوم میں مسلمانوں کی محبت میں بدنام ہیں۔ ہندوستان کے مسلمانوں کی حالتِ تعلیم و تربیت خراب دیکھ کر اور دوسری قوموں سے انکو ذلیل پا کر اور آئندہ کی حالت پر نظر فرما کر ایک بڑے مجمع میں مسلمانوں کے یہ کہا کہ میں ہندوستان کی آئندہ حالت کو خیال کرتا ہوں تو میری رائے میں تمکو بہت کوشش کرنی ہوگی اگر تم اور گرد و ہوں کی برابر اپنا مہمہ قائم رکھنا چاہو گے اسلئے ہر سان بمقابلہ انگریزوں کے ہندوستان کو نو زیادہ اختیار ملیں گے اور وہ دن بہت قریب ہے کہ تمام سول اڈمیٹسٹریشن انہیں کے ہاتھ میں ہوگا۔ ہندوستان کی تانچ میں ایک نیا زمانہ شروع ہونے والا ہے اور میں تمہاری حالت بہت ہی نازک پاتا ہوں اگر تم وقت پر متنبہ اور مستعد نہ ہو اور وہ تدبیریں اختیار نہ کرو جو تمہارے ساتھی اصلاح حال کیواسطے اختیار کرتے ہیں۔ اگر تم اور وہوں کے ساتھ اپنے یمن طیارہ نہ کرو گے تو تم

بیچے رہاؤ گے اور پھر ایام گزشتہ پر بچتاؤ گے، مگر وہ بچتا نا ایسا ہی بیکار ہو گا جیسے کہ  
 پلٹ کر بے بختوں پر بچتا نا بیکار ہوا ہے ان پیشین گوئیوں سے جو پلوٹیکل منجمن نے تمہاری  
 آئندہ حالت کی نسبت کی ہیں اور ان لوگوں کے صاف صاف کہارینے سے جنکے ہاتھ  
 میں تمہاری قسمت پر اس بات کا پورا فیصلہ ہو چکا کہ اب آئندہ کی تمہاری عزت یا ذلت ترقی  
 یا تنزل۔ اقبال یا اوبار۔ شکست یا فتح۔ رونا یا ہنسنا تمہارا مرنا یا جینا خود تمہارے  
 ہاتھ میں ہے اور وہ صرف اعلیٰ درجہ کی تعلیم و تربیت پر منحصر ہے اگر تم چاہتے ہو کہ پھر  
 ترقی کرو اور اس قومی مقابلے میں جو اعلیٰ چیزوں کے حامل کرنیکے لیے اس زمانہ میں  
 ہر ایک فرقہ میں ہو رہا ہے تم بھی شریک ہو۔ اور اس دوڑ میں جو عزت کے میدان  
 میں تمام قومیں کر رہی ہیں تم کسی کے پیچھے نہ رہو تو تم کو چاہیے کہ اعلیٰ تعلیم و تربیت  
 حاصل کرنے میں کوشش کرو اور ان ذریعوں کو پورا کرو جو اسکے لیے اس وقت تک خود تمہاری  
 کوششوں سے طیارہ بنائے ہیں۔

صاحبو۔ زمانہ کا تجربہ ہو چکا، غفلت کے نتیجے ہم دیکھ چکے، اپنے ہاتھوں  
 سے ہم نے اپنی یہ حالت کر لی کہ جو ہمارے دست نگر تھے ہم ان کے محتاج ہیں، جنہر ہم حکومت  
 کرتے تھے وہ ہمارے حاکم ہیں، جنکو ہم حقارت سے دیکھتے تھے وہ ہمیں ذلیل  
 سمجھتے ہیں، جنکو ہم ناتربیت یافتہ کہتے تھے وہ ہمیں جاہل جانتے ہیں، ساری دنیا میں  
 ہم بیک ورڈ قوم مشہور ہیں، ہند سے لیکر لندن تک ہماری جہالت کا شہرہ ہے،  
 تعلیم سے نفرت میں ہم ضرب المثل ہیں۔ غرض کہ اے صاحبو۔ جہاں تک ہم اپنے ہاتھ



سے اپنے آپکو تباہ کر سکتے تھے کرچکے، اور جہاں تک جسے ہو سکتا تھا ذلیل اور رسوا ہو گئے۔ بہت بزرگوں کی کمائی لٹا دی، ہاشمی عت کو بہنے خاک میں ملا دیا، اب نہ زمین عصبيت رہی نہ توہین، نہ قریشی و بدیم را نہ عربی جوش، نہ فاروقی عصبيت رہی نہ حیدری شجاعت، مگر اب بھی جان باقی ہے اور لچہ و فتنہ بھی، اگر سمٹ کرین اور تکلیف اٹھاویں اور غیرت کو کام میں لاویں تو اب بھی کچھ کر سکتے ہیں، اگرچہ اور توہین بہت دور نکل گئیں اور ہم بہت پیچھے رہ گئے ہیں، اب بھی اگر چلنا شروع کریں تو شاید انکی برابر ہو سکیں بشہ طیکہ سیدھی راہ پر چلیں اور جلد چلیں اور تیز چلیں۔ اور سیدھی راہ صرف اعلیٰ درجہ کی تعلیم و تربیت ہے جو ہمواد انکی برابر ہو سکتی ہے۔

بھائیو۔ ہندوستان کی اصلاح اور ترقی کی یہ ایک امید آجکل انگریزی زبان کی تعلیم اور انگریزی زبان کے ذریعے سے مغربی خیالات کے شایع ہونے پر منحصر ہے۔ اور آجکل صرف انگریزی زبان اور اسکے لٹریچر کا ایک کامل علم ہی ترجیح اور عزت کے خاص ذریعے ہیں۔ اور اعلیٰ درجہ کی تعلیم و تربیت ہی ہندوستان کے باشندوں کو اپنے ملک کی گورنمنٹ میں شریک ہونیکے لایق بنا سکتی ہے۔ اور انگریزی زبان میں اعلیٰ درجہ کی لیاقت ہی تمھاری آواز کو وہ قوت دے سکتی ہے جو سمندر پار پہنچ سکے، اور جسکو سات ہزار میل کے رہنے والے سن سکیں اس چیز کو دوسری قوموں نے حاصل کیا۔ اور اسکے نتیجے میں پائے، ہم مسلمانوں نے اس سے غفلت کی اور محروم رہے۔ جو قوتیں خدا نے ہندوؤں کو دی تھیں وہی ہم کو بھی دی ہیں۔ مگر وہ انھیں کام میں

لائے اور مہینے اونھیں بیکار کر دیا۔ جس زمانہ میں وہ زندگی بسر کرتے تھے اونھوں نے  
 اسکی رفتار کو پہچانا جو تغیر ملکی حالت میں ہوا تھا اونھوں نے اپنے آپ کو اسکی موافق بنایا  
 جس چیز کی بازار میں خواہش تھی اونھوں نے اسکو حاصل کیا، اس سے فائدہ اٹھایا اور جس  
 بات کے قدروان دیکھا اسی بات کے حاصل کرنے میں کوشش کی۔ اور عورت پائی۔  
 برخلاف اسکے مسلمانوں نے نہ زمانہ کی چال کو دیکھا نہ ہوا کا منہ بھی نہ اپنی طرز کو بدلا،  
 نہ ضرورت اور حاجت پر خیال کیا، کاہلی اور غفلت کی زنجیروں میں جکڑے رہے اور غرور  
 کے شہ میں مست رہ کر تعصب اور نخوت سے ہر چیز کو حقارت اور نفرت سے دیکھتے اور  
 تمام برائیوں کے لیے بنیالی زہ اور خیالی مذہب کا جیکہ کرتے رہے۔ حتیٰ اتا ہم ہا دم  
 اللذات ومقرّ الجاعات فیسمان حمّ الذی لایموت وبیدلہ العلات والمملکوت۔  
 صاحبو۔ اگرچہ منزل اور ترقی اور ذلت اور عورت کا ہمیشہ دو ہوا کرتا ہے اور مثل  
 دو لاکے یہ ڈول کبھی بھرا اور کبھی خالی ہوتا ہے مگر تجربہ اور کوشش دو ایسی چیزیں ہیں  
 کہ وہ پھر گرے ہوئے آدمیوں کو اٹھا سکتی ہیں۔ مگر مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ اکثر انہیں سے  
 اب تک نہ تجربہ سے کام لیتے ہیں اور نہ کوشش کرتے ہیں۔ وہ دیکھتے ہیں کہ دوسری قومیں  
 کیا کر رہی ہیں اور خود کچھ نہیں کرتے، وہ دیکھ رہے ہیں کہ دوسری قومیں کس تیزی سے  
 چل رہی ہیں اور خود نہیں چلتے، اور اگر چلتے ہیں تو سیدھی راہ چھوڑ کر اوٹے راستہ پر۔  
 وہ دیکھتے ہیں کہ صرف اعلیٰ تعلیم اور اعلیٰ درجہ کی انگریزی لیاقت ہیں ہندو کو مکمل حق کا  
 مستحق بنایا جو گورنمنٹ اپنی سب رعایا کو دینا چاہتی ہے۔ لیکن مسلمانوں کو اب تک اسکا

خیال نہیں ہوتا نہ اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں نہ اس کی طرف متوجہ ہوتے  
 ہیں۔ او کی ہمتیں کچھ ایسی ٹوٹ گئیں ہیں کہ وہ دھانک پہنچنے کی اپنے آپ میں طاقت ہی  
 نہیں پاتے، اور کچھ ایسے شست ہو گئے ہیں کہ اس راستے پر چلنے کا ارادہ تک  
 نہیں کرتے مگر باوجود اسکے وہ انہیں حقوق کے طالب ہیں جنکو ہندو حاصل کر رہے ہیں  
 مگر سطح، ہندو اپنی لیاقت اور استحقاق جتا کر، اور مسلمان اپنی عاجزی اور  
 نالائقی کا اظہار کر کے، وہ اپنا حق مانگتے ہیں اور ہم بھیک، وہ اپنا قرضہ چاہتے ہیں  
 اور ہم خیرات، وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم تعلیم پائی، ہم نے علوم سیکھے، ہم نے انگریزی  
 برابر امتحان دیا اور مقابلے کے امتحان کے لیے طیار ہیں، ہمارا حق حکومت ہے۔ ہم اپنی نالائقی  
 اور اپنی بے علمی نہ دکھا کر عاجزی سے کہتے ہیں کہ ہم بے علم ہیں، انگریزی علوم سے ناواقف  
 ہیں۔ ہم امتحان نہیں دے سکتے ہمارے بزرگوں پر خیال کر کے رحم کرو اور بھیک کا ٹکڑا دو  
 ہندو مستعد ہیں کہ جبہر حکومت چلے اور جس چیز کی سلطنت ضرورت سمجھے اس کا ساتھ دیں  
 اور مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ سلطنت ان کی ضرورت کو مقدم سمجھے اور جب طرف وہ چلنا چاہیں  
 گورنمنٹ اسی طرف چلے۔ ہندو خوش ہیں کہ سلطنت کے انقلاب نے ان کو فائدہ پہنچایا۔  
 اور مسلمان روتے ہیں کہ سلطنت کے بدلنے سے ان کی قسمت بدل گئی۔ مگر کیوں، اس لیے  
 کہ ہندوؤں نے اپنی حالت کو سلطنت کے بدلنے سے بدل دیا۔ اور مسلمانوں نے اپنی حالت  
 کے بدلنے کا ارادہ تک نہ کیا۔ مسلمانوں کا رونا یہ ہے کہ انگریزی سلطنت نے  
 ان کو تباہ کر دیا۔ مگر میرا کہنا یہ ہے کہ نہیں انگریزی سلطنت نے کچھ تباہ نہیں کیا بلکہ علم کی

سلطنت انکی تباہی کا باعث ہوئی۔ یہ ایک مسلم بات ہے کہ سلطنت کے انقلاب سے دہی ملک  
غراب ہوتا ہے جو آباؤ بہو۔ اور وہی لوگ بگڑے تہہ بن چکی حالت اچھی ہوا، رخصت بھی یہی فرماتا ہے کہ۔  
ان الملوك اذا دخلوا قرية افسدوها وجعلوا اعزّٰى اهلها اذله ولذا لك يفعلون۔ مگر  
ہندوستان کے سلاطین کو جس سلطنت نے تباہ کیا اور جس نے انکی عزت ہی اور جس نے ان کے  
معزز کو گونہ کو ذلیل کیا وہ علم کی سلطنت ہے نہ یہ انگریزی حکومت جس قدر وہ اس سلطنت کا  
مقابلہ کرتے کیے ذلیل ہوئے، اور جب قدر اور سکی اطاعت نہ کی سزا پائی اگر وہ ہندوؤں کی طرح  
علم کی سلطنت کے مطیع ہوتے اور اسکی دشمنی پر چلتے بلاشبہ وہ سکی معجز رعیت ہوتے۔ مگر  
انہوں نے علم کی سلطنت کا مقابلہ کیا، اس سے بغاوت کی، اس کے علم کو نہ مانا اس لیے وہ  
خراب ہوئے مصیبتیں اٹھائیں اور ذلیل ہوئے۔ مگر صاحبو۔ علم کی سلطنت جیسی اپنے سرکشوں  
کو سزا دینے میں سخت ہے ویسی ہی ہر وقت اپنے باغیوں کے قصو صاف کرنے پر بھی  
آمادہ ہے اس کے عفو کا اشتہار ہر وقت جاری ہے اور مروتی نافرمانوں کو پھر اپنی سلطنت میں  
شریک کر نیکے لیے آمادہ پس اسے میرے بھائیو، اور اسے علم کی سلطنت سے  
بغاوت کرنے والو اپنے حال پر رحم کرو اور علم کی وسیع سلطنت میں جو درجہ اور جو منزل چاہتے  
ہو اس کے لائق اپنے آپ کو بنادو اگر انے رعیت بن کر رہنا پسند کرتے ہو اور قلیوں اور مزدوروں میں  
شریک ہونے پر قانع ہو بہتر۔ اور اگر بڑے درجہ کے طالب ہو اور اس کے معزز فرقہ میں  
شریک ہونے کی آرزو ہے اور اس کے مشیر بننے کی تمنا، تو کوشش کرو اور وہ ذریعہ حاصل کرو  
جو تمکو اس درجہ پر پہنچنے کے لائق کر دے۔ صاحبو۔ کون شخص ہے جو اعلیٰ درجہ پر پہنچنے کا

آزاد منہ نہوگا اور بغیر ایک ایسے گروہ کے طیارہ کیے جو حقیقت اعلیٰ درجہ کا تعلیم و تربیت یافتہ نہوں  
 کون اب قوم کی ترقی کی امید کر سکیگا اس لیے اگر آپ میری رائے سے متفق ہیں تو میں کمال ادب  
 و بامین عرض کرتا ہوں، ایک یہ کہ آپ اوس رزلویشن کو منظور فرما دیں جو سرسید نے پیش کیا  
 ہے دوسری یہ کہ اوسکی تکمیل کی طرف توجہ کریں۔

پہلے امر کے متعلق مجھے اس شبہ کے دور کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ اسکا اثر چھوٹے  
 اسکولوں پر پڑا ہوگا۔ اس لیے کہ میرے نزدیک اسکی منظوری اور اسکی تعمیل سے اسکولوں میں  
 مسلمانوں کے زیادہ داخل کرینکا اور شوق پیدا ہوگا۔ اور حمان اسکول نہیں ہیں وہاں نئے اسکول  
 قائم کرنا کی ضرورت ہوگی اس لیے کہ جب تک ہزاروں مسلمان لڑکے اسکول میں نہ پڑھیں گے تو کالج  
 نکلاں میں داخل ہونے کے لیے طالب علم کمان سے آویں گے، اور مدرسۃ العلوم کے  
 قائم کرنے کا مقصد وہی یہی ہے کہ وہ ایک ایسا مرکز ہو جسکا دائرہ جہان تک وسیع ہو سکے وسیع  
 کیا جائے۔ مدرسۃ العلوم کے بانی اپنی اڈریس میں جو ولیسر کے گورنر جنرل ہند کی خدمت  
 میں پیش کیا تھا اپنی خواہش اسکولوں کی ترقی کے متعلق ظاہر کرچکے ہیں۔ اور جیسا کہ سرسید  
 صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا ہے ان کا بھی یہ مقصد وہ تھا کہ اسکول قائم نمونہ البنہ اور ان کی یہ رائے  
 ہے کہ اسکولوں میں اسٹاف اعلیٰ درجہ کا ہو مگر میں اس سے اتفاق نہیں کرتا، مسلمانوں کی حالت  
 ایسی نہیں ہے کہ وہ ایسی قیدوں کے پابند کیے جاویں، اور کوئی اسکول بغیر باہر سورہ یہ مینے کے  
 خرچ کے قائم نہ ہو۔ مگر اس موقع پر اس بحث کی ضرورت ہی نہیں ہے اس لیے کہ اس وقت کے پیش  
 کیے ہوئے رزلویشن میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس سے اس قسم کا شبہ ہو سکے، اس لیے

اسکولوں کا قائم کرنا اس رزولوشن کی منظوری یا اسکی تعمیل کا حاج نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد یہ ہے، تاکہ ان لوگوں کے جب ابتدائی کلاس میں ہوتے ہیں تب اسکول کی اعلیٰ کلاس میں ان کا شمار ہزاروں پرہ جاتا ہے، اور جب اسکول کی اعلیٰ کلاس میں ہزاروں کا نمبر ہوتا ہے تب کالج کلاس میں ان کا شمار سینکڑوں پر ہ جاتا ہے۔ صاحبو جتنے بچے اگلے جاتے ہیں، تب نہیں اڑ گئے اور جتنے اوگئے ہیں وہ سب پہل نہیں لاتے۔ یہی حال نفیم کا ہے کہ جتنے اوئی درجے میں داخل ہوتے ہیں وہ سب اعلیٰ درجہ تک نہیں پہنچتے اور پچھلے اعلیٰ درجے میں پہنچتے ہیں وہ سب کامیاب نہیں ہوتے۔ اس لیے بچے کہ شدت میں مسلمان طالب علموں کے اسکول میں زیادہ داخل ہونے کیلئے کجا بگی وہ گویا زینت ہے اعلیٰ، جبکہ تعلیم لائیکا اور یہ امر کہ مسلمانوں کو سرکاری اسکولوں میں پڑھانے کی رغبت، لڑائی جادوے یا اوں کے لیے علیحدہ اسکول قائم ہوں یہ ایک امر ہے مختص المقام۔ ہر جگہ کے مسلمان خود اسکا فیصلہ کر چکے ہیں۔ اس لیے میرے نزدیک وہ غلط فہمی جو لکھنؤ میں ہوئی تھی اس رزولوشن سے نہیں ہو سکتی لہذا مجھے امید ہے کہ آپ اسے منظور فرماویں گے۔

دوسرے امر یعنی بعد منظوری کے اسکی تعمیل کے متعلق جتنے بہانے ہیں کہ اگرچہ سید صاحب کو اس کام میں بہت کامیابی ہوئی اور نہایت حیرت انگیزہ کام کرنے کی اور بہت کچھ کام ہو گیا لیکن پورا ہونا اسکا باقی ہے۔ عمارت کو آپ دیکھ رہے ہیں کہ ناممکن ہے، مگرے اور پورے پڑے ہیں، بہت سے بورڈنگ ہوس بننے باقی ہیں، مسجد پر صرف چھپر پڑا ہے، معمولی انتراجات کیلئے بھی کوئی ایسا سرمایہ نہیں ہے جس پر بھر دوسرے ہو سکے، مہ تنخواہوں کیلئے کوئی

فائدہ ہے جسکی آمدنی برطانیہ میں ہو۔ نہ وظیفوں کے لیے کوئی مستقل سرمایہ ہے جس میں خزانہ پڑنے کا  
 اندیشہ نہ ہو۔ بلکہ کیا بلحاظ تعمیر مکانات کے اور کیا بلحاظ اخراجات معمولی کے یہ کالج لگوایا ایک ایسی عمارت  
 ہے جو لوگوں کے ہاتھ برکھی ہوئی ہے، جو کوئی اپنا ہاتھ الگ کر لے اتنا ہی حصہ گرہے  
 بہت بڑی زبردست صرف۔ ہاتھ میں ایک گورنمنٹ کا دوسرے سرکار نظام کا جن پر یہ سہ  
 ہو سکتا ہے۔ باقی کوئی آمدنی اعتبار کے لائق نہیں ہے۔ ایسے حقیقت میں اگر آپ مدرسہ العلوم  
 کو کچھ مفید سمجھتے ہیں اور اسکو قوم کی ترقی کا ذریعہ۔ تو اسکی تکمیل پر توجہ فرمائے اور توجہ ہی نہ ہو  
 بلکہ دلی۔ میں آپ کے خیالات کا رہنما بننا نہیں چاہتا، اور نہ آپ کو اسکی تکمیل کی راہیں بتانے کی  
 جرأت کر سکتا ہوں بلکہ صرف میں ان لفظوں کو نقل کرتا ہوں جو نہ ایسے شخص کے منہ سے  
 نکلے ہیں جو مسلمان تہانہ مسلمان ملک کا رہنے والا، اور نہ جسکو اس مدرسہ کی تکمیل سے فائدہ  
 نہ اوسکے برباد ہو جانے سے نقصان۔ بلکہ صرف انسانی بہدردی اور اس مدرسہ کی خوبی اور  
 عمدگی نے اوسے اس بات پر آمادہ کیا تھا، کہ اوسنے خود ہی اوس میں چندہ دیا، اور ایک  
 بوڑنگ بوس بنوایا، اور مسلمانوں کو ایسے لفظوں میں اسکی تکمیل کی ترغیب دی، کہ جسکے منکر نہایت ہی  
 سخت دل ہو جو نہ پسینے، وہ نیک دل ترغیب دینے والا ڈاکٹر ہنٹر ہے، جس نے اپنی پیچ میں  
 اس کام کے پورا کرنے کے لیے یہ کہا تھا کہ خاص مکان جبکہ وہ پورا ہو جائے گا دنیا کی ہر ایک  
 تعلیم گاہ کے ساتھ مقابلہ کر سیکے گا اور اپنے حصوں کی وسعت اور عظمت کے لحاظ سے کمبرج  
 یا اوسفورڈ کی قابل تعظیم عمارتوں سے سبقت لیجاویگا۔ لیکن اسے صاحبو۔ اگرچہ اس  
 کام کو بڑی ترقی ہوئی ہے لیکن اب بھی بہت کچھ کر نیکو باقی ہے میں دل سے امید کرتا ہوں کہ

بہت سے شخصوں کے دلوں میں اس عمدہ کام میں شریک ہونیکا ولولہ پیدا ہوگا، ہم میں سے ہر ایک شخص کی زندگی میں ایسے زمانے گزرتے ہیں کہ ہماری طبیعتوں کو کسی عزیز دوست یا شہداء کی موت کے بدبے بڑی رقت ہوتی ہے، اور ہم اُن شخصوں کی ایک یادگار بنانا چاہتے ہیں جن کے ساتھ ہم محبت کرتے تھے، اور جو رحلت کر گئے ہیں، لیکن جس حالت میں کہ ایک ایسا کام نامکمل پڑا ہوا ہے جیسا کہ یہ ہے، تو مسلمانوں کو واسطے اپنے مژدوں کے اوپر خالی حجرے بنانا یا عیسائیوں کو اپنے گرجاؤں میں بیقاعدہ یادگار بنانا، اور اسے روپیہ کا ہر سینکڑہ جو اس مکان کے واسطے چندے میں دیا جاتا ہے، کو یا بنی نوع انسان کی بہبودی کے واسطے دیا جاتا ہے، دو ہزار روپیہ سے کم میں ہر ایک فیاض شخص ایک خوبصورت مکان اوس وسیع مربع میں بنوا سکتا ہے جسپر خاص اوس کا نام یا بس شخص کا نام وہ چاہے کہ کیا جاوے گا لوگ بہت سے طریقوں میں بقائے نام کے خواستگار ہوتے ہیں، بعض تو کتابیں تصنیف کرتے ہیں، بعض اعلیٰ درجہ کے سرکاری منصب پر ترقی پاتے ہیں، بعض تو پکے منہ پر شہرت حاصل کر نیکے خواہان ہوتے ہیں، لیکن میں نے ہمیشہ یہ خیال کیا ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ قابل تر شہرت ایک بڑی دارالعلم کے قائم کرنے والی شہر ہے، مگر یہ صاحبو عبیداکٹر بنظر صاحب نے فرمایا میں یہ نہیں کہتا کہ نیک نامی کے خیال سے مسلمان اسمین مدد کریں، یا اپنی یادگار بنائیں یا ثواب کی امید پر یہ کام کریں، اسلئے کہ اب مسلمانوں کی حالت اس سے گزر گئی ہے، اور ایسے کام میں شریک ہونا یا نہونا نیک نامی اور ثواب کا معاملہ نہیں رہا، بلکہ ایک مسئلہ ہو گیا ہے قوم کی زندگی اور موت کا۔ جو لوگ چاہتے ہیں کہ قوم زندہ رہے یعنی اسکی اور قوموں میں عزت ہو،



وہ بھی دوسری قوموں کی برابر درجے حاصل کرے، وہ لوگ ضرور دل و جان سے مدد کریں گے اور اس  
 ادب و رے کام میں ساعی ہوں گے۔ اور جو صاحب قوم کی زندگی نہیں چاہتے یا اسے اسکی حیات  
 کا ذریعہ نہیں سمجھتے، نہ وہ توجہ کریں گے نہ ہمارا روئے سخن انکی طرف ہے۔ مگر وہ یاد رکھیں، اور خوب  
 یاد رکھیں، کہ وہ دن قریب ہے کہ وہ اسے سمجھیں گے مگر اسکا سمجھنا کام نہ آوے گا۔ اقتراب للناس  
 حسابہم وہم فغفلتہ معرضون۔ صاحبو۔ اس دنیا میں ہر چیز جو مخلوق ہے، جاندار ہو  
 یا بیجان، وہ اپنی زندگی کیلئے کوشش کرتی، اور اس کی لڑائی دوسروں سے جاری رہتی ہے۔  
 اسے علم طبعیات میں تنازع للبقا کہتے ہیں۔ نباتات سے لیکر حیوانات تک، سب میں اس  
 کوشش اور جنگ کا اثر پائے گا ہر ایک چاہتا ہے، کہ خود قائم رہے اور اپنی نسل کو بچا دے،  
 اور دوسرے کی جگہ خود لیکر اسے فنا کرے۔ اس لڑائی میں جو قوت ہوتا ہے، وہ ضعیف کو  
 ہٹا کر خود اسکی جگہ پر قبضہ کر لیتا اور اپنی نسل کو بڑھاتا ہے۔ بہاؤیو یہی حال انسان کا ہے، کہ ہر ایک  
 قوم اپنے لیے جگہ تلاش کرتی اور اپنے بڑھنے اور دوسرے کو فنا کرنے کیلئے لڑتی ہے اور جو  
 قوی ہے وہ ضعیف کو مار کر خود اسکی جگہ پر قابض ہو جاتی ہے، اور اسکا فیصلہ ہمیشہ قوت یا کارتی  
 ہے اور اس زمانہ میں قوت علم ہے اور یہ مقولہ کہ العلم قوت بیساکہ اسوقت پر صادق ہے  
 کبھی ایسا نہ تھا پس اب دیکھو کہ ہر ایک قوم اپنی اپنی قوت کو ترقی دے رہی ہے اور تنازع للبقا کے  
 مسئلہ پر آجکل نہایت شور سے عمل جاری ہے۔ اگر اپنے اس قوت کو پورے طور پر حاصل  
 نہ کیا اور اپنے اس ضعف کا علاج نہ فرمایا تو یاد رکھو اور خوب یاد رکھو کہ تمہارا دنیا میں رہنا نامکن ہوگا۔  
 میری یہ غرض نہیں ہے کہ تم نام کے لیے باقی نہ رہو گے بلکہ ایسی حالت پر نہ رہو گے جو تم کو کوئی

معزز قوم کا آدمی سمجھے۔ صاحبو۔ ذرا اپنی مصیبتیں پر خیال کرو، جن آفتوں میں ہم مبتلا ہو اور جیسے کچھ ابتک بے خبر ہوا وہ سپر غور کرو آگ لگی ہوئی ہے اور تم تاپ رہے ہو، موت کا بازار گرم ہے اور تم ہیکل ہو، قافلہ چل رہا اور تم سو رہے ہو، گمہ میں ماتم ہو رہا ہے اور تم منہ سے ہو، قیامت آگئی اور تم بے خبر ہو۔

اے میرے بھائیو! تم کو عدم نہیں ہے کہ غلو کا آفتاب مغرب سے نکلا، مغرب سے آفتاب کا نکلنا قیامت کی نشانی ہے اور کیا تم نہیں دیکھتے۔ وہ لسانی ظاہر ہو گئی، علم کا آفتاب جو ہمیشہ مشرق سے نکلا کرتا تھا مغرب سے نکل چکا اور اٹھائوں کے حق میں جو قیامت آنیوالی تھی وہ آگئی اور انکے لیے نہ بکا دروازہ بند ہو گیا۔

بھائیو۔ توبہ کا دروازہ بند ہونے سے یہ مانتے ہیں ہے کہ کوئی توبہ کرے اور غلطیوں نہ ہو اور اے اُسکے رحم و کرم سے یہ بعید ہے۔ بلکہ یہ مراد ہے کہ وہ وقت ایسا ہو گا کہ بہت غفلت کے لیکر اپنی حالت کی خبر نہ لگی نہ کوئی توبہ کرنے کا خیال کریگا کیا یہ حالت آپ اپنی آنکھ سے نہیں دیکھتے کہ قیامت آگئی اور عذاب شدید میں مبتلا ہو گیا کہ وقت آگیا مگر کوئی خیال نہیں کرتا آنکھ رکھتے ہیں مگر نہیں دیکھتے، کان رکھتے ہیں مگر نہیں سنتے دل رکھتے ہیں مگر نہیں سمجھتے۔ یہ پردہ غفلت کا کیوں آنکھ اور کان اور دل پر پڑا ہے اور کس نے اُنکو ایسا نافل کر دیا ہے۔ کوئی مانے یا نہ مانے مگر میں ہی کہوں گا کہ اُس نے جو ہمیشہ ایک قوم کو اٹھاتا اور دوسرے کو گراتا وہی جو ایک کو پیدا کرتا اور دوسرے کو مارتا رہتا ہے۔ ورنہ آنکھ ہو اور نہ دیکھیں، کان ہوں اور نہ سنیں، دل ہو اور نہ سمجھیں۔ شع

چشم بازو گوش باز و این ذکا

خیرہ ام و چشم بند سی خدا

اسے بہا میو۔ علم طبعیات کا یہ مسئلہ ہے کہ جو چیز اوپر سے گرتی ہے جس قدر نیچے آتی جاتی ہے، اوس قدر اس کے گرنے اور زمین پر پہنچنے کی رفتار تیز ہوتی جاتی ہے، اور تیزی بھی اضعا فاضا غفایہی حال ہماری قوم کا ہے، کہ اس کے زوال کی جال بہت تیز ہوتی جاتی ہے، اور اوس کے تیز کر نیلے اسباب بہت جمع ہو رہے ہیں۔ ذرا غور فرمائے کہ ادھر ہماری حالت برسی ہوتی جاتی ہے اور ہر امنحان کی سختیان ترقی پر ہیں، ادھر ہمارا افلاس زیادہ ہوتا جاتا ہے، اور دہر تعلیم کے خرچ بڑھتے جاتے ہیں، ادھر ہر کوا علی تعلیم کی ضرورت ہے اور ہر سرکار اعلیٰ تعلیم میں مدد کرنے سے دست کش ہونا چاہتی ہے۔ کل کی بات ہے کہ اگر تزلزل کے امتحان کو جاتے تو انسی بانو سے یاس ہوتے، اب مشکل سے چالینس یا پچاناس امتحان میں کامیاب ہوتے ہیں بلکہ بعض امتحانوں میں ساٹھ فی صدی تک ناکامیابوں کا اوسط پایا جاتا ہے۔ کل تک گورنمنٹ اعلیٰ تعلیم میں مدد کرتی تھی، مینہ سبھی سے مدرسوں کو اعانت پہنچتی تھی اب روز بروز اون میں کمی ہوتی جاتی ہے۔

ہوتی جاتی ہے۔

آن درخت بد جوان ترمی شود

وین کنندہ پیسر مضطر می شود

ہاں تبر برگیر و مردانہ بزن

تو علی وارا این و خیر بکن

صاحبو۔ اب ایک لحظہ کے لیے اون اسباب پر بھی خیال کر لیجئے جو اسکی تکمیل کے مانع ہیں میرے نزدیک کچھ اسباب پڑانے ہیں اور کچھ نئے پڑانے اسباب ہیں سب سے بڑا سبب افلاس ہے، مگر کیا آپ اسے قبول کر سکتے ہیں جبکہ آپ دیکھتے ہیں کہ باوجود اس افلاس کے

مسلمان شادیان کرتے ہیں، بیاہر جاتے ہیں، بیٹوں کا ختنہ کرتے ہیں، صاحبزادے کی بسم اللہ اور آئے دن سینکڑوں طن کے خرچ رہا کرتے ہیں۔ کوئی بند نہیں ہوتا، بلکہ فیاضی اور وضع داری کا ہارسے بانیوں کو یہاں تک خیال ہے کہ بیوی کا زیور ہیں کریں، مگر کاسا مان خود کریں، زمینداری اور گرتنگ جبین، مگر کسی خاندانی سہم میں فرق نہ آوے، اور کوئی تقریب نہ بچا کیا ایسے لوگ جو عزت اور نام کا اس قدر خیال رکھتے ہوں اور خاندان اور بزرگوں کے ناموری کے اس قدر خواہان ہوں، اور وہی فیاضی اور سخاوت اس درجہ بڑھی ہوئی ہے، تعلیم کو عزت کی چیز سمجھتے، یا اپنے بزرگوں کی ناموری اُس میں دیکھتے، یا اپنی اولاد کو اوس میں فائدہ سمجھتے، تو وہ مدد کرنے سے دریغ کرتے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ بات یہ ہے کہ وہ اسکو کوئی نام یا فائدہ کی چیز ہی نہیں جانتے، اگر مفید سمجھتے تو اسے میرے عزیزوں، دولت مند مسلمانوں کو جالے دو، کوئی غریب مسلمان ایسا نہو تا جو اس کام میں شریک نہوتا۔ اگر دوروٹیان اسکو ملاتین، تو ایک ٹکڑا اُس میں سے اپنے بچوں کی تعلیم کیلئے دیتا۔ کہا یورپ کے لوگ سب امیر ہیں اور کیا وہاں کوئی غریب نہیں ہے۔ صاحبو۔ جیسے وہاں دولت مند زیادہ ہیں۔ ویسے ہی مفلس اور غریب بھی کثرت سے ہیں۔ مگر وہ بچوں کو تعلیم دلاتے ہیں، خود فاقہ کرتے ہیں، اور اپنی مزدوری کے چار پیسوں میں سے ایک پیسہ اوس میں لگاتے ہیں۔ سینکڑوں آدمی وہاں ایسے ہیں، جو جہاد میں شکر نہیں ڈالتے، اس لیے کہ وہ کاخیر میں مدد کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے، اس لیے شکر کی قیمت ہی اوس میں دیدیا کرتے ہیں۔ سر چارڈ گا رتھ چیف جسٹس کلکتہ نے ایک مرتبہ تعلیم و تربیت کے متعلق تقریر کرتے وقت انگلستان کے غریبوں کی نسبت یہ کہا تھا کہ دو عمدہ تعلیم و تربیت ہمیشہ قوی ترقی کا سبب ہوتی ہے۔

اور نہ صرف امیر اور دولتمند، بلکہ غریب اور بیقدر لوگوں نے صرف اپنی محنت اور کوشش سے یہ درجہ حاصل کیا ہے۔ سینکڑوں آدمی جو بلحاظ خاندان کے دولتمند نہ تھے اور تعلیم و تربیت پا کر ہوئے خاندان بھی نہ تھے صرف اپنی خاص مستعدی اور محنت کی بدولت اعلیٰ درجہ پر تعلیم و تربیت کے پہونچے اور دولت و ثروت و عزت سب کچھ پیدا کی۔ اور انگلستان میں ہزاروں آدمی اس وقت ایسے ہیں جنہوں نے بجز ایک عمدہ تعلیم و تربیت کے اور کسی ذریعہ سے روپیہ اور عزت حاصل نہیں کی۔

انگلستان میں والدین اپنی اولاد کو عمدہ تعلیم و تربیت دینے کی غرض سے ہمیشہ صرف لڑکوں کو ہی ہی نہیں، بلکہ زندگی کی معمولی آسائش جو ترک کر دیتے ہیں۔ اور وہ کیوں ایسا کرتے ہیں اس لیے کہ وہ تعلیم کو سب سے زیادہ عمارت جو وہ اپنی اولاد کو دے سکتے ہیں خیال کرتے ہیں نہایت غریب بل کے آدمی اعلیٰ درجہ کی عزتوں کے اُس ملک کی واسطے اپنی اولاد کو غنی سے معی کرتے ہیں۔ اور اُمراء کے اہل کے تجارت اور کاروبار سے کم کرنے میں اپنی کسر شان نہیں سمجھتے۔

بھائیو۔ نہ اسباب جو ہر دے کے مانع ہیں اوس میں سے، و سبب ایسے ہیں جن کا ذکر اس موقع پر ضرور ہے۔ ایک یہ کہ بعض لوگوں کو غیہ کا مہونہ کرنے کا خیال پیدا ہو گیا ہے، وہ چاہتے ہیں کہ ہر جگہ کوئی نہ کوئی کام قوم کے لیے خواہ بامید ثواب خواہ بغرض نیک نامی کے کریں۔ اس لیے کوئی یتیم خانہ بنانا ہے، کوئی محتاج خانہ، کوئی اسکول۔ مین نہیں کہتا کہ یہ کام نہ کرو، مگر ترتیب کا خیال رکھو، جو زیادہ ضروری ہو اس سے پہلے کرو، جو اس سے کم ہو اس سے پیچھے رکھو۔ یاد و نون کام کرو اور ایک کے خیال سے دوسرے کو نہ چھوڑو۔ اگر کسی گھر میں چار بیمار ہوتے ہیں تو بلاشبہ چاروں کا علاج کرنا پڑتا ہے۔ مگر جو بزرگ خاندان ہوتا ہے اور جس پر خاندان

کی عورت اور نام کا قیام منحصر۔ اسکا زیادہ خیال رکھا جاتا ہے، اس لیے کہ اس کی زندگی گویا سب گھر کی زندگی ہے۔ اس لیے اس میرے بھائیو! اپنی خواہش کے موافق کار خیر جاری رکھو مگر مدرسہ العلوم کی تکمیل کو بھی ایک ضروری کام سمجھو۔

دوسرا سبب نئے کالجوں کے قائم کرنا کا شوق۔ میں نہیں کہتا کہ یہ ایک کالج تمام ہندوستان کیلئے کافی ہے، میں یہ نہیں سمجھتا کہ اس سے ہندوستان کے مسلمان بھائی آسکتے ہیں، میں یہ نہیں کہتا کہ سوائس اسکول اور کالج قابلہ نہ کر دے، بلکہ یہاں پر چاہتا ہوں کہ خدا وہ ان کے لئے کہ ہر شہر میں ایک مدرسہ العلوم قائم ہو، اور ہر شہر میں ایک اسکول دیکھائی دے۔ مگر چونکہ یہ کالج قوم کی مدد سے قائم ہوئے، اور ہندوستان کے مسلمانوں کی توجہ اور مدد سے اس درجہ تک پہنچا ہے، اور اس کے مقصود اور اسماعل اور نتائج کی تعریف ہو چکی ہے، اس لیے اسے ناقص کہنا، اور ادھر اچھوٹنا، غالباً خود آپ کی نزدیک مناسب نہ ہوگا۔ صاحبو۔ کالج کی مثال جہاز سے دیکھی ہے، ایک کالج کا کہنا ایسا ہے جیسا کہ جہاز کا سمندر میں چلانا۔ جہاز کا بندر گاہ میں سے روانہ کرنا آسان ہے، لیکن اس بات کا کہنا کہ وہ مضبوط ہے اور سمندر کے تلاطم کا تحمل کر سکتا ہے، اور اس کے کیل اور کانٹے درست ہیں، یہ بہت مشکل ہے۔ کیونکہ جس قدر جہاز آگے بڑھتا جاوے گا، ایک وسیع اور بے تحقیق سمندر اسکو ملے گا، اور جیسی ہوئی چٹانوں اور پہاڑوں پر اسے جانا پڑے گا، اور جو شخص اس کے چلانے کے ذمہ دار ہیں انکو اس بات کا سوچنا لازم ہے کہ وہ اسے کہاں لیے جاتے ہیں اور اس کی حفاظت کا اونہوں نے کیا انتظام کیا ہے۔ اور جو لوگ کہ اس پر سوار ہوتے ہیں انکو بھی سوار ہونے سے پہلے دیکھ لینا

نہ رہے، مگر جنگ ہاتھوں میں وہ اپنی جان سپرد کرتے ہیں، وہ نیک دل اور شفیق ہونے کے علاوہ جہاز کی ناقذائی کی قابلیت بھی رکھتے ہیں یا نہیں۔ اسے میرے بزرگوں نے امید ہے کہ کوئی شخص نہ یہ مدرسۃ العلوم کی بیجا تائید کا الزام نہ لگاے گا۔ اور میری نسبت کسی قسم کا دوسرا شبہ نہ کریگا۔ میں بذات خود مدرسۃ العلوم سے ویسا ہی تعلق رکھتا ہوں جیسا کہ آپ لوگ۔ ہاں وہ نیاز جو مجھے اپنے بزرگ سیرید کی خدمت میں حاصل ہے بعض نیک دل مسلمانوں کو شبہ پیدا کرے کہ مدرسہ کی تائید انفرادی خیال سے کی گئی ہے اسے میں قبول کرتا اور باوجود بلند کتا ہوں، مگر میرے نزدیک سرسید کی تائید قوم کی تائید مسلمانوں کی تائید، اور اپنی تائید ہی میرے نزدیک انکی محبت قوم کا موثر ترین ایسی نہیں ہے، بلکہ انکا مدد کرنا اور قوم کا مدد کرنا، دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں، بلکہ دونوں حقیقت میں اب ایک چیز ہیں۔ جبکہ میرے دل کو اسکا پورا یقین ہے کہ اسوقت سرسید کے موافق نہ کوئی قوم کا خیر خواہ ہے نہ اس خیر خواہی کی راہوں کا جاننے والا، نہ کوئی اون کی برابر قوم کا آرزو مند ہے نہ انکی تدبیروں کا سمجھنے والا۔ نہ کسی نے مثل اونکے مسلمانوں کی ترقی کے اسباب پر غور کیا، نہ مثل اونکے کسی نے قوم کی ترقی کے وسائل مہیا کرنے میں کوشش کی، نہ مثل اونکے کسی شخص نے اپنی ساری عمر اس خطا میں ضائع کی، نہ اونکے موافق کسی شخص نے مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کے مسئلہ پر غور کیا، نہ انکے موافق کسی شخص نے اس مسئلہ کی مشکلات کو سمجھایا، نہ مثل اونکے کیسکی کوششوں کے ایسے عمدہ نتیجے ظاہر ہوئے، اس پر ہی اگر میں انکی تائید کو قوم کی تائید نہ سمجھوں، تو میں باوجود بلند کتا ہوں کہ میں اپنے آپ کو قوم کا بدخواہ، اور قوم کا دشمن،

اور قوم کے زوال پر خوش ہوئیوالاتھجوں گا۔ نہ قوم کا خادم نہ قوم کا خیر خواہ۔ اگر کوئی نیک دل یہ خیال کرے کہ اس کالج کی تکمیل گویا سرسید کی موبی کی تکمیل ہے تو درست انتہا ہے۔ اس خیال کی وجہ مگر اسے بہائیوں اب انکی شان اس سے ارفع اور اعلیٰ ہے۔ اور وہ کامفام اس سے بڑھ گیا ہے، جو عزت و اہمیت میں لکھی نہیں اور کمول گئی، اور جس ادنیٰ یا اعلیٰ درجہ پر وہ پہنچنے والے تھے وہ پہنچ گئے، اب زمانہ کا ہاتھ ہی انکی عزت اور نام کو مٹا نہیں سکتا۔

مدرسہ کی تکمیل سید کی عزت کی تکمیل نہیں ہے، بلکہ قوم کی عزت کا پورا کرنا ہے، ورنہ دنیا ہی کیسگی کہ تمام مسلمانوں میں صرف ایک ادنیٰ تھا جس نے قوم کے لیے اپنی جان و مال کو وقف کیا جس نے قوم کی عظمت اور شان کو بڑھانا چاہا، جس نے قوم کی ترقی کا ایک عمدہ ذریعہ پیدا کیا۔ مگر افسوس کہ قوم نے اسے پورا نہ کیا اور اسے تکمیل پر نہ پہنچایا۔ پس اسے صاحبو اسکا ناقص رہنا گویا قوم کی عزت اور نام و رسمی کا ناقص رہنا ہے نہ سرسید کا۔ اگر قوم توجہ کرے اور اس کام کو دل پر رکھے تو اسکی تکمیل کچھ مشکل نہیں ہے، اگر ایک ایک آنہ جمع کرنے پر لوگ متوجہ ہوں تو لاکھوں روپیہ جمع ہو سکتے ہیں، بشرطیکہ قوم توجہ کرے، اور اس کام کے پورا کرنے پر آمادہ ہو، اور اسے اپنا کام سمجھے۔ صاحبو۔ یہ اُمید کرنا کہ بغیر اسکے کہ کوئی خاص جماعت اس کام کے پورا کرنے کا ارادہ کرے، اور وہ اون مختلف طریقوں سے جو وقتاً فوقتاً تجویز کیے گئے ہیں روپیہ کا جمع کرنا اپنے ذمہ لے۔ اس کام کا پورا ہونا ممکن نہیں ہے۔ اس لیے مجھے اُمید ہے کہ اس وسیع اور پُر اثر مجمع میں، جو صورتیں روشن ضمیری اور محبت قومی اور دوزاندیشی اور اسلامی جوش کی نظر آتی ہیں، اور جو مسلمان تعلیم و تربیت کی اشاعت کے خواہان، اور مسلمانوں کی بہبودی کے متمنی، اور اپنی قوم



کی ترقی کے آرزو مند، اور قومی خدمت کے لیے پہ آمادہ ہیں، وہ اس کام کو اپنے ذمہ لیں گے، اور ایک ایسی کمیٹی قائم کریں گے جس کا عملاً اس کام کی تکمیل کا معاہدہ، اور مشترکہ جسم واحد کام کر نیکا ارادہ ہو، فراوہ اپنے وقت کا کچھ حصہ اس کام میں لگائیں، اور قومی فقیہ بنیں، اور قوم سے قوم کے لیے بھیک مانگیں۔ اے میرے عزیزو جو لوگ ایسا کریں گے وہ قوم کے لیے برکت ہو گئے، وہ منیوالی قوم کے جان ڈالنے والے سمجھے جاویں گے، وہ ڈوبتے ہوئے جہاز کے بچاؤ والے خیال کیے جاویں گے، ان کے نام عزت سے لیے جاویں گے، ان کی کوششوں کی قدر ہوگی، قوم کے دلوں میں ان کی ایسی یادگار بنیں گی جنکو زمانہ کا ہاتھ ہی نہ مٹا سکیگا۔ اگرچہ کوئی کہہ نہیں سکتا کہ تقدیر نے قوم کی قسمت کا کیا فیصلہ کیا ہے۔ اور کوئی پیشین گوئی نہیں کر سکتا کہ ہمارے قسمت میں کامیابی ہے یا نہیں اور جو لوگ قوم کے لیے سعی کریں گے وہ کامیاب ہوں گے یا نہیں۔ مگر اس میں کچھ شبہ نہیں ہے کہ جو برکتیں ایسی جماعت پر نازل ہوتی ہیں، جن کے ارادے نیک اور جنگلی نیتیں پاک، اور جنگی غرض قومی بھلائی ہوتی ہے، وہ ضرور ان لوگوں کی کوششوں پر بھی نازل ہوگی جو اپنی قوم کی بربودی کے سامان جمع کرنے پر مستعد ہوں گے اور جو ایسے مبارک کام میں دل سے سعی کریں گے۔

بعد اسکے مسٹر تھیوڈور مارلسن اپنی کرسی پر سے اٹھے اور انگریزی میں رزلوشن کو سپورٹ کیا جس کا ترجمہ ذیل میں درج ہے۔

**ترجمہ ایچ مسٹر تھیوڈور مارلسن**

مسٹر سیریز پرنٹ و جنٹلمین۔ آپ سب صاحب اس بات سے بخوبی واقف

ہیں کہ ہندوستان کے مسلمانوں نے انگریزی تعلیم کی جانب سے غفلت کرنے سے بلحاظ دولت اور سوشل عزت کے کس قدر نقصان اٹھایا ہے اور ہم بہت بے کیف اس مقام پر اس امر میں متفق ہیں کہ بغیر انگریزی تعلیم کے وہ زمانہ گزشتہ کی ثروت کو بھر چکا ہے لیکن توقع نہیں کر سکتے ہیں۔

لیکن میں اپنی خاص توجہ اس سے بڑھ کر ایک حقیقت کی جانب مائل کرنا چاہتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر مسلمان اپنے واسطے بہ نسبت اسکے زیادہ تر عمدہ تعلیم کا بندوبست نہیں کریں گے جیسی کہ عموماً ہندوستان میں دیکھائی ہے تو وہ اُس رتبہ کے پھر حاصل کرنے کے قابل نہ بن گئے جو ان کے ہاتھ سے جاتا رہا ہے۔ غرض کہ مسلمانوں کو اس قسم کی تعلیم کی ضرورت ہے جس کے ذریعہ سے وہ زندگی کی کشمکش میں اپنی محصور قوموں سے بدلتے ہوئے ہندوستان کی دوسری قوموں نے عموماً اس تعلیم پر قناعت کی ہے جو سب کا ہی کالجن یا اوسمی قسم کے دوسرے کالجن میں دیکھائی ہے اور اب اس بات پر غور کرنا کہ آیا ہم اس سے زیادہ تر عمدہ تعلیم کا بندوبست کر سکتے ہیں یا نہیں اس کا نفرنس کا کام ہے۔

میرے نزدیک یہ امر ناممکن نہیں معلوم ہوتا ہے اس بات کی شکایت بنام ہے کہ ہندوستان میں تعلیم سے اس کا مقصد حاصل نہیں ہوا ہے۔ سرکاری عمدہ دار اس امر کی شکایت کرتے ہیں کہ ان کے ماتحت بعض باتوں میں اپنے والدوں کی بہ نسبت کم لیاقت رکھتے ہیں۔ اور یہ کہا جاتا ہے کہ ہمارے بی۔ اے اور ایف۔ اے میں ہمت اور استعدادی اور اپنی ذات پر بہرہ ور رکھنے کی خصلت موجود نہیں ہے۔ فوج میں انگریزوں کی زبان سے اس بات کا سننا کوئی

غیر معمولی بات نہیں ہے کہ تعلیم ہندوستان کے حق میں ایک وبال ہوئی ہے، میں یقین کرتا ہوں کہ تعلیم جو کسیدر جلد ہی کے ساتھ وارد کی گئی ہے اس سے یہ مراد ہے کہ ہماری تعلیم و تربیت سے طالب علموں کو وہ لیاقتیں اور صفقتیں حاصل نہیں ہوتی ہیں جو ایک عمدہ سپاہی بنانے کے واسطے ضروری ہیں۔ ان شکایتوں کا خلاصہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہماری تعلیم کے ذریعہ سے تمام قوتوں کو کامل تربیت حاصل نہیں ہوتی ہے اور ہمارے بی۔ اے اور ایف۔ اے صرف کتابی علم میں ہوشیار ہیں۔

اب کاروبار زندگی کی کامیابی کتابی علم پر بہت کچھ منحصر نہیں ہے۔ بلکہ جسمانی قوت اور اپنی ذات پر بہرہ رسد رکھنے اور عام معاملات کے سمجھنے کی لیاقت کے باعث زندگی میں بہت کچھ کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ لیکن یہ وہ صفقتیں ہیں جنکو ہندوستان میں تعلیم کے ذریعہ سے مطلق ترغیب نہیں ہوتی انگریز بلحاظ علمیت کے کوئی بڑا درجن نہیں کہتے ہیں۔ لیکن بلاشبہ ان میں وہ صفقتیں موجود ہیں جنکے ذریعہ سے کاروبار زندگی میں کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ یہ صفقتیں سلطنت انگریزی کے قائم کرنے میں بڑی نمود کے ساتھ ظاہر ہوئی ہیں۔ اور یہی صفقتیں اب بھی دنیا کے ہر ایک حصہ میں جہاں کہ انگریز اپنا واسطے دولت جمع کر رہے ہیں ظاہر ہوتی ہیں۔ ایک لڑکا تو ایمریکا یا اسٹریلیا میں کاشتکار یا کانکن ہو سکے واسطے مدرسہ کو چھوڑتا ہے۔ دوسرا ہندوستان یا ایفریقہ کو آتا ہے اور ایک صوبہ پر حکمرانی کرتا ہے اور تیسرا ایک بڑے کارخانہ یا کوٹھی کا اہتمام لیتا ہے بلاشبہ ان پیشہ کی ٹیکنیکل تعلیم وہ شے نہیں ہے جس کے ذریعہ سے انگریز اپنے ہمجندوں سے سبقت لی جاتی ہیں۔ کوئی لڑکا انگریزی مدرسہ میں کاشتکار یا کانکن یا تاجر کا

پیشہ نہیں سیکھتا ہے اور ایک صوبہ کے گورنر ہونے کا تو کیا ذکر ہے۔ انگلستان کے پبلک اسکول اور یونیورسٹی کے انتظام کے باعث سے ایک لڑکے کے اس مادہ کو کہ اپنی ذات پر بھروسہ کرنا چاہیے بہت کچھ ترغیب ہوتی ہے اور اسکی غامض بہت زیادہ ہو جاتی ہے۔ اب بین زمین نیا لکھا کہ یہ کانفرنس اس سے زیادہ اور کوئی کام کر سکتی ہے کہ وہ اسوہ مند ترقی کو دریافت کرے۔

(۱) یہ کہ انگریزی طریقہ تعلیم کی وہ کونسی خوبیاں ہیں جنکے باعث سے ان میں بہا صفتوں کو ترقی ہوتی ہے۔

(۲) یہ کہ وہ اس بات کو دیکھے کہ آیا ہم انکو ہندوستان میں اپنے طریقہ تعلیم پر پیکر کر سکتے ہیں یا نہیں۔

میں یقین کرتا ہوں کہ اکثر انگریز مندرجہ ذیل تین صفتوں کو بطور ادون اجزاء کے منتخب کریں گے جنہیں انکی تعلیم فوقیت رکھتی ہے۔

(۱) طریقہ بورڈنگ ہوس۔

(۲) دلیرانہ جسمانی ورزشیں اور کھیل۔

(۳) کلب اور سوسائٹی جو غور اور خیال کے مادہ کو ترقی دین۔

(۱) بلحاظ طریقہ بورڈنگ ہوس کے میں یقین کرتا ہوں کہ جو نوجوان شخص ایک جگہ رہتے ہیں وہ ایک دوسرے کی عقل کو ترقی دیتے ہیں اور کوئی رعب جو معلم اپنے طالب علموں پر حاصل کر سکیں اس رعب سے مقابلہ نہیں کر سکتا ہے جو انکے خاص ہم عصرون کی پبلک اور زمین سے پیدا ہوتا

ہے۔ مین یقین کرتا ہوں کہ کسی کالج یا اسکول کے ڈائریکٹر علانیہ اپنے طالب علموں کے درمیان اس پبلک اوپینین پراثر ڈال سکتے ہیں لیکن وہ ہمیشہ ضرورت میں اور ترغیب کا اثر ہوگا نہ کہ علانیہ حکومت کا اور اسی بات کے لحاظ سے پروفیسر وین یا ماسٹروں کے ایک عمدہ اسٹاف کا کرنا نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ ایک بورڈنگ ہوس میں یا دوسرے مقامات پر پبلک اوپینین کی مہمائی کے واسطے ایک قسم کی اعلیٰ وجہ کی خصلت کی ضرورت ہے۔

(۶) میرے نزدیک جسمانی ورزشوں اور کیلون سے دو طرح کے فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ اول توازن کے باعث سے نہایت صحت بخش مشق جو جسم کو دیبا سکتی ہے حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ لڑکے ایک کیل کی خوشی اور جوش میں بہ نسبت اسکے زیادہ تر نکان اور سخت برداشت کرینگے جیسے کہ وہ صرف تفریح کی خاطر برداشت کرینگے۔

دوم یہ کہ دلیرانہ کیلون کے ذریعہ سے بہت سی بیش بہا خصلتیں حاصل ہوتی ہیں۔ جیسی کہ دلیری۔ چالاکی اور جسکو میں روزمرہ کی گفتگو میں مستعدی کے لفظ سے ظاہر کر سکتا ہوں یعنی بہت جلد فیصلہ کرنیکی لیاقت جو فوراً عمل میں لائی جاوے۔ نیز کیلون کے باعث سے تربیت کی اطاعت کی تعلیم ہوتی ہے۔ کیونکہ اس قسم کی اطاعت تمام کیلون میں جو متفقہ کارروائی پر منحصر ہیں لازمی ہیں۔ آخر کار کیلون کے ذریعہ سے ایک لڑکا اپنے ہاتھ سے کام لینا سیکھ جاتا ہے جو کہ ایک ایسی مستعدی ہے جو ہندوستانیوں میں بہ نسبت انگریزوں کے عموماً کم پائی جاتی ہے۔

(۳) جرنیخو کو (افسوس کے ساتھ) افسور ڈیا کیمرج کی عقلی زندگی کے کمال کی یاد ہے وہ کلبوں اور سوسٹیٹیوں کے فوائد کی کم قدری نہیں کرینگے۔ یہ ایک صفت شاید ہماری انگریزی

یونیورسٹیوں کی۔ ہے نہ کہ ہمارے پبلک اسکولوں کی۔ لیکن میں یقین کرتا ہوں کہ ہر کیف کیمبرج میں یہ بات صحیح ہے کہ یہ سوسیٹیاں کسی اور چیز کی بہ نسبت اس دماغ کو وسعت دینے میں جو ابھی ان کے ہونے سے بیدار ہوا ہو زیادہ تردد دیتی ہیں۔ جو شخص آپ میں سے انگریزی طریقہ سے واقف نہیں ہیں ان کو میں اس بات کی مثال دینے کی غرض سے جس سے میری مراد ہے ہندو سوسیٹیاں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ جو بمبئی اننگلو انڈین کالج میں موجود ہیں اور یہاں کہ انہوں نے جو بیسٹھ پرترقی پائی ہے جیسے کہ انگلستان کی سرزمین میں۔ (۱) ایمان ایک عربی کلب لجنہ الادب کے نام سے قائم ہے جس کا مقصد اسکے ممبروں کو عربی زبان کی روزمرہ گفتگو سے واقف کرنا ہے۔ مجھکو شبہ ہے کہ آیا یونیورسٹی الہ آباد زبان عربی کی کامل واقفیت کو ترغیب دینے کی واسطے اس قدر کوشش کرتی ہے جیسے کہ یہ سوسیٹی جسکو خود طالب علموں نے قائم کیا ہے اور وہ اس کا اہتمام کرتے ہیں۔ (۲) اخوان الصفا ایک سوسیٹی مذہبی۔ اخلاقی اور عام مضامین پر ایس سے لکھنے کے واسطے ہے۔ اگر میں اپنے زمانہ طالب علمی کو ٹھیک ٹھیک یاد کر سکتا ہوں تو ایک نوجوان شخص اس ایس سے کے طیار کرنے میں جسکو اسکے ہم عصرین گے اور اوپر مذہبی کرینے بہ نسبت اور کسی مضمون کے بہت زیادہ محنت کر لگا۔ یونین کے حالات سے آپ کی قدر واقف ہیں جو فائدہ مباحثوں سے حاصل ہوتا ہے وہ صریح ظاہر ہے۔ لیکن یونین ایک ایسا کلب بھی ہے جو اخبارات اور دیگر بین خرید کرتا ہے اور ایک لڑکے کے حق میں واقعات روزمرہ سے کی قدر واقف حاصل کرنا یقیناً نہایت مفید ہے۔ اگر عام مثال صحیح ہو تو اس شخص نے جو ہر ایک بات سے کی قدر واقف ہوا اپنی نصف تعلیم پورے کر لی ہے نیز اس کالج میں اس قسم کی سوسیٹیاں خیر خواہ

قوم کی موجودہ بین جکا منشا مسلمانوں کے فائدہ و نفع کی واسطے کیسے قدر کرنا ہے۔

اب اگر میری قیاس صحیح ہے کہ انگریزی طریقہ تعلیم کی خاص خوبیاں ان تین باتوں میں شامل کیجا سکتی ہیں تو میں خیال کرتا ہوں کہ ہم مسلمانوں کی تعلیم کو ترقی دینے کی واسطے سوڑا بہت کر سکیں گے اگر ہم ان کو اس تعلیم کے ساتھ پیوند کر سکیں جو ہندوستان میں دیجاتی ہے۔ لیکن آپ کو معلوم ہوا ہوگا کہ جو فواید میں نے بیان کیے ہیں ان کے حصول کی واسطے یہ امر لازمی ہے کہ ہر ایک اسکول یا کالج کے ساتھ جو آپ تعمیر کریں ایک بورڈنگ ہوس متعلق ہو کیونکہ ان طالب علمین کو درمیان جو صرف درون میں کالج میں پڑھنے کیلئے آتے ہیں بلکہ اوپن میں زیادہ تر گزرو رہتی ہے اور ان کے اوقات فرصت کی نگرانی کرنا ناممکن ہے اور شاید یہی وہ وقت ہے جب میں بیشتر ان کی مصلحت قائم ہوتی ہے۔

لیکن اگرچہ میں ایک عمدہ بورڈنگ ہوس کو بطور ایک نہایت زبردست تعلیمی ذریعہ کے سمجھتا ہوں تاہم مجھ کو یہ بھی یقین ہے کہ اسکو کامیابی کے ساتھ چلانا سب سے زیادہ مشکل کام ہے سب سے پہلے آپ ایک زرکشیر کے صرف کرنیکی ضرورت ہے اور ہندوستان میں لڑکوں کے والدین کو جنوز یہ بات معلوم نہیں ہوئی ہے کہ ایک عمدہ تعلیم میں زرکشیر صرف ہوتا ہے کیونکہ اگر کسی بورڈنگ ہوس کا انتظام مناسب طور سے کیا جاوے تو اوس میں اس قدر بہت سارے یہ صرف ہوگا جسکا براہ راست امتحان کے نتیجوں پر کچھ اثر نہ ہوگا جو فیس طالب علم بابت خوراک اور تعلیم اور مکان کے ادا کرتے ہیں اس سے وہ تمام اخراجات ظاہر نہیں ہوتے ہیں جو کالج اور انکی خاطر برداشت کرتا ہے چنانچہ اس کالج میں ایک ایسا عالم اور متقی شخص مقرر کیا گیا ہے جس کا

خاص مذہبی فرض مذہبی معاملات میں طالب علموں کی رہنمائی اور نگرانی کرنا ہے۔ ایس کیا تم میں سے کوئی شخص ایسا ہے جسکو یہ یقین ہو کہ اس بزرگ کا کام ایسا ہی ضروری نہیں ہے جیسا کہ پروفیسر کا۔ تاہم اوہی تعلیم و تربیت سے امتحانات یونیورسٹی کے نتیجوں پر اظہار کوئی اثر پیدا نہ ہوگا۔ اگرچہ ان کے درمیان تفاوت بہت زیادہ ہے تاہم یہی بات جسمانی ورزش اور قواعد کے اوس معلم کی نسبت کہی جاسکتی ہے جو حال میں بیان مقرر کیا گیا ہے۔

لیکن دوسرے یہ کہ آپ کے بورڈنگ ہوس کے اہتمام کے واسطے لائق شخصوں کا بہم پہنچانا نہایت دشوار ہے۔ بد قسمتی سے ایسے مسلمان بہت کم ہیں جنہوں نے ایک بڑے بورڈنگ ہوس کے انتظام میں تجربہ حاصل کیا ہو اور جب تک اوہی تعداد زیادہ نہ ہو اسوقت تک میں یقین کرتا ہوں کہ آپ کا کام بغیر انگریز پرنسپل کے نہ چل سکیگا لیکن ہر ایک انگریز بلکہ سٹوڈنٹ میں سے ایک انگریز یہ کام نہ دے سکیگا اور میں یقین کرتا ہوں کہ آپ کے بورڈنگ ہوس کے واسطے لائق شخصوں کے بہم پہنچانے کی دشواری ضروری روپیہ کے فراہم کرنے کی دشواری کی نسبت زیادہ تر ہے۔

جو کچھ میں نے اسوقت تک کہا ہے اگر آپ اس سے اتفاق کریں تو آپ سمجھیں گے کہ میں کیوں یہ خیال کرتا ہوں کہ علی گڑھ کالج قریباً ہندوستان میں صرف ایک ہی کالج ہے (جو عام پبلک کیواسٹے کہلاتا ہے) اور جو معقول اصول پر قائم کیا گیا ہے۔

لیکن اب بھی بہت کچھ کر نیکو باقی ہے اور کوئی شخص یہ نسبت ہمارے جو یہاں کام کرتے ہیں اس بات کو بخوبی نہیں سمجھتا ہے کہ ہماری تعلیم اب بھی ناکام ہے تاہم میں یہ



دعویٰ کرتا ہوں کہ سچن اینگلو اوزٹیل کالج کے ٹرشی رویہ کے نمونے اور ناکافی اسٹاف کی وجہ سے  
مجموعہ مہینہ تاہم انہوں نے اس اصول کو تسلیم کر لیا ہے کہ کامل تعلیم تمام قوتوں کو تربیت دینا ہے  
اور انہوں نے اس خیال کے پورا کرنے کے واسطے کیس قدر کوشش بھی کی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ جس حالت میں کہ یہاں ایک کم دبش کابل تعلیم کا نمونہ موجود ہے تو ہم کس طرح  
پراسکو ہندوستان میں بھیل سکتے ہیں تاکہ تمام مسلمان اُس سے فائدہ اٹھا سکیں۔

ہندوستان کے مختلف حصوں میں اس ڈھنگ پر دوسرے کالجوں کے قائم کرنے کے واسطے  
کوشش کرنے سے کسی قسم کے فائدہ کے حامل ہونے کی توقع نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ بات معلوم  
ہو گئی کہ یا تو مسلمان اس قدر محتاج یا اس قدر بے پرواہ ہیں کہ وہ اس کالج کی تکمیل نہیں کر سکتے ہیں۔

پس وہ ایک دوسرے کالج کی تکمیل کیونکر کر سکیں گے۔ اگر اس قسم کی کوششیں کیجا دیں گی تو ادن کا  
نتیجہ یہ ہوگا کہ اس قسم کے اسکول یا کالج قائم ہو جاویں گے جو غالباً قریب ترین سرکاری مدرسہ سے  
نہایت کمتر درجہ کے ہونگے اور میں یہی آپ سے اس بات کا اشارہ کر چکا ہوں کہ مسلمانوں کو ایک

ایسی تعلیم کی ضرورت ہے جو اس تعلیم سے زیادہ تر عمدہ ہو جو معمولی سرکاری کالجوں میں دی جاتی ہے  
پس ہم کو لازم ہے کہ اس کالج کے فائدہ مندوں کو ہندوستان کے ہر ایک صوبہ میں بھیلادین اور

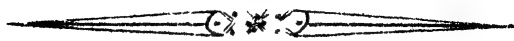
اوسکو اس طرح پر وسعت دین کہ اس میں ہندوستان کے منتخب مسلمان شریک ہوں اور اگر ہر ایک

صوبہ سے نوجوان مسلمان یہاں آویں گے تو انکو وہ تمام فوائد حاصل ہو گئے جو انکو اس وقت حاصل  
ہوئے جبکہ ایک پرائونشیل کالج ان کے درمیان قائم کیا جاتا۔

لیکن آپ یہ دریافت کریں گے کہ ہم کس طرح پر نوجوان مسلمانوں کو صوبہ بجات دور دراز سے علی گڑھ

میں آنے پر مایل کر سکتے ہیں میرا جواب یہ ہے کہ ہم کو اس کالج کو پورا کرنا اور اسکو درست دینا چاہیے۔  
 یہاں تک کہ ہم بیان نہایت وسیع اور نہایت کامل تعلیم دے سکیں جس کی کہ ہندوستانیوں میں بجاتی ہے  
 اس وقت اگر یہ بات معلوم ہوگی کہ محمدن اینگلو اورٹھیں کالج میں تعلیم و تربیت پانے سے اس کے بہ  
 زندگی میں کامیابی کی زیادہ تر توقع ہے تو بہت جلد "اعلیٰ علم" لکھیں گے۔ لیکن جھوٹا یہ  
 اون کی سکونت کے انتظام کی شکل میں آویگی۔ کیونکہ میں خیال کرتا ہوں کہ مسلمان عام ہنر  
 انسان کی بہ نسبت بہبودی کی اصل اسید کی جانب سے زیادہ رہے۔ پروانہ میں اگرچہ صاف صاف  
 یہ بات ظاہر کر سکیں کہ ایک عمدہ تعلیم سے بخوبی فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اور عمدہ تعلیم کے ذریعے  
 دولت اور سوشل عزت کا راستہ ملتا ہے تو طبعاً اس علم فاصلہ بعد سے اسکو حاصل کر سکیں گے۔  
 اسطے یہاں آویں گے۔

پس میں نہایت سچائی اور التجا کے ساتھ آپ سے یہ استدعا کرتا ہوں کہ آپ اس کالج کی تکمیل  
 ایک ایسے طریقے میں شروع کریں گے جو اون بڑی امیدوں کے جن کے ساتھ وہ قائم کیا گیا ہے  
 اور ہمارے مسلمان بھائیوں کے سخت ضرورت کے موافق ہو۔



اسکے بعد مولوی حسن علی صاحب المعروف بہ محمدن مثنوی کھڑے ہوئے اور مذیل پیچ کی۔

**پیچ مولوی حسن علی صاحب**



جناب صدر انجمن صاحب۔ اس رزلویشن کے متعلق کچھ میں آئیے کھانا چاہتا

ہوں۔ اگر کوئی بات نامناسب ہو تو معاف فرمائے۔ حالت یہ ہے کہ مسلمانوں کے تفریق کا بہت بڑا سبب نفسانیت ہے۔ اس درجہ نفسانیت بڑھ گئی ہے کہ کوئی کام مسلمان یکجا نہیں کرتے۔ اسکول میں سارے ہندوستان میں انس سے ملتا ہوں۔ ایک مسئلہ جماعت کا ہے ایک مسجد موجود ہے پوری بھری نہیں ہے اسکو پھوڑ کر ایک ڈیڑھ اینٹ کی مسجد ضرور بنائیں گے ایسا بیچ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو کیا ہو گیا کیونکہ مسلمانوں کی ترقی ہوئی۔ لوگ علیحدہ تشہیف لائے۔ کالج دیکھا بورڈنگ دیکھا۔ بہت اچھا۔ بہت اچھا۔ نامتام ہے۔ پورا کرو۔ نہیں۔ یہ نکرنگے دل میں سوچتے ہیں کہ ایک ایسا ہی بورڈنگ ہم بھی بنائیں گے۔ ایک بادشاہ کے ارد کے کی برات نکلی۔ فخر نے اپنے بیٹے کی ہی برات اکالی گھوڑ پر بٹھلایا۔ ٹم ٹم بجاتے سارے شہر میں گھمادیا۔ لوگوں نے کہا کہ بادشاہ کی طرح حٹا نہ تھے۔ جواب دیا کہ ہمارے دل کا حوصلہ تو نکل گیا۔ یہی حالت قوم کی ہے۔ بھاگلپور کا ایک واقعہ سنا تا ہوں۔ گورنمنٹ اسکول نہایت عمدہ موجود۔ مسلمانوں کو شوق ہوا کہ ایک محمدان اسکول قائم کریں۔ بڑے بہاری تختہ پر بڑا سا نام لکھ کر لگا دیا۔ روپیہ تو تہا نہیں ادھر ادھر کے طالب علم دس پانچ روپیہ پر بلا لیے نتیجہ یہ ہوا کہ لڑکے راتے ہیں۔ نہ پڑھائی ہوتی ہے نہ تربیت۔ والدین سے کہتے ہیں ہمیں گورنمنٹ اسکول بھیجو۔ یہ نہیں ہوتا کہ روپیہ جمع کر کے ہائی اسکولیشن دین۔ کہتے ہیں کہ بات ٹھیک ہے لیکن دل کا حوصلہ کیسے نکلے گا۔

ان صاحبو۔ مذہب کی تعلیم کا مسئلہ میں سمجھ نہیں سکتا۔ یہ خیال غلط ہے سب لڑکے مولوی نہیں ہو سکتے اور نہ یہ لازم ہے کہ ہر مسلمان فقہ جانتا ہو۔ دین اسلام ایک آسان

نہ مہربان ہے ایسا نہ ہے کہ عرب کے بارہو تین دن میں جاکر چلے جاتے تھے اور ہم سے  
 اچھے مسلمان تھے۔ دل و جان اسلام پر فدا کر دینا لے تھے۔ یہاں مسئلہ بنادینے لگا کوئی کام  
 مسلمانوں کی بہتری کا نہ کریں گے۔ کوئی بہار میں ایک مولوی صاحب مت سٹل بنایا تھے۔  
 قوم میں لڑائی کرادی میں نے کہا مسئلہ کیا ہے کیا ایک کی رائے ہے کہ نماز میں ٹما چھوڑا ہے  
 اور دوسرے کی رائے ہے کہ نمونہ کر نماز پڑھو۔ معاصیو کیا یہی مذہب ہے۔ مذہب و جمہور  
 میں ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ دل میں اللہ کی ست بڑیا سی ہے۔ پس میں نے  
 خیال کے بالکل مخالف ہیں جو اس کالج کو سید احمد کالج سمجھتے ہیں۔ سید صاحب کا  
 کالج انہیں ہے قوم کا کالج ہے۔ انہوں نے خدمت کی ہے خدا کرے محمود بھی ویسی ہی کریں  
 اور ان کا بیٹا بھی ویسی ہی خدمت کرے۔ سب لوگ انکے مددگار ہوں۔ لیکن بالفعل زبان  
 حال سے بوجھنگ ہوس پکار رہا ہے کہ ہماری دیوار میں باقی ہیں۔ اسٹریچی ہال کہاں ہے  
 کہ ہماری قوم میں بات بہت ہے اور کام کم ہے۔ رہا دین کا جوش وہ تو مٹا پھوس ہو رہا ہے  
 یعنی مسجد پر پھوس کا چھپر پڑا ہوا ہے۔ مدرسۃ العلوم میں دور دور سے لڑکے آتے  
 ہیں اور چہ کرو مسلمانوں کا ایک اکیلا کالج لیکن مسجد نامکمل۔ کیا ہوئی تمہاری غیرت۔ چوٹے چوٹے  
 مدرسے ضرور قائم کریں گے کیا ضرور نہیں کہ عصبہ کے الگ الگ مدرسے ہوں کیا علی گڑھ کے  
 بھم دے پر بیٹھے رہیں۔ کمان علی گڑھ۔ کمان پنجاب۔ یہ خیال نہایت دھوکے کا خیال ہے۔  
 اب ریل کی بدولت کوئی جگہ ایک دوسرے سے دور نہیں۔ ریل کی آمد نے علی گڑھ کو ہر جگہ  
 سے نزدیک کر دیا۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ مگر اس قومی کالج کو مکمل بنائیں لیکن محض بات بنانے سے

کچھ نہیں ہوتا قوم کے لیے کچھ سیکر فیائس کرنا چاہیے۔ اگر فٹ کلاس کے آئینوالے تہذیبین سفر کریں اور کہیں کہ جو کچھ بھیگا وہ علی گڑھ کالج کو دینگے۔ اگر ایسا خیال پیدا ہو جاوے تو انشا اللہ بہرہ دیکھو کہ لیا ہوتا ہے۔ جو شخص کہ مسلمانوں کی بے سزائی پسند کرے وہ ہرگز مسلمان نہیں اور جو اس بے غیرتی کو پسند کرے اور سین کچھ حرارت اسلامی باقی نہیں۔ میں آپ صاحبوں سے عرض کرتا ہوں کہ اللہ اس کالج کو مکمل باد و اور اپنی قوم کی عزت غیر قوموں کے سامنے قائم رکھے۔

اسکے بعد مولوی مراد علی صاحب مدرس نیشنل گورنمنٹ ہائی اسکول پر سے اٹھتے اور ب ذیل ایسیج کی۔

## ایسیج مولوی مراد علی صاحب

جناب پریسیڈنٹ صاحب۔ کل جو یہ رزلٹیشن پیش ہوا وہ نامکمل تھا اسکی رفع حاجی اسماعیل خان صاحب کا رزلٹیشن تھا۔ جب اس رزلٹیشن سے پہلے پتیس ہونا تھا مگر وہ پیش نہوا۔ بس اب میں تجویز کرتا ہوں کہ جو لوگ موجود ہیں سب اقرار نامہ لکھیں اور سخت قسم ہو کہ وہ اپنی آمدنی کا ایک حصہ مسلمانوں کی تعلیم کیلئے دیا کریں۔

واضح ہو کہ انریبل حاجی محمد اسماعیل خان صاحب کا رزلٹیشن نمبر ۴ تھا جس میں یہ تحریر تھی کہ واسطے فراہمی چندہ تعلیم مسلمانوں کے ہر ایک صوبہ میں جدا جدا ایک کارکن کمیٹی بنائی جاوے تاکہ وہ مسلمانوں کی تعلیم کیلئے چندہ جمع کرے۔

اس رزلٹیشن کے پیش ہونے کا وقت ۲۸۔ دسمبر ۱۸۹۳ء بعد دوپہر کے قرار پایا تھا۔

لیکن اُس تاریخ اُسکے پیش ہونیکا وقت نہیں رہا تھا اور ۲۹- دسمبر ۱۸۹۲ء وقت صبح ۱۰ رزولوشن کے پیش ہونکی مقررہ بجلی تھی جس پر ایک بہت بڑی بحث ہوئی تھی۔ علیٰ ذیل حاکم جمعیہ محمد علی خان والا رزولوشن باتوی کر کے یہ رزولوشن پیش ہوا اور یہ غلاف مرضی آئی جس حاکمی محمد اسماعیل تھا ان صاحب کے بھی نہ تھا۔ پس مادی مراد علی صاحب نے اسی رزولوشن کے اول پیش ہونے پر ایشاہ کیا ہے۔

اسکے بعد علی محمد صاحب رئیس میرٹھہ کٹرے ہوئے اے۔ جب ذیل لفظوں کی پیٹیج علی محمد صاحب رئیس میرٹھہ



دوست آنست کو معایب دوست	ہمچو آئینہ ویر و گوید
نہ کہ چون شاہ باہنہ از زبان	پس سرخسہ موبجو گوید

بڑے بڑے فصیح و بلیغ لکچراروں کی موجودگی اور بڑے بڑے تقارگ ماسٹریکسروئی روئی افروزی کی حالت میں مجھ حسبے ناقابل ہیچمان شخص کو کسی امر میں گنگو کہنکی جڑ تاکری اپنہ انظار وقت اور مہمانی کیلئے گویا سفاکش کنی ہر لیکن حماقت شعار کہ ایک بانی کفر و بدعتی کو اندیشہ قومی خدمات میں نہ رٹ لینا ایک نہایت کمینہ اور خو غرض یا لسی ہے جسکو اگر انرا کسی غیر غیر مسلمان کا کام نہیں ہو سکتا اگر ہماری تقریر عالمانہ اور تحریر فاضلانہ نہیں۔ نہو (جسکو کہ ہر شخص ظاہر ہی نہیں بلکہ دل کے کاٹوان سے ایک نہایت دلچسپی سے سننے کیلئے تیار رہتا ہے) مگر سید ہے سادے لفظن اور ٹوٹے بھوٹے فقر و ن میں اپنے نفس مطلب کو بیان کر دینے میں مذکورہ بالا خیالات کیوجہ سے قاصر رہا بلا شک

قوم کے ساتھ ایک بڑی بدسلوکی ہے۔ پس اسی خیال نے مجھے اس بات پر مجبور کیا کہ میں ایسا انداز ہی  
 اور سچائی کے ساتھ اپنی ناچیز نراے کو آپ سب پر ظاہر کروں۔ اگرچہ چھوٹا منہ بڑی بات کی مصداق ہے۔  
 مجھے اس امر کا نہایت افسوس ہے کہ میں ایک ایسے ذی لیاقت۔ ذی علم۔ ذی وجاہت۔ ذی مرتبہ۔  
 بزرگ کی اسے۔۔۔ خدایا کرنے لگا ہوا ہوں جس کی راسے کو سلیم اور قابلیت کو ایک زمانہ ملنے  
 ہو سے ہے۔ وکون محسن الملک محمد بن الدولہ بناب مولوی سید محمد سی علی خان صاحب۔  
 بناب نے اپنی ابتدائی تقریر میں ابتدائی تعلیم کی حمایت کی ہے۔ حالانکہ اس امر کو خود تسلیم  
 کیے ہوئے ہیں کہ سب نہ فرما دہو سکتے ہیں نہ مجنون۔ یہ جرب مسلمانین عام طور پر ایسا باعث  
 جسکو جناب نے عشق سے تعبیر کیا ہے نہیں ہے تو کیا امید ہو سکتی ہے کہ ہم کسی عظیم الشان کام کا  
 بیڑا اٹھا کر کامیاب ہو سکتے ہیں۔ میرے ۶۰۔ میرے دوست مولوی بشیر الدین صاحب  
 کی سنی۔ لوشن۔ لینک قابل قد ہے جسکا ذکر تحمیں کے ساتھ لیا گیا ہے۔ مگر آج  
 ہی محسن الملک اسکی سرپرستی سے دست کشی کر لیں تو اس کے موجودہ کاموں میں جو اس وقت  
 بادی النظامین عمدہ معلوم ہوتے ہیں کتھہ غیر اطمینانی کی حالت پیدا ہو جاوے یا خود اظہر صاحب  
 کسی وجہ سے اٹا وہ کی منافقت گوارا کرنے پر مجبور ہو جاوے تو ہمیں بتا با جاوے کہ کتنے دنوں  
 تک پھر وہ مدرسہ چل سکتا ہے جبکہ عام لوگوں کو اسکی طرف مطلقاً توجہ نہیں۔ اور اگر ان کو نشین  
 بہزار وقت و دشواری اور بے امتیاجہ جہد سے چند سال گھسیٹ بھی لگیے تو کیا۔ جبکہ اسکے سرمایہ  
 میں کوئی معتبرہ رقم نہیں۔ مجھے مویان تعلیم اور فی معاف کرینگے اگر میں یہ کہنے کی جرات کروں کہ مکی  
 علیہ رحمۃ علیہ کو شششین قیام مدراس کی بابت ویسی بے سود اور بے نتیجہ ہیں جیسے کہ اس شخص

کی جو ایک ریتلے میدان میں چلاؤن سے دریا بہا دینے کیسے کر پا ہو۔ اگر وہ جی چاہوں ہر پانی بجائے ریگستان کے کسی تالاب میں ڈال دیاں۔ تو وہ کیا نفع لے رہا ہے؟ خدا کی قسم نہوگا مگر ان ایسا ہے کہ جو اس بات کو میٹ دے کہ وہ مشکل ہو جانے سے منع نہ کرے۔ نہیں۔ رہیگا۔ اور ضرور رہیگا۔ متفرق طور پر تو ان کو دفن کرنے والے حضرات اگر اپنی اسی قوت اسی جوش اسی ہمدردی سے ہیں کہ وہ منہ نہ کرے۔ بہت ہیں مدرستہ العدم جیسے اسلامی کالج کی مدد کرنے تو بلاشبہ۔ مسلمانوں کیلئے زیادہ مفید ہے۔ بخش مونا بر خلافت کے جواب ان کی ذات سے ہوا۔ میں کبھی تسلیم نہ کروں گا اور نہ کوئی شیخ لخواہ اس آدمی تسلیم کر سکتا ہے کہ ایک تاکا یا ایک تنکا ایک پکوانیج یا ایک سوڑے کے انبار کو اٹھا سکے جب تک کہ وہ زمین بہت سے تاکے یا تنکے شامل نہ کیے جاویں۔

**حضرات۔** انصاف کیجیے کہ اگر ہم آج ایک مکان کی بنیاد رکھنے کا خیال پیداکریں وہ بہتر ہے یا یہ بہتر کہ ہم اُس۔ دھوپ۔ بارش کی تکالیف سے بچنے کیلئے ایک ایسے مکان کی بنیاد میں مصروف ہو جاویں جسکی بلند عمارت۔ عالی شان دیواریں اُس جہت تک چہ پنجفے کے قریب پہنچی ہوں۔ جہاں شہتیر۔ کھیاں۔ رکھ کر صرف پاٹ دینا ہی رہ گیا ہو۔ میں نہیں سمجھتا کہ ہمارے سابق پریذنٹ صاحب نے کیوں سید محمود کو خوش قسمت کہا۔ جنکو ملکی سلطانی آگ مل گئی اور گیلی لکڑیوں کے جلانے اور دھونکنے اور آنسو بہانے اور قوم سے سخت و ناملاکیم الفاظ کے سننے کی نوبت نہیں آئی۔ اور کیوں مولوی بشیر الدین کو اپنے بزرگانہ استحقاق سے بد نصیب۔ آفت زدہ۔ سنت جان۔ وغیرہ وغیرہ۔ نہ کہا کہ جنہوں نے اُس کام کے لیے چند



غم سے کم ہمت باندہ رکھی ہے جسکی دشوار گزار گھاٹیوں اور بے انتہا صعوبتوں سے وہ  
 پیر فرات بھی عاجز و نایاب ہو کر گھبرا اٹھا ہے جس کے بڑے بڑے دولت مند فلک مرتبہ اشقی  
 باز و بنائے گئے ہیں جن کے نام نانی یا اسمائے گرامی آپ اپنے سامنے یا سروں کی دیوار  
 پر منقش دیکھتے ہیں۔ فقر و بالاسے کسی صاحب کو یہ سمجھنے کی اجازت نہیں ہے کہ وہ خیال کریں  
 کہ میں نے سید کو غیر مستقل۔ بے صبر۔ کم ہمت۔ کمزور۔ دل والا شخص سمجھ کر یہ کہا ہے  
 کہ وہ گھبرا اٹھے۔ اور یوں ہو گئے۔ بلکہ اس معنی کر کہا ہے کہ قوم کے بزرگوار دن نے انکی  
 مدد نہ کی۔ قوم کے حضرات نے ان کا ہاتھ نہ بٹایا۔ قوم کے اکابر وں نے باوجود اس قدر رشور  
 و شغب برپا کر نیکے تعلیم دلوانے پر اس قدر توجہ نہ کی جیسی کہ ضرورت تھی۔ یہ کیا امید کیجاسے کہ  
 چھوٹے چھوٹے اسکول خلی بنیادین ریت کے ٹیلے یا سطح آب پر لگی گئی ہیں قائم رہ سکیں گے  
 اگر ہم باعتبار فردم شمار سی مسلمانوں کے علم الاعداد کے ذریعہ سے سید کے معاونوں  
 کی تعداد بحساب فیصدی نکالیں تو ایسا چوتھا حصہ نکلیگا جسکو کہ ہم یہ کہہ سکیں گے کہ کچھ بھی نہیں  
 نکلا۔ پھر دوسرے لوگ کیا بھروسہ کرتے ہیں کہ ہم کوئی کالج یا یونیورسٹی قائم کر لیں گے۔ اسکول  
 سین مانتا ہوں کہ بغیر ادنیٰ تعلیم کے ہم مائی ایجوکیشن میں داخل ہو نیکے لائق نہیں ہو سکتے۔ اسلئے  
 ہمیں ضرورت ہے کہ ہم چھوٹے چھوٹے اسکول قائم کریں۔ مگر اس وقت جبکہ ہمارے پاس اس کے  
 قیام کے لیے کوئی معقول جاہد ہو۔ مستقل آمدنی ہو۔ اور گورنمنٹ بھی جواب دیدے۔ میرے  
 خیال میں متفرق کوششیں کر کے کامیابی کی امید رکھنی خواہ وہ اعلیٰ تعلیم کی تائید میں ہوں یا  
 ادنیٰ کی سرب میں کشتی چلائے۔ سمندر میں گھوڑے دوڑانے سے زیادہ با وقعت نہیں سمجھی

مجھے افسوس ہے کہ کمی وقت نے مجھے اتنا موقع نہ دیا کہ میں متفرق کوشش کے بے سود ہونے اور ادنیٰ تعلیم بحالت موجودہ کی مخالفت میں زیادہ بحث کر سکتا۔

اس کے بونٹشی نثار حسین صاحب سب اور سیر اپنی کرسی پر سے اٹھے اور حسب ذیل گفتگو کی۔

## اسپیج منشی نثار حسین صاحب اور سیر

حضرات۔۔ عالموں فاضلون اور نوابوں کے بھائیوں جیسے حقیر کم لیاقت شخص کا عرض کرنا کچھ وقعت نہیں رکھتا اور بجز جمع خراشی اس سے کچھ فائدہ مترتب نہیں۔ مگر جبکہ قوم میں اعلیٰ اور ادنیٰ کی تمیز نہیں اور یہ کانفرنس قومی کانفرنس ہے تو مجھے اپنے معزز اور بزرگ پر ایڈنٹ اور بزرگان قوم سے اسید ہے کہ دو منٹ کے واسطے مجھ ذلیل و خوار کو بھی عرض کرنی اجازت فرما دیں گے۔

رزویویشن نمبر ۷ کی عبارت کے معنی کیا ایسے مشکل ہیں جسکو مسلمان نہ سمجھتے ہوں کہ وہ اونکے حق میں کہا تک مفید ہے۔ مگر ہمارے پیر و مرشد سید صاحب نے جن تاویلات کے ساتھ اسکو پیش کیا ہے معلوم نہیں کہ اسکا کیا ماحصل ہے۔ مجھے اس سے اتفاق نہیں سرکاری اسکول مسلمان طلباء سے فیلنگ چین لیتے ہیں اور چھوٹے چھوٹے اسکول کا جاری ہونا مسلمانوں کی آبادیوں کے قریب کچھ فائدہ نہیں دیتا۔ رہا قومی کالج یا محمد کالج اسکی بیش بہا تعلیم کی خریداری کے لیے غریب مسلمانوں کی گرہ میں ایک پیسہ نہیں۔ اب فرمائے کیا کیا جاوے۔

وہ کونسی صورت ہے کہ غریب مسلمان نہ ہو اعلیٰ تعلیم۔ ادنیٰ ہی تعلیم سے مستفید ہوں۔ اگر کوئی تدریس نہیں ہے اور غریب مسلمانوں کو تعلیم کی چندان ضرورت نہیں تو ہمارے ہاوی۔ ہمارے رہبر ہم غریبوں کے بچوں کو جہاز میں بھر کر بدو دین کی آبادی میں اتار دیں۔ جہاں بدو او کی تربیت کریں اور اعلیٰ تعلیم کی معراج پر اون کو پہنچا دیں۔

یہ ماننا کہ یہ قومی کالج مسلمانوں کی اعلیٰ تعلیم کا مرکز ہے اور متفقہ کوششوں پر اسکی ترقی کا انحصار ہے لیکن کیا غریب مسلمانوں کی تعلیم کا مرکز ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ غریب مسلمانوں کو اپنے حرم پر افسوس ہے کہ اسکے خوان کرم سے اون کو ایک ٹکڑا ہی نہیں ملتا۔ پھر اگر وہ بیچارے اپنی سوکھی روٹی بھی نہ چبا دیں تو اور کیا کریں۔

دست من و دامن خیالات

چون دست نمی دهد وصال

اسکے بعد محمد یوسف خان صاحب رئیس قناتولی ضلع علی گڑھ کھڑے ہوئے اور حسب ذیل گفتگو کی۔

## ایسیج محمد یوسف خان صاحب

(\*)

صاحبان۔ ہم جس بڑی بحث میں پڑے ہیں وہ بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی ہے۔ اعتراضاً اپنی خواہشوں کے لحاظ سے ہیں۔ لیکن ہمارے قومی اجماع کے معیار پر مجموعی اغراض سے دیکھو تو ہر ایک چیز کی ضرورت ہے۔ اور فرقہ۔ اور پر فرقہ یعنی ادنیٰ تعلیم یا اور اعلیٰ تعلیم یافتہ۔ مجھے پہلے میرے معزز و مغرور قوم سید محمود نے بتایا ہے کہ علم منطق کی

یہ خوب ہے کہ اپنے دعویٰ کو ثابت کرے اگرچہ خلاف عقل ہو۔ آپ میری دلیل کو خلاف مدعا پاؤ گے تو مجھ کو نادان۔ اتمق قرار دینگے۔

جہاں سے چھٹے علماء قرار دے گئے ہیں کہ طلب الكل فوت الكل یعنی آدمی چھوڑا کہ وہاں سے لیسٹو بے تمامہ نپاوے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ اگر ہم سب اعلیٰ تعلیم کی جستجو کریں گے تو سب کمزور ہونگے۔ لیکن پسند فہم بین میں اپنی کلیہ کو اپنی دلیل کے خلاف اس کے مدلل کے ثابت کروں گا۔ ہر کمزور سے اپنی ہمت شکن کو شش کہ اعلیٰ تعلیم کو واسطے سہی کریں گے۔ تجربہ نے حکم کو ثابت کر دیا کہ سب اعلیٰ پر کامیاب نہیں ہونے اور کچھ لوگ پر کمزوری میں خواہ بلحاظ بلحاظ سامانی یا بے دماغی کے رہ جانے ہیں۔ جو حقیقت میں طلب الكل حصول کل نہوگا۔

بعض لوگ ان جلسوں کے بعد یہ کہتے ہیں کہ ہماری بات نہیں چلتی۔ اور وہ ہوتا ہی جو سرسید چاہتے ہیں۔ سچ ہے۔ اور یہی ہونا چاہیے۔ یہ کیوں۔ اردو ہماری زبان ہے ہر لفظ کو ہم سمجھتے ہیں۔ سب کچھ کہہ سکتے۔ لیکن کیا نہیں ہے۔ اعلیٰ تعلیم۔

اے حضرات۔ جو رزولوشن۔ تجویزین۔ گفتارین میسج و پاس ہیں اگر وہ ناقص ہیں اور وہ جمہور کی اسے کے خلاف ہیں تو اوہ میں قصور کس کا ہے۔ اپنا ہے۔ ہمارے رزولوشن کان میں کا طوائف مبہم ہے اور ہم معیار ہیں۔ عمدہ کسوٹی کہہ کر اگوتا۔ عمدہ حقائق سے روشنی ہوتی ہے۔ دوسرے تہر کی چوٹ کا نتیجہ خود ٹوٹنے کا باعث ہوتا ہے۔ اگر مطالب راجا وین تو ہمارے

اعلیٰ تعلیم یافتہ اعلیٰ فہم نمونے کا نتیجہ ہے۔ اردو ہماری مادری زبان ہے اور پھر اس کو ہم نہ سمجھے اور اوہ میں نہ ثابت کر سکے تو پورے نمونے کی دلیل ہے۔ جب ہم بے اعلیٰ کا ارادہ

کرینگے تو خود جزو کل حاصل نکلے گا۔ ضرور کچھ لوگ ادنیٰ پس انداز رہ جاویں گے۔

ابے جناب۔ اگرچہ طلب الکل فوت الکل ہی لیکن ہمارے واسطے طلب الکل حصول الکل کیونکہ ثابت کر سکیں۔ ہماری قوم کو ریفارم اعلیٰ اشخاص کی ضرورت ہے تو یحییٰ مین کیونکہ اسکو ہم پہچانیں۔ اسکی صورت یہی سب کو تعلیم دین چننا ایسے ہی ہو جاویں گے۔

اب دوسری مجبوری ناداری و ناتوانگری۔ اے صاحب اسی علاج کو تو ہم ہمیشہ جمع ہوتے دیکھو۔ ویلوشن ہماری کانفرنس کے وہ کیا کہتی ہے۔ وہ کہتی ہے۔ ناداروں کو وظیفہ دو اور انکو چھوڑتے یہی علاج ہے کہ بوٹونین سے کندن نکال سکیں۔ ایک تو ہم ہمکو چکا چوندہ دے۔ یہی ہے جس کے ہاتھ مین کلکتہ۔ سے کالکتا تک ریل ہاتھ مین ہے مگر یہ نتیجہ اعلیٰ ریفارم زن کا ہے جس کا حوالہ سید محمود دے چکے ہیں۔ (منقول از نوشتہ دست اسپیکر)

اس کے بعد حافظ محمد حاجی صاحب رئیس مارہرہ اپنی کرسی پر سے اٹھے اور حسب ذیل اسپیکر کی۔

اسپیچ حافظ محمد حاجی صاحب رئیس مارہرہ

۰\*۰

کل جو مضامین پیش ہوئے جو کچہ سید نے ارشاد کیا اور جو کچہ نواب محسن الملک نے فرمایا اسکی تعریف اور توصیف میری زبان نہیں کہہ کر سکوں۔ لیکن مجھکو یہ عرض کرنا ہے کہ اعلیٰ تعلیم اور ادنیٰ تعلیم دو چیزیں ہیں۔ اعلیٰ تعلیم سو قوت تک ممکن نہیں جب تک ادنیٰ تعلیم نہ ہو۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے کالج کرنا جاوے لیکن جب تک چھوٹے چھوٹے مدرسے نہ قائم ہو گئے شوق

کیونکہ ہوگا اور اعلیٰ تعلیم کے لائق لڑکے کیونکر تیار ہو سکیں گے۔ علاوہ اسکے غریب لڑکے اس کالج کے مصارف کے متحمل نہیں ہو سکتے ان کے لیے چھوٹے مدارس بنانا بھی ضرور ہیں۔  
اس کے بعد مولوی بشیر الدین صاحب ڈیڑھ سائیم لکھنؤ اپنی کرسی پر کھڑے ہوئے اور حسب ذیل پیسج کی۔

## پیسج مولوی بشیر الدین صاحب ڈیڑھ سائیم لکھنؤ

اس کا تقریر کا جو رد لیوشن نمبر ۶ پر ہوئی ماحصل یہ ہے کہ مدرستہ العلوم کی تکمیل ہونا چاہیے۔ میں اس کو دل سے چاہتا ہوں کہ جلد گاہ کالج نہ بنے لیکن ابتدائی تعلیم کے حصہ سے محکوم اختلاف ہے۔ سید صاحب کا اعتراض یہ ہے کہ لائق مدرس نہیں ہوتے لیکن گورنمنٹ اسکولوں میں بھی سوائے ہیڈ ماسٹر کے کوئی لائق نہیں ہوتا۔ سید صاحب خود تسلیم کرتے ہیں کہ مسلمانوں کو جو شغب نہیں ہوتا۔ پس جب تک لڑکے میں جو شغب پیدا ہو اُس وقت تک تو کمین بھیجنا چاہیے۔ کیا وجہ ہے کہ علی گڑھ کے تعلیم یافتہ ریاضی میں فیل ہوتے ہیں۔ اس کا سبب نقص طریقہ تعلیم ہے۔ جب لڑکا پندرہ برس کی عمر میں تیسرے درجہ تک نہ پہنچ سکا پھر کیا تعلیم پائے گا۔ میری رائے میں ضرورت کے موافق تعلیم دینا چاہیے۔ یہ کہنا کہ ابتدائی مدارس میں کوئی لائق ثابت نہیں ہوا غلط ہے۔

ضیا الدین جو ایف اے میں بی کورس میں اول ہوا ابتدائی اسکول کا پڑھا ہوا ہر ابتدائی مدارس گویا علی گڑھ کالج کے ایجنٹ ہیں۔ مثل کالیستھ کانفرنس کے جسکی شاخیں جا بجا ہیں۔

یہاں بھی کوشش کرنا چاہیے کہ علی گڑھ صدرہو اور ابتدائی مدارس ہاسکی شاخیں۔

اس کے بعد شیخ غلام حیدر صاحب سوداگر گجرات اپنی کرسی پر سے کھڑے ہوئے اور جب ذیل ایسیج کی۔

## ایسیج شیخ غلام حیدر صاحب سوداگر گجرات

رزولیوشن نمبر ۱۰ متعلق اعلیٰ تعلیم کے تھا اور سین اوئی تعلیم کی چیئر جیڑنا حق شروع ہوئی سیّد صاحب کا یہ خیال ہے کہ جو مسلمان اپنی پیدروی کے خیال سے چھوٹے چھوٹے مدرسے قائم کرتے ہیں وہ مفید نہیں اور یہ واقعی درست ہے۔ میرا ذاتی تجربہ ہی۔ گجرات میں چند خیر خواہوں کو اوٹنگ پیدا ہوئی کہ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنائیں۔ کرایہ پر مکان لیکر مدرسہ کھول دیا۔ بارہ سو روپیہ جمع کیا۔ وہاں سرکاری ڈشن اسکول موجود تھے مگر بچے ہی بدرستہ کھولا۔ تیس روپیہ ماہوار چندہ ہوا اور بہت لوگوں نے وعدہ کیا۔ یہ سب کارروائی سردار محمد حیات خان بہادر کے سامنے ہوئی۔ اُستاد کے لیے اشتہار دیئے۔ پندرہ روپیہ پرائٹرنس پاس شدہ اور دس پر ریاضی دان جنگلوکین نوکری نہیں ملتی تھی ہمارے مدرسہ میں بھرتی ہوئے۔ جب اسکول کھولا ڈیڑھ سولہ کے تعلیم پانے لگے۔ دو تین مہینہ تک بمشکل چندہ وصول ہوا۔ تین مہینے بعد سب نے انکار کر دیا۔ جو روپیہ جمع تھا وہ بھی خرچ ہو گیا۔ فیس لینا شروع کی چندے وہ لنگڑا آچلا آخر کو مدرسہ بند ہوا۔ کس قدر افسوس ہے کہ اس بارہ سو روپیہ میں ہم تین چار بی اے یا ایم اے بناتے تو کس قدر مفید ہوتا۔ میں امید کرتا ہوں کہ ہماری

طرح کوئی غلطی نہ کرے۔ جہاں سرکاری ملازس موجود ہیں وہاں کچھ انتظام کی ضرورت نہیں۔  
اس کے بعد مولوی محمد حشمت الداسکویرسی ایس اپنی کرسی پر سے اٹھے اور حسب  
مندرجہ ذیل گفتگو کی۔

## ایمپچ مولوی محمد حشمت الداس صاحب

جناب صدر انجمن۔ رجحان مزاج یک سو میلان بزم آرائے سخن یک طرفہ بنات  
مقام کا اندازہ وہی شخص کر سکیگا جسکو یہ خیال ہوگا کہ ہادی قوم کی طرف سے اٹھ کر خواہیدگان قوم  
کو ضلالت عام ہے کہ اے اہل اسلام آؤ اور قیوم تنزل کی قسمت کا فیصلہ دیکھتے یا کہ اہل بزم  
جمع ہر زبان حال و حال سے پونچھ رہے ہیں اور شتاق آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں تحریروں  
میں اس فیصلہ کا نشان نہیں۔ تقریریں اس مزہ سے خالی کہ وہ کانفرنس میں اتنی صورتیں  
حیرت زدہ لبث شکل تصویر۔ مگر ہاتھ غیب کی صداکین نہ ہاں ہیں اور نہ وہاں۔ چپ و راست سے  
شور بل میں مزید۔ مگر ادب آموز و جدان سلیم مہربان۔ ہاں کیوں نہ ہو۔ اسرار عالم کون و فساد کے  
کلیات کا تعقل ایک منبع خاص چاہتا ہے ورنہ نحن اتوب من جل الوریڈ کا اذعان اور یہ سحر  
مصدق قد ضاع البصر یہ سب متغذرات ہادی النظری افتراق امکان وجوب سے متعلق ہیں  
ماہرین باوقار اگر بصیرت سلیم سے کام لیں تو اہل نظر اس ہی کہہ کے کندہ دن پر وہ فیصلہ خون دل  
سے لکھا ہوا دکھلا دیں بہر حال یہ غوامض اون دلوں کے لیے ہیں جنکی آنکھوں کے سامنے مظاہر  
حال سے بڑھ کر مقامات استقبال کی ظلمتیں نقش ہو چکی ہیں ہم کو چشم حال سے دیکھنے والوں کے



لیے اُن عوامل سرمدی کے آثار کی ایضاح منظور ہے جن کے عمل الی الابد من الازل ہر گردش  
 اور ہر دور قرن میں یکساں مستوی ہیں معلم المعالم افلاطون اپنے قول میں بالکل حق بجانب ہے کہ  
 باعتبار نشو و نما عقل و اخلاق عالم انسان ایک موجود وحدانی ہے گو اتساع افراد بہ اوقات  
 مختلفہ او سکو مختلف بقصاریف الہیہ اور کرتار ہے مگر اود کے ملکات انسانی ہر نوبت میں اور  
 علی الہ و ام کسی نہ کسی نفس عالی میں مضمین اور مستقر ضرور رہتے ہیں بناءً علیہ اگر وہ نفوس قدسی  
 جو معاشرت آفرین اور معاشرت آموز رہ گئے ہرگز وسطی ہوئی تو وہ تشکیل دینے والے نفوس جنہیں  
 اُن کے کمالات آثاری کا جلوہ ہے کمان میں مشعلی جب مواد مشتعل کو تحلیل کرتے ہیں تو اُن  
 مشتعل اور محترق مادوں کو ہوائے مقارن میں بہ تغیر اشکال پاتے ہیں تعجب ہی اگر اُن غالب  
 قوتوں کے صرف عمل کے بعد جو مادہ کی طرح انعدام محبت قبول کر تین اہل نظر کو تلاش محل  
 نہیں ہوتی اہل نیرم تشریف لاوین اور استمراق سماعت فرماوین بزرگان دین کے مزاروں سے  
 اصول شرع کے اشاروں سے صدائیں آرہی ہیں اُن پاک قوتوں کے تصرفات حنیفی کا  
 مہبط اس قرن میں یہ ہی وجود مقدس ہے جسکو زبانوں سے سید القوم کہتے ہوئے فخر ہے  
 مگر دلوں میں اتباع احکام کی توفیق و قوت مفقود اگر حاضرین باعکین اصول معاشرت کے مہمات  
 سمجھتے ہیں تو یہ بھی بیان اُن کے تصفیہ قسمت کا فتویٰ ہے یہی ضرورت اتباع قری تفصیل  
 حکمت نظام تالیفی کا خلاصہ ہے مگر افسوس انسانی نفس خود بین و خود نما اس انقیاد تمیزی کا  
 متحمل نہیں ثواب خیال و اعمال ایک زمانہ معتد بہ کے انقضاء پر منحصر ہے ورنہ کیا معنی ایک  
 ثلث صدی فریاد و فغان کرتے گذری اور آج ہمدردان قوم کو مزاج پُرسی وقت کی نوبت آئی

بیشک نظریہ اصول ممکنات یہ ہی ہونا چاہیے تھا واقعات امکانی ضروریات اضافی سے ہیں  
 جو ہوا اسکے خواہ نہیں سکتا تھا جہاں امتداد زمانہ ایک شرط ضروری ہو کوئی صداقت قبل  
 از وقت ہو نہیں سکتی لاریب زمانہ اپنی رفتار حوادث کو انسانی خواہش بن کے تابع نہیں کرتا  
 عمر انسانی میں بشرط حالات موجودہ اگر چاہیے زمانہ بلوغ میں قیدیت اور عدیت ہو جائے  
 ناممکن ہے۔ ہاں سیاست قہری اس زمانہ کی ابتدا اور انتہا میں تعمیل اور تاخیر کی قابلیت  
 رکھتی ہوگی وہ معدوم اور اسلیے خاج از مبحث چار و ناچار۔ آفتخ بما حضریہ عمل کرنا چاہیے۔  
 خدا اس حرکات کے منشاء اور حیثیت اسلامی کے اس ممکن کو دائم و قائم رکھے۔ میں جستجو  
 اتمام تملق یا بی راہ روی سے ڈرتا ہوں اسی طور اظہار حق میں شہکم بھی ہوں محض جس مسئلہ  
 کی تائید کے منتظر ہوئے اسکے حل عقد کے لیے اس امر کا ارسام اونکے دلون پر ایک  
 واجبات مقاصد سے جانتا ہوں اس مرتبہ دلائل کے یقینی ہونیکے لیے براہین میں ریاضیات  
 کو زیادہ دخل دیا گیا ہے۔ لہذا الحمد کہ قوم کے ہادی کا بقاء وجود ثبات قوم اور ترقی تعلیم کیلئے  
 بدیہی ضروریات ریاضیہ سے ہے اجناس موجودات عالمی سے سوافل تک کوئی واقعہ بی رعایت  
 اصول نہیں ہوتا اور ہر واقعہ کا دور اور تسلسل قانون قدرت کے وجود وحدت کا خیال دلاتا ہے  
 مثلثات قائم الزوایا کے اضلاع میں مثلاً ایک خاص نسبت ہند سے پانچ بعد شک نہیں رہتا کہ  
 طول وتر کیا ہوگا کہ ارض مہر و ماہ میں ایک خاص نسبت محل پا کر حکم کسوف و خسوف میں شک  
 واقعی نہیں رہتا حالات انسانی ہوانہ میں مقارنات غنصری کا نتیجہ ہیں کیا ایک امر ظنی اور غیر متیقن  
 میں عاشا شرم حاشا خلقت الانسان فقد سراجسام انسان اور اون کے طبعی میلان انہیں

مادہ سے اور قوتوں کا جز و نقل میں پھر کیا وجہ کو ششیں ہوتیں ہیں جانفشتیان کی جاتی ہیں مگر  
 حالات ایک خاص روش پر ہیں انکی رفتار میں تغیر نہیں کیا اسلئے کہ حالات ہی آثار قانون کی طرح  
 تغیر پذیر نہیں۔ حاشا و کلا۔ ترتیب عمل بدلی۔ اختلاف نتائج کا ضامن قانون قدرت۔ ورنہ بغیر  
 دستور قوت اور پھر امید تغیر نتائج۔ یہ دو تین ساطیر فطرت کی نادانی کا خمیازہ ہیں۔ امور تعلیم اعلیٰ  
 اصلاح پذیر ضرور ہیں۔ مگر حل مشکل سے پہلے ہم کو اس امر کی تحقیق کرنا ضرور ہے کہ اس وقت  
 مادہ قوم کس درجہ پر صلاحیت پذیر ہے۔ اور کون کونسی قوتیں اس پر اپنا عمل کر رہی ہیں۔ وجود  
 انسان کوئی مضغہ بے حیات نہیں۔ بنی نوع انسان ہمیشہ اپنے طبعی میلانوں۔ اور خارجی قوتوں  
 کے عملوں کے تابع ہیں۔ بے قیود خارجیہ بشری تقاضاؤں کے مغلوب رہتے ہیں۔ اور باقیہ  
 خارجیہ ان طبعی میلانوں کی توجہ۔ فی جہۃ العاقل رہتی ہے۔ قرن متداولہ میں قیود خارجیہ  
 کو سیاست قہری سے قوت مستعار ملتی جاتی ہے۔ اس لیے ضرور ہے کہ قوم کے ہر فرد کا  
 رجحان طبعی اس طرف ہو۔ خیال الملوک ملوک النیال۔ مگر معمولات قوت جس قدر مرکز عمل سے جدا  
 ہونگے انکی حرکت بظنی اور ضعیف رہیگی۔ سلطنت حال مقارنات متعدی فی العمل کا ایک مجموعہ  
 ہے۔ اس کے عمل جہان جہان اثر کریں گے ایک حرکت پیدا ہو کر رہیگی۔ اس حرکت کو اپنے قابو میں  
 لانا ہادیون کا کام ہے۔ افراد یا معمولات میں ایک رعایت ربط باعث تالیف نظامی ہوگا۔ ورنہ  
 ہر فرد کے حرکات میں ایک انتشار اور ان کے رفتار میں ایک اضطراب امر ناگزیر ہے۔ اس کا  
 روکنا ایسا ہی ناممکن ہے جیسا ان افراد میں ایک صلاحیت نظامی پانا۔ ہر فرد معمول مقدم  
 اور موخر اپنی اپنی خواص محلی لیے ہوگا۔ ایسی نازا شیدہ افراد بے عنان سے ان عادتوں

اور اخلاقون کی امید رکھنا بس پر قوام قوم کا انحصار ہے ایک خیال باطل ہے۔ اس نتیجہ میں ہر متحرک بالارادہ کو ایک ہوا کے توفیر ہی لابد ہے۔ مگر بقلۃ الحقی کی طرح کوئی گویہ بندہ۔ کوئی ساحل ساحل متفرق۔ ایسے نامہوار اجزاء متفرق کی قوم کی شکل میں شیرازہ بندی شاید خدای کا کام ہے۔ تعلیم اعلیٰ اور اصلاح پذیر سی کا تو کیا ذکر۔ جسم نامی اجزاء منتشر کر کے جوڑنے سے نہیں بنتا۔ او میں ایک سویرائی قلب یا مرکز نظام کی ضرورت ہوتی ہے۔ غذا اور خون لینے کیلئے دیگر اعضا کو اس سویرائی قلب اور مرکز نظام کا محتاج ہونا چاہیے اس مقام پر یہ امر دلچسپ اور اچھی طرح سے منتشر ہو جانا چاہیے کہ دھل خارجی اور خود اعلیٰ میں کیا فرق ہے۔ ان میں وہ ہی نسبت ہے جو نسج اور تربیع میں ہے یعنی جو پیوند لگانے اور بننے میں فرق ہے۔ تعلیم اعلیٰ جو اخلاقی تربیت کے بعد اور اس کے ساتھ ہوا ایک کام کی چیز ہے در نہ شرابیوں کے ہاتھ میں تلوار دیدینے کے برابر ہے۔ وہ تعلیم جو قوت مصلحہ کا کام دے ایک بڑے زمانہ کے بعد میسر آتی ہے۔ ورنہ وہ تعلیم جو آج کل کا بلوں میں دیجانی ہے ہرگز یہ فائدہ نہیں بخشتی اگر یہ ہوتا تو ہر ان ملک کو آج عنان تعلیم رکھنے کی ضرورت نہ پڑتی بے استواری اخلاق محمودہ اس تعلیم سے جو اعلیٰ کمالی جاتی ہے جمل ہزار گونہ بہتر ہے ہاویان قوم جس تعلیم کو ہر جگہ اور ہر ہاتھ میں ہونے سے منع کرتے ہیں وہ اسی غرض سے ہے کہ مبادا وہ الزام جو دوسری قوم کے تعلیم یافتہوں پر ہے آئندہ اہل اسلام سے بھی منسوب نہ کیا جاوے۔ ورنہ پسندیدہ ادیبوں کی نگرانی میں اگر ایسی تعلیم ہو کہ ہر کوچہ بازار میں ہو چشم مار و شن ول ماشاد۔ رہی تعلیم معاد اور اسکی فکر ان تمام تعلیم معاش وہ گواہ اس موقع پر ضامن چھڑ گئی ہے

مگر اذ کے متعلق تھوڑا کنفا ضرور معلوم ہوتا ہے۔ اس کی تکمیل بحث سے اس لیے ڈر معلوم ہوتا ہے کہ عوام بھی اس تقریر کو دیکھیں گے اور ڈر ہے کہ کانفرنس مورد الزام نہ بنے۔ اتنا کہتے ہی چارہ نہیں کہ الدین والملک تو امان کوئی شریعت بے توسل سلطنت قوت نافذہ حاصل نہیں کر سکتی اور اس لیے بحث پیدا ہوتی ہے۔ کہ وہ آئین جو مالکوں کے ہاتھ سے ملکوں کے ترکہ میں آیا ہے بے مساعت سلطنت کب تک اور کمان تک اپنے عمل قائم کہہ سکتا ہے حقوق عباد کا تصفیہ جب شریعت کے ہاتھ سے نکلے قانون سیاست کے ہاتھ میں پہنچا تو ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ علم ضوابط جسکو قواعد و شریعت کہتے ہیں جو حقوق کے نفاذ اور حفاظت کے لیے ہر کمان تک دیکر رہتا ہے ہاں وہ چند مراعات جو شعار قوم و ملت و نیز اخلاق و ذمہ سے متعلق ہیں و رد عمل زمین مگر صرف اُنکے لیے طلبا کا ناقابل ہاتھوں میں ایک مدت دراز تک چھوڑا جائے اور ان کی خاطر سیدان آزمائش میں طلبا کی رفتار کم کرنا قرین مصلحت معلوم نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ ہر سلسلہ معاد کا دوسرا سرا اُس حلقہ معاش سے منظم ہے جس کا مرتبہ مدارج نظام میں اگر ادا نہیں تو اول ضرور ہے۔ قلت فرصت اجازت نہیں دیتی کہ اس بحث کو اس موقع پر پورا کیا جائے ناچار دعائیل مرام ختم کی جاتی ہے۔ باقی اپنے موقع پر۔ رب قدیر جب تک بیت المقدس اور کعبہ خلیل زیارت گاہ زوار رہیں۔ یہ مدرسہ یہ کانفرنس اور یہ جلسہ قوم کے قصے فیصل کیا کرے اور جسطرح سینٹ اور کونسلوں کو اپنے حکم کے نفاذ کا اختیار ہے اس جلسہ کے فتوہ کو وہی قوت اور سہولت نفاذ میسر ہو۔

اس کے بعد سید محمد محمود اسکویہ بیر سٹریٹ لا کھڑے ہوئے اور حسب مندرجہ ذیل گفتگو کی۔

## پیچ سید محمد محمود بیرسٹریٹ لا

(۱) \*

جناب صدر انجمن۔ جسوقت میں آج اس جلسہ میں داخل ہوا میرا خیال تھا کہ  
 رزولوشن نمبر ۷ کی نسبت یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ قوم کی قسمت کا فیصلہ کرے گا اب تک اسکا  
 فیصلہ ہو گیا ہو گا لیکن میرے ایک دوست نے مجھے اطلاع دی کہ اسی فیصلہ نہیں ہوا اور یہی موقع  
 اُسکے فیصلہ ہونیکا ہے۔ اسلئے میں نے غلات توقع دو منٹ گفتگو کرنے کا ارادہ کیا ہے۔  
 میرے بہت سے اُجانبے مجھے یہ کہہ کر کہ ان نقشہ جات کے دیکھنے سے جو میرے کل  
 کے لکچر کے متعلق ہیں اور جو اب تک اس ہال میں لگے ہوئے ہیں مسلمانوں کو اس قدر رنج ہوا ہے  
 کہ اُنکے دل اندر وہ ہو گئے ہیں اور وہ نہیں سمجھتے کہ ان کو کیونکر توقع ہو سکتی ہے کہ وہ ایسے  
 کامیابی حاصل کرینگے جیسی ہمارے ہندو بھائیوں نے حاصل کی ہے۔

اے صاحبو۔ ان نقشہ جات کے مرتب کرنے سے میری یہ غرض نہیں ہے کہ ہم  
 ہندو بھائیوں کی ترقی کو دیکھ کر کچھ حسد یا کینہ یا اون پر رشک کریں۔ بلکہ میرا مقصد اپنی قوم کی  
 اپنی ترقی کیلئے ہمت بند ہانا اور اونکو غبطہ دلانا ہے۔ جو فرق مسد اور غبطہ میں ہے اسکی حقیقت  
 جناب صدر انجمن نے بتا دی ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ جو ترقی ہندو بھائیوں نے کی ہے بہت اچھا  
 ہوا اور خوب ہوا چشم مار دشمن دل ماشاد۔ مگر ہم یہ آرزو کرتے ہیں کہ ہماری قوم بھی ایسی ہی  
 ترقی کرے اور خدا کرے کہ وہ کرے۔

مگر اے دوستو ہرگز یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ کثرت سے انگریزی دان مسلمانوں کی تعداد بڑھنے

میں قوم کی حالت نہایت ناگوار تھی۔ ہرگز نہیں۔ میں نے مختلف ملکوں کو دیکھا ہے۔ مدراس، بیسویں، بمبئی، وہاں بہت سے ہندوستانی انگریزی بولتے اور انگریزی سمجھتے ہیں۔ قلی۔ دوکاندار، ہٹل والے۔ سب انگریزی دان ہیں۔ اس قسم کی لیاقت حاصل کرنے سے کیا قوم کی حالت تبدیل ہوگی۔ ہرگز نہیں۔ اسوقت ضرورت اعلیٰ تعلیم کی ہے۔ اگر کوئی شخص قطب صاحب کی لاٹ (جو دہلی میں ایک نہایت مشہور و معروف عمدہ و سنگین بہت باریک مینار ہے) قائم کرنا چاہے اور سرکنڈے کے موندیوں کو اوپر تلے رکھتا جاوے تو اون سے وہ لاٹ نہیں قائم کر سکتا۔ عمارت کی مضبوطی کے لیے اسکی بنیاد کا مضبوط ہونا۔ اسکے مصالح کا عمدہ ہونا اور اسکی بنانے میں اسکے مہار کی اعلیٰ لیاقت کا ہونا ضرور ہے۔ قوم کی حالت بھی مثل ایک عمارت کے ہے۔ ہماری ہیبت دی کہی نہیں ہو سکتی جب تک کہ ہم ایک مضبوط بنیاد پر ایک عمدہ اور مضبوط خوبصورت عمارت نہ بنائیں۔ چھوٹی موٹی تعلیم سے کچھ فائدہ ہوگا جب تک ایسے لائق لوگ ہم میں نمون جیسے ہمارے معزز دوست مسٹر شاہدین ہیں جنہوں نے نہایت قابلیت سے گزشتہ رات کو لکچر دیا اور اس کا نہایت عمدہ اثر ہوا۔ آپ ملاحظہ کیجئے کہ وہ زمانہ جاتا رہا جب حضرت والد ماجد اور نواب محسن الملک کچھ ہی پکاتے تھے۔ ان نقشوں کے بنانے سے اتنا فائدہ ہوا کہ لوگوں نے ہندوستان میں اشاعت تعلیم انگریزی کی حالت اپنی آنکھ سے دیکھ لی۔ بیشک سُرخ لکیر جو آسمان تک پہنچی ہوئی ہے وہ ہمارے ہندو بہائیوں کی ترقی تعلیم کی ہے اور جو سبز لکیر زمین پر پڑی ہوئی ہے وہ ہماری قوم کی تنزل تعلیم کی دلیل ہے۔ مگر کیا اوسکو دیکھ کر ہکمو مایوس ہو جانا چاہیے اور کیا کوئی مسلمان مایوس ہو سکتا ہے۔ کیونکہ

مایوسی دین اسلام کے برخلاف ہے اور پست جہتی ہے۔

اے صاحبو۔ اُس پاک تاریخ کا خیال کرو جب کہ اشاعت اسلام ہوئی تھی۔ وہ مکرر یاد کرو جبکہ اس بات کا فیصلہ ہونیکو تھا کہ اسلام رہے گا یا دنیا سے مٹ جائے گا۔ کیا عمدہ تاریخی واقعے جسکی مثال تمام عالم میں نہیں ہے۔ یہ وہ دن ہے کہ جب مسرور کائنات عایہ السلام سے اپنے ایک یار کے ایک غار کے اندر جا کر چھپے تھے۔ کیا اُسکی وجہ کچھ بزدلی تھی۔ نعوذ باللہ۔ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ اوسکی وجہ یہ تھی کہ اونکو اشاعت اسلام مقصود اور خدا کو منظور تھی ایک نیزہ کی بہال سے اسلام تباہ ہو جائیکو تھا جبکہ اوس یار نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کفار گمیرے ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ لا تحزن ان اللہ معنا۔ یہی آواز ہمیشہ ہمارے قانون میں گونجی چاہیے اور یاد رہنا چاہیے کہ ایسی نازک حالت میں بھی حبیب خدا نے فرمایا ہے کہ لا تحزن ان اللہ معنا پس اے حضرات ہلکو کہی مایوس ہونا نہیں چاہیے بلکہ کوشش کرتی چاہیے اور یقین رکھنا چاہیے کہ ان اللہ معنا۔

جبکہ اون لوگوں کی ایسی جہتیں جو اس رزولوشن پر اسپیج کر نیوالے تھے ہو چکیں تو سید احمد خان کٹرے ہوئے تاکہ وہ اپنی اخیر دلائل نسبت رزولوشن کے بیان کریں اور انہوں نے حسب ذیل گفتگو کی۔

اخیر اسپیش سید احمد خان

\*) (

جناب در انجمن۔ میں نہایت خوش ہوں کہ اس رزولوشن پر جسکو حقیقت



میں مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ سمجھتا ہوں نہایت عمدہ اور مفصل مگر دلچسپ بحثیں ہو چکی ہیں۔  
 میں نے اپنی تقریر کو وسعت دی تھی اور سلسلہ بیان میں چھوٹے چھوٹے اسکولوں کا بھی  
 ذکر آیا تھا۔ اس خیال سے کہ لوگوں کو معلوم ہو کہ میری مخالفت ان چھوٹے چھوٹے اسکولوں  
 کے قائم کرنے سے تھی اور ہے جو مسلمانوں کے بچوں کی تعلیم کو خراب کر نیوالے ہیں اور میری  
 یہ خواہش ہے کہ ایسے اسکول قائم ہوں جو ایک پختہ بنیاد ہوں اعلیٰ تعلیم کی عمارت کے لیے  
 جس تعلیم کی ضرورت شدید ہماری قوم میں ہے۔ مگر اس رزولوشن میں درحقیقت کسی اسکول  
 کے قائم کرنے یا نہ کرنے سے بحث نہیں ہے اور نہ اُس پر مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ منحصر  
 ہے۔ اس رزولوشن میں جس امر کا فیصلہ کرنا ہے وہ صرف دو امر ہیں۔

ایک یہ کہ درباب ترقی تعلیم و تربیت مسلمانوں کے جو کچھ اب تک ہوا ہے وہ محض ناکافی  
 ہے میں نہایت خوش ہوں گا اگر آپ سب صاحب جو قوم کی بہلائی کیلئے بیان جمع ہیں اور  
 تعلیم و تربیت کی ہر ایک چیز سے واقف ہیں یہ کہہ دیں کہ میرا خیال غلط ہے اور جو کچھ اب تک  
 ہو چکا ہے وہ کافی ہے۔ بس فراغت ہو گئی اور مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ ہو گیا۔

دوسرے یہ کہ اگر آپ صاحب پہلی بات کو تسلیم کرتے ہیں تو میں یہ کہتا ہوں کہ مسلمانوں  
 کی ترقی اعلیٰ تعلیم و تربیت پر منحصر ہے اور جب تک اعلیٰ تعلیم اور اس سے زیادہ تربیت کا  
 جمہوری متفقہ کوشش سے انتظام نہ کیا جاوے گا تو مسلمانوں کی ترقی تعلیم سے مایوس  
 ہونا چاہیے۔ اسی کے ساتھ میں نے اور نواب محسن الملک نے بتایا ہے کہ بالفعل  
 مدرسۃ العلوم مسلمانوں کی ترقی تعلیم کا ذریعہ ہے اسکو متفقہ کوشش سے پورا

کرنا چاہیے۔ میں نہایت خوش ہوں گا اگر آپ سے بزرگ اور عقلاً جو اس مال میں جمع ہوں کہ میں  
 کہ میری رائے غلط ہے اور مسلمانوں کی تعلیم کے لیے متفقہ کوشش کی ضرورت نہیں  
 ہے۔ پس مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ ہو جاوے گا اور بجوایں اراحتین میں سے ایک  
 راحت حاصل ہو جائیگی۔ اب تقریریں بخوبی ہو چکی ہیں اور نواب محسن الملک نے بڑی مہربانی  
 کی ہے اور تمام حالات ابتداء سے بیان کر دیئے ہیں اور اس لیے زیادہ گفتگو کی حاجت نہیں  
 اب ووٹ لیکر جو فیصلہ کرنا ہو کر دیکھئے۔

موجودہ ممبران میں سے ایک ممبر نے اظہار کر کہا کہ رزلوشن پر بالا اجمال ووٹ  
 لیے جاویں بلکہ ہر امر کی نسبت جو رزلوشن سے متعلق ہیں اور اس وقت بیان ہوئے ہیں  
 جدا جدا ووٹ لیے جاویں پریسیڈنٹ نے اسکو منظور کیا اور حسب تفصیل ذیل ووٹ  
 لیے گئے۔

اول۔ مسلمانوں کی ترقی تعلیم و تربیت کیلئے جو کچھ اب تک ہوا ہے وہ منحصر ناکافی ہے  
 تمام ممبران موجودہ نے بالاتفاق کہا کہ ناکافی ہے۔

دوم۔ مسلمانوں کی ترقی اعلیٰ تعلیم و تربیت پر منحصر ہے اور اگر اعلیٰ تعلیم کا اور اس سے  
 زیادہ تربیت کا جمہوری متفقہ کوشش سے انتظام نہ کیا جاوے گا تو مسلمانوں کی ترقی سے  
 مایوس ہو جانا چاہیے۔ تمام ممبران موجودہ نے بالاتفاق اس سے اتفاق کیا اور مسلمانوں کی  
 ترقی کو صرف اعلیٰ تعلیم ہونے پر تسلیم کیا اور اسکو بچی تسلیم کیا کہ بغیر متفقہ کوشش کے اعلیٰ تعلیم و  
 تربیت مسلمانوں کی ناممکن ہے سب کو متفقہ کوشش مسلمانوں کی اعلیٰ درجہ کی ترقی تعلیم اور

ترہیت میں کرنی چاہیے۔

تمام موجودہ بزرگوں نے خواہ مخواہ تھے یا وزیٹر اس بات کو تسلیم کیا کہ مدرسہ العلوم علی گڑھ ایسے درجہ پر پہنچ گیا ہے جو اعلیٰ درجہ کی تعلیم و تربیت کا ذریعہ ہو سکتا ہے اور سب نے اتفاق کیا کہ اس کی تکمیل پر ساری قوم کو متوجہ ہونا چاہیے۔ پس رزولوشن جو پیش ہوا تھا بالاتفاق پاس ہوا۔

الحمد کہ قوم کی قسمت کا عمدہ فیصلہ ہوا اب اگر متفقہ کوشش کیجاوے گی تو قوم کو نصیب بلاشبہ جاگ جاوین گے۔ واللہ المستعان۔

بالتحریر



هوالمستان

نقش جات

متعلق اسپج

نواب محسن الملک مولوی سید محمد یعقوب خان بہادر

در مطبع منفعیہ اسلام گاہ طبع شد

گوشوارہ اجمالی ملازمان سرکاری مندرجہ گزٹ بہ تفصیل ہندو و مسلمان

بموجب سول لسٹ ہائے سرکاری بابت اکتوبر ۱۹۳۱ء

صوبہ	تعداد		ٲٲٲ	فیصدی	
	مسلمان	ہندو		مسلمان	ہندو
مغربی شمالی داودہ ...	۴۳۹	۶۶۰	۱۰۹۹	۳۹۵۶	۶۰۵۱
پنجاب ...	۱۶۲	۳۱۲	۴۷۴	۳۴۵۲	۶۵۵۸
سینٹرل پراونس ..	۲۲۵	۶۹۶	۷۲۱	۳۱۶۲	۶۸۵۸
بنگلہ ...	۱۶۷	۱۱۹۰	۱۳۱۷	۹۵۷	۹۰۵۴
بکینی .....	۶۲	۹۳۸	۱۰۰۰	۶۵۲	۹۳۵۸
سندھ .....	۱۱۴	۲۰۶	۳۲۰	۳۵۵۶	۶۴۵۴
مدراکس .....	۳۸	۵۹۰	۶۲۸	۶۵۰۵	۹۳۵۹۵
آسام ...	۱۶	۱۹۹	۲۱۵	۷۵۵	۹۲۵۵
برہما .....	۱۸	۴۲۵	۴۴۳	۴۵۱	۹۵۵۹
میزن	۱۲۰۱	۵۰۱۶	۶۲۱۷	۱۹۵۳	۸۰۵۷

## نتیجہ سول لسٹ ممالک مغربی شمالی و اوڈھ اکتوبر ۱۹۳۳ء

ٹوپا ٹمنٹ	عمدہ	تعداد		سیران	فیصدی	
		مسلمان	ہندو		مسلمان	ہندو
سول سروس	سول سروس	۶	۷	۱۳	۲۶۱۵	۵۳۷۵۸
"	پروڈیسیل سروس	۴	۱	۵۰	۸۰	۲۰
"	انکوینڈڈ انفسر	۵	۶	۶	+	۱۰۰
"	عمدہ داران ریاست غیر	۱۱	۶	۱۷	۶۴	۳۶
لینڈ ریونیو	اسسٹنٹ ڈائریکٹر	+	۱	۱	+	۱۰۰
ایڈمنسٹریشن	جسٹس جیسٹریٹ	۵	۳	۸	۶۲۷۵	۳۷۷۵
ایڈمنسٹریشن	ڈپٹی کلکٹر	۸۴	۱۰۵	۱۸۹	۲۴۷۵	۵۵۷۵
	تحصیلدار	۱۲۹	۱۰۶	۲۵۵	۵۱۷۴۳	۲۱۷۵۷
جنگل	اکسٹرنل کنسروٹور	+	۶	۶	+	۱۰۰
انیون	اسسٹنٹ سب ڈپٹی کمشنر	۲	۱	۳	۶۶۷۷	۳۳۷۳
ڈاکٹرائٹ	سپرنٹنڈنٹ و انسپکٹر	۸	۵۳	۶۱	۱۳۷۱	۸۷۷۹
"	پوسٹ ماسٹر	۶	۳۶	۳۸	۵۷۲	۹۴۷۷
فنانس	ڈپٹی کمشنر جنرل	+	۱	۱	+	۱۰۰
جوڈیشل	جج ہائی کورٹ	۱	+	۱	۱۰۰	+
"	عمدہ داران قانونی	+	۱	۱	+	۱۰۰
"	جوڈیشل کمشنر اوڈھ	+	۱	۱	+	۱۰۰

فیصدی		میزان	تعداد		عمدہ	ڈپارٹمنٹ
ہندو	مسلمان		ہندو	مسلمان		
۷۵	۲۵	۴	۳	۱	ڈسٹرکٹ وکشن جج ..	جیو ویشل
۷۵	۲۵	۴	۳	۱	جج خفیفہ .....	"
۵۲	۴۸	۳۰	۱۶	۱۴	سب آرڈینیٹ جج ..	"
۶۳۶۲	۳۶۵۸	۱۰۳	۶۵	۳۸	منصف .....	"
۷۲۶۲	۳۷۶۸	۱۸	۱۳	۵	جیلر .....	جیل
۵۵۶۹	۴۲۶۵	۹	۵	۴	رجسٹرار .....	رجسٹریشن
۴۳	۵۷	۱۳۱	۵۶	۷۵	سپرنٹنڈنٹ و انسپکٹر	پولس
۸۶۶۶	۱۳۶۳	۱۵	۱۳	۲	انسپکٹر و پروویسور ..	تقسیم
۸۸۶۵	۱۱۶۵	۲۶	۲۳	۳	ہیڈ ماسٹر .....	"
۱۰۰	+	۲	۲	+	سول سرجن .....	میڈیکل
۹۱۶۵	۸۶۴۵	۷۱	۶۵	۶	اسسٹنٹ سرجن	"
۱۰۰	+	۶	۶	+	اسسٹنٹ و ایگزیکٹو انجینئر	پبلک ورکس
۷۸۶۳	۲۱۶۴	۳۷	۲۹	۸	سب اور سیر .....	"
۱۰۰	+	۵	۵	+	اڈیٹر و ایکزامنر .....	ریلوے
۱۰۰	+	۶	۶	+	اسسٹنٹ انجینئر ..	آبیاشی
۸۳۶۳	۱۶۶۷	۱۲	۱۰	۲	عمدہ داران ماتحت	"
۴۲۶۸۶	۵۷۱۴	۱۴	۶	۸	ڈپٹی مجسٹریٹ	"
۶۰۶۱	۳۹۶۹	۱۰۹۹	۶۶۰	۴۳۶	میزان	

## نتیجہ پنجاب سول لسٹ

اکتوبر ۱۹۲۳ء

ڈپارٹمنٹ	عمدہ	تعداد		میزان	فیصدی	
		مسلمان	ہندو		مسلمان	ہندو
سول سروس	ڈویژنل جج	۱	۱	۲	۵۰	۵۰
"	اسٹنٹ کشر	۲	۱	۴	۷۵	۲۵
"	اکسٹرا اسٹنٹ	۵	۶	۱۱	۲۵۶۵	۵۴۶۵
پرنسپل سول سروس	ڈسٹرکٹ جج	+	۱	۱	+	۱۰۰
"	اکسٹرا جڈیش اسٹنٹ کشر	۴	۵	۹	۴۴۶۴	۵۵۶۴
"	اکسٹرا اسٹنٹ کشر	۳۱	۴۷	۷۸	۳۹۶۸	۶۰۶۲
"	تحصیلدار	۴۹	۷۶	۱۲۵	۳۹۶۲	۶۰۶۸
جنگل	اکسٹرا اسٹنٹ کنسروپر	۲	۴	۶	۳۳۶۳	۴۴۶۴
نہک	سپرنٹنڈنٹ	۱	+	۱	۱۰۰	+
ڈاکخانہ	سپرنٹنڈنٹ	+	۵	۵	+	۱۰۰
"	ایگز امین	۱	۲	۳	۳۳۶۳	۴۴۶۷
"	پوسٹ ماسٹر	۳	۱۹	۲۲	۱۳۶۴	۸۴۶۴



طوپا گمنت	عمده	تعداد		میزان	فیصدی	
		مسلمان	ہندو		مسلمان	ہندو
ٹوکانہ	انسپکٹر.....	۴	۶	۱۰	۴۰	۶۰
تار برقی	ٹیلیگراف ماسٹر...	۱	۳	۴	۲۵	۷۵
نماشیل	اسٹنٹ اکوٹنٹ جنرل	+	۱	۱	+	۱۰۰
پیپر	یو۔ سی۔ ایس۔...	+	۱	۱	+	۱۰۰
جوڈیشل	جج خفیفہ.....	۱	۲	۳	۳۳۵۳	۶۶۴۷
"	منصف.....	۱۵	۶۸	۸۳	۱۸۷۱	۸۱۲۹
جیل	سپرٹنڈنٹ.....	+	۷	۷	+	۱۰۰
جسٹیشن	سب رجسٹرار...	۳۶	۴۰	۷۶	۴۷۳۴	۵۲۶۶
پولس	اسٹنٹ مسٹرک سپرنٹنڈنٹ	۴	۳	۷	۵۷۱۱	۴۲۸۹
تعلیم	انسپکٹر.....	+	۲	۳	+	۱۰۰
"	گروڈ سب آرڈینٹ سرس	۱	۱۱	۱۲	۸۷۳	۹۱۲۷
میزان		۱۶۲	۳۱۲	۴۷۴	۳۴۷۲	۶۵۲۸



# نتیجہ سول سٹ سنٹرل پرائونس

اکتوبر ۱۸۹۲ء

ٹاپ پوزٹ	نمبر	تعداد		میزان	فیصدی	
		مسلمان	ہندو		مسلمان	ہندو
سول سروس	کوچی کشتہ	۲	۱	۳	۴۴	۳۳
بندوبست	اسسٹنٹ مقرر بندوبست	۴	۱۳	۱۸	۲۲	۷۷
"	اسسٹنٹ کشتہ	۶	۵۸	۶۴	۹۳	۹۰
"	تجزیہ سیدار	۱۲	۳۲	۴۸	۲۵	۷۹
"	مصنف	۱۵	۲۸	۴۳	۳۳	۴۵
"	نایب تحصیلدار	۳	۱۸	۲۱	۱۲	۸۵
جنگل	کنسروٹر ورنیجر	۱۲	۱۹	۳۲	۲۲	۵۶
ایکائی	داروغہ	۵	۱۳	۱۸	۲۷	۷۲
جیل	جیلر	۱	۱۲	۱۵	۴	۹۳
پولس	انسپکٹر	۱۲	۱۰۹	۱۲۱	۲۲	۵۷
تعلیم	انسپکٹر و پروفیسر	۲	۲۰	۲۲	۹	۹۰
سیدیکل	اسسٹنٹ مہرجن	۴	۱۳	۱۳	+	۱۰۰
"	ہاسپٹل اسٹنٹ	۶۶	۹۶	۱۶۲	۲۰	۷۹
پبلک ورکس	اسٹنٹ انجینئر و اوسر وغیرہ	۱۱	۵۸	۶۹	۱۶	۸۴
میزان		۲۲۵	۴۹۶	۷۲۱	۲۲	۷۸

# نتیجہ بنگال سول سٹ

اکتوبر ۱۸۹۳ء

فیصدی		تعداد		عمومہ	توپا ٹنڈ
ہندو	مسلمان	ہندو	مسلمان		
۸۸ و ۹	۱۱ و ۱	۱۸	۱۴	۲	سول مہروس
۸۳ و ۳	۱۴ و ۷	۱۲	۱۰	۲	جنت مجسٹریٹ
۹۵ و ۱۳	۲ و ۱۵	۲۲	۲۳	۱	ڈپٹی کمشنر
۸۷ و ۷	۱۲ و ۳	۲۸۸	۲۵۳	۳۵	ڈپٹی مجسٹریٹ
۸۳ و ۷	۱۴ و ۷	۱۱۴	۹۵	۱۹	سب ڈپٹی کلکٹر
۱۰۰	+	۲	۲	+	ریجنل وغیرہ
۹۰	۱۰	۳۰	۲۷	۳	انسپکٹر وغیرہ
۳۰	۴۰	۵	۲	۳	سپرائز وغیرہ
۹۲ و ۷	۸ و ۳	۱۵	۱۲	۱	پوسٹا سر وغیرہ
+	۱۰۰	۲	+	۲	ٹیلیگراف ماسٹر
۱۰۰	+	۲	۲	+	سپرنٹنڈنٹ
۸۸ و ۷	۱۱ و ۳	۹۲۰	۵۵	۷	ججان پروجرہ
۹۷	۳	۲۹۲	۲۸۴	۸	منصف
۱۰۰	+	۱۲	۱۲	+	سپرنٹنڈنٹ
۷۲	۲۸	۵۴	۳۹	۱۵	رجسٹرار
۷۸ و ۹	۲۱ و ۱	۵۲	۴۱	۱۱	سپرنٹنڈنٹ انسپکٹر
۹۲ و ۴	۷ و ۴	۱۵۹	۱۴۷	۱۲	انسپکٹر اسٹاف تعلیم
۹۴ و ۲۴	۳ و ۷۴	۱۴۱	۱۵۵	۶	سول ایجنٹس و پائل سرجن
۱۰۰	+	۱۱	۱۱	+	انجینیر وغیرہ
۹۰ و ۴	۹ و ۴	۱۳۱۷	۱۱۹۰	۱۲۷	میزان

## نتیجہ کلبی سول سٹ

اکتوبر ۱۹۹۳ء

فیصدی		میزان	تعداد		عدد	ڈیپارٹمنٹ
ہندو	مسلمان		ہندو	مسلمان		
۷۶۶۹	۲۳۰۱	۱۳	۱۰	۳	کومیٹیڈ سول سروس	سول سروس
۱۰۰	+	۶	۶	+	کمشنر	لینڈ ریونیو
۹۰	۱۰	۱۰	۹	۱	اسسٹنٹ کلکٹر	اینڈ جنرل
۱۰۰	+	۲	۲	+	سٹی مجسٹریٹ	ایڈمنسٹریشن
۱۰۰	+	۱	۱	+	اسسٹنٹ ڈائریکٹر زراعت	
۹۰۶۷۷	۹۶۲۳	۶۵	۵۹	۶	ڈپٹی کلکٹر	لینڈ ریکارڈ
۹۸۶۹۸	۱۶۰۲	۱۶۶	۱۹۳	۲	محاملت دار	اینڈ
۱۰۰	+	۱۷	۱۷	+	مہیڈاکوٹمنٹ	ایگریکلچر
۹۳۶۷۵	۶۶۶۵	۱۶	۱۵	۱	ڈپٹی کنسروٹر	جنرل
۱۰۰	+	۲	۲	+	کلکٹر	انکم ٹیکس
۱۰۰	+	۲	۲	+	اسسٹنٹ کلکٹر	کسٹم
۱۰۰	+	۱	۱	+	اسسٹنٹ کلکٹر	ٹنک
۹۷	۳	۶۷	۶۵	۲	سپرنٹنڈنٹ ان پکچر ڈیپارٹمنٹ	ڈاکخانہ
۷۵	۲۵	۳	۳	۱	بیلیگراف ماسٹر	تاریق
+	۱۰۰	۱	+	۱	اسسٹنٹ اکوٹمنٹ جنرل	فنانس
۱۰۰	+	۱	۱	+	گورنمنٹ لائبریری	جودیشل

فیصدی		میزان	تعداد		عمده	پارٹمنٹ
ہندو	مسلمان		ہندو	مسلمان		
۹۹۵۷	۳۵۳	۳۰	۲۹	۱	افسران ہائی کورٹ ...	جوڈیشل
۹۳۵۳	۱۶۵۷	۶	۵	۱	بیچ ویشن جج ...	"
۹۳۵۷	۶۲۲	۱۲	۱۳	۱	جج فیفہ ...	"
۹۹۵۶	۵۸	۱۲۶	۱۲۵	۱	سب ریڈینٹ جج ...	"
۸۰	۲۰	۵	۴	۱	انسپکٹر ...	ریسٹریشن
۱۰۰	+	۱	۱	+	سپرنٹنڈنٹ ...	پولس
۵۸۵۵	۲۱۵۵	۵۳	۳۱	۲۲	انسپکٹر ...	"
۹۳	۷	۷۱	۶۶	۵	سپرنٹنڈنٹ انسپکٹر ...	تعلیم
۱۰۰	+	۸	۸	+	سول سرجن ...	میڈیکل
۹۷۷۷	۲۵۳	۲۲	۲۳	۱	اسسٹنٹ سرجن	"
۹۵۵۱	۲۵۹	۱۸۵	۱۷۷	۹	ہاپٹل اسسٹنٹ	"
۱۰۰	+	۳	۴	+	اسسٹنٹ سرجن	صفائی
۹۶	۲	۲۵	۲۴	۱	اسسٹنٹ ...	پبلیک
۹۱۷۷	۸۵۳	۲۲	۲۲	۲	انجینیران ...	ایبلک ورکس
۱۰۰	+	۱	۱	+	سپرنٹنڈنٹ گورنمنٹ پریس	متفرقات
۹۳۷۸	۶۵۲	۱۰۰۰	۹۳۸	۶۲	میزان ...	

# نتیجہ سندھ سول لسٹ

جولائی ۱۹۹۲ء

ڈپارٹمنٹ	عہدہ	تعداد		میزان	فیصدی	
		سلمان	ہندو		سلمان	ہندو
سول سروس	ایچ۔ ایو۔ سول سروس	۱	۱	۲	۵۰	۵۰
پولیس	نیٹواسٹنٹ	۴	۱	۱	+	۱۰۰
"	میرمنشی	۱	+	۱	۱۰۰	+
لینڈ ریونیو	ڈپٹی کلرک	۵	۶	۱۱	۴۵	۵۲
"	مختار کار	۱۱	۲۰	۵۱	۲۱	۶۱
"	ہیڈ منشی	۸	۴۲	۷۱	۱۱	۱۱
"	ریونیو سروس	۱	۳	۴	۲۵	۷۵
"	ہیڈ اکیونٹنٹ	+	۶	۶	۰	۱۰۰
جرولیشنل	گورنمنٹ پلیر	+	۲	۲	+	۱۰۰
"	رجسٹرار	+	۲	۲	+	۱۰۰
"	سب آرڈینٹ جج	۱	۱۲	۱۳	۷۷	۹۲
پولس	انسپکٹر	۱۲	۳	۱۵	۸۰	۲۰
"	چیف کانسٹیبل	۶	۱۲	۷۵	۸۱	۱۸
انوار تعمیرات	اکزیکوٹو انجینئر	+	۲	۲	+	۱۰۰
"	اسسٹنٹ انجینئر	۱	۱	۲	۵۰	۵۰
رجسٹریشن	انسپکٹر رجسٹریشن	۱	+	۱	۱۰۰	+
ترجمہ	مترجم	+	۱	۱	+	۱۰۰
نملک	سپرٹنڈنٹ	+	۲	۲	+	۱۰۰

نیاٹمنٹ		عمرہ	تعداد		میزان	فیسی	
			مسلمان	ہندو		مسلمان	ہندو
تقسیم	انسپکٹر	۲	۴	۸	۲۵	۷۵	
"	اسٹاف تعلیم	۲	۸	۱۰	۲۰	۸۰	
جنگل	کنسروٹیر	+	۲	۲	+	۱۰۰	
"	فارست ریجنر	+	۵	۵	+	۱۰۰	
"	فارسٹر	۱	۱۵	۱۸	۵۶۶	۹۴۲۲	
آگمانہ	انسپکٹر	۲	۲	۶	۶۶۵۷	۳۳۳	
یلو	ڈپٹی ٹرانسپورٹ	+	۱	۱	+	۱۰۰	
میدیکل جیل	سپرنٹنڈنٹ	+	۱	۱	+	۱۰	
صہائی	انسپکٹر	۲	۵	۷	۲۶۶۱	۷۱۵۲	
میسرین		۱۱۲	۲۰۶	۳۲۰	۳۵۵۶	۶۴۵۲	

## نتیجہ سول سٹ مدراس

اکتوبر ۱۹۰۳ء

سول سروس	انڈین ایسیجو ری سروس	۲	۶	۸	۲۵	۷۵	
لینڈ ریونیو	اسٹنٹ کمشنر	+	۳	۳	+	۱۰۰	
	ہیڈ سٹنٹ نوکلکٹر	۲	۲	۲	۵۰	۵۰	
اینڈ جیل	ڈپٹی کلکٹر	۵	۷۸	۸۳	۶	۹۴	
ایڈمنسٹریشن	محکمہ دار	۹	۱۴۳	۱۵۲	۵۵۹	۹۴۵۱	
ریونیو و بند بٹ	ڈپٹی کمشنر	+	۲	۳	+	۱۰۰	
"	اسٹنٹ کمشنر	+	۱	۱	+	۱۰۰	
جنگل	اکسٹرنل سٹنٹ کمشنر	+	۲	۳	+	۱۰۰	

فیصدی	میزان	تعداد		عمده	مبارکت
		مسلمان	ہندو		
۱۰۰	+	۱۱	۱۱	سپرٹنڈنٹ	کسٹم
۱۰۰	+	۲	۲	اسسٹنٹ کمشنر	ٹیک و بکری
۷۵	۲۵	۲	۳	سپرٹنڈنٹ	ڈاکخانہ
۱۰۰	+	۵	۵	اسسٹنٹ سپرٹنڈنٹ	ریونیو
۱۰۰	+	۲	۲	اسسٹنٹ اکاؤنٹنٹ جنرل	فنانس
۱۰۰	+	۲	۲	سپرٹنڈنٹ	"
۱۰۰	+	۲	۲	مجان ہائی کورٹ	جودیش
۱۰۰	+	۲	۲	عمدہ داران ہائی کورٹ	"
۱۰۰	+	۲	۲	ڈسٹرکٹ ویشن جج	"
۱۰۰	+	۱	۱	جج خفیند	"
۵۰	۵۰	۲	۱	پریزیڈنسی مجسٹریٹ	"
۱۰۰	+	۱۲	۱۲	سب آرڈینٹ جج	"
۹۹۵۱	۱۹	۱۱۱	۱۱۰	منصف	"
۱۰۰	+	۱	۱	سپرٹنڈنٹ	جیل
۱۰۰	+	۲۳	۲۳	رجسٹرار	رجسٹریشن
۵۰	۵۰	۲	۱	سپرٹنڈنٹ انسپکٹر	پوس
۹۵۵۷	۴۵۳	۹۲	۹۰	پرفیسر انسپکٹر	تعلیم
۷۵	۲۵	۲	۳	پریزیڈنسی سرجن	میڈیکل
۹۲۵۳	۷۷۷	۱۳	۱۲	اسسٹنٹ سرجن	"
۸۹	۱۲	۵۲	۴۵	ڈپٹی انسپکٹر	ٹیک



دپارٹمنٹ	عمده	تعداد		میزان	فیصدی	
		مسلمان	ہندو		مسلمان	ہندو
اسٹیشنری	اسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ	۴	۱	۱	۵	۱۰۰
پبلک ورکس	انجنیئر	۱	۴	۵	۲۰	۸۰
"	سپروائزر	۲	۸	۱۰	۲۰	۸۰
متفرقات	مترجم و رجسٹرار	۴	۶	۱۰	۴	۱۰۰
میزان		۱۲۸	۵۹۰	۷۲۱	۲۵.۵	۹۳۶۹۵

## نتیجہ آسام سول سٹ ۱۸۹۳ء

لینڈ لیونیو	اکٹر اسٹنٹ کمتہ	۳	۲۳	۲۶	۱۱	۸۱۱۵
اینڈ بزل	سب ڈپٹی کلک	۴	۱۰	۲۱	۱۹	۸۰۰۵
ایڈمنسٹریشن	تحصیلدار	۱	۲۶	۲۷	۳۵	۹۴۵۱
جنگل	اکٹر اسٹنٹ کنسرویشن	۴	۳	۴	۴	۱۰۰
ڈاکخانہ	اسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ	۴	۵	۵	۴	۱۰۰
جھوڈیشل	سب آرڈینٹ جج	۴	۱	۱	۴	۱۰۰
"	منصف	۱	۱	۴	۱۱	۸۸۵۴
رجسٹریشن	اسپیشل سب رجسٹرار	۴	۷	۷	۴	۱۰۰
پوس	انسپکٹر	۴	۳	۳	۴	۱۰۰
"	جمدار و صوبہ دار	۶	۲۶	۳۸	۱۲	۸۷۵۷
تعلیم	ڈپٹی انسپکٹر	۴	۴	۴	۴	۱۰۰
"	سید ماسٹر مانی اسکول	۴	۴	۴	۴	۱۰۰
"	ہیڈ ماسٹر نارمل اسکول	۴	۱	۱	۴	۱۰۰

فیصدی	میزان	نقد		عمده	ڈپارٹمنٹ
		مسلمان	ہندو		
۱۰۰	+	۲	۲	+	سرجن میجر
۱۰۰	+	۴	۴	+	اسٹنٹ سرجن
۱۰۰	+	۳	۲	+	اکریڈٹڈ انجینئر
۱۰۰	+	۷	۷	+	اسٹنٹ انجینئر
۱۰۰	+	۱	۱	+	ایگزامینر
۹۷۵	۱۲۵	۸	۷	۱	سپروایزر
۱۰۰	+	۱۵	۱۵	+	اور سیر
۱۰۰	+	۱۰	۱۰	+	ماتحان
۹۲۵	۷۵	۲۱۵	۱۹۹	۱۶	میزان

نتیجہ برہما سول لسٹ  
اکتوبر ۱۸۹۳ء

۵۰	۵۰	۲	۱	۱	اسٹنٹ کمشنر	سول سروس
۱۰۰	+	۳	۳	+	اسٹنٹ ٹیلنٹ افسر	لیٹریٹریو اینڈ جنرل ایڈمنسٹریشن
۱۰۰	+	۵	۵	+	سینئر ٹیلنٹ اینڈ ریکرڈ	
۱۰۰	+	۲	۲	+	اسپیشل لوکل سروس	
۱۰۰	+	۹	۹	+	دیپارٹمنٹ افسر	
۱۰۰	+	۲۵	۲۵	+	اکسٹرا اسٹنٹ کمشنر	
۹۹۵۲	۵۸	۲۳۹	۲۳۷	۲	میوک	جنگل ڈاکمانہ
۱۰۰	+	۲	۲	+	اکسٹرا اسٹنٹ کنسروٹر	
۵۰	۵۰	۲	۱	۱	سپریٹنڈنٹ	

فیصدی		میزان	تعداد		عمده	ڈیپازٹمنٹ
ہندو	مسلمان		ہندو	مسلمان		
۵۷	۲۳	۷	۴	۳	انسپکٹر .....	ڈاکخانہ
+	۱۰۰	۱	+	۱	پوسٹ ماسٹر .....	"
۱۰۰	+	۲	۲	+	اسسٹنٹ کنسٹرولر ..	اکونٹس
۱۰۰	+	۱	+	۱	رجسٹرار .....	جوڈیشل
۱۰۰	+	۱	۱	+	جج خفیفہ .....	"
۷۵	۲۵	۵	۴	۱	سپرنٹنڈنٹ .....	جیل
۱۰۰	+	۶	۶	+	اسسٹنٹ ڈیوٹنٹ سپرنٹنڈنٹ	سول پولیس
۹۸۲۳	۱۵۶	۶۶	۶۱	۱	انسپکٹر .....	"
۱۰۰	+	۲	۲	+	صوبہ دار مجبز .....	میڈیٹری
۱۶۵۸	۱۳۲۲	۶	۱	۵	پائلسٹ .....	میرن
۹۳۵۵	۶۰۵	۳۱	۲۹	۲	ڈپٹی انسپکٹر .....	تعلیم
۱۰۰	+	۴	۴	+	سب انسپکٹر .....	"
۱۰۰	+	۲	۲	+	اسسٹنٹ کلرک .....	"
۱۰۰	+	۳	۳	+	سول سرجن .....	میڈیکل
۱۰۰	+	۱۱	۱۱	+	اسسٹنٹ سرجن ..	"
۱۰۰	+	۱	۱	+	اکزیکوٹو انجینئر .....	پبلک ورکس
۱۰۰	+	۶	۶	+	اسسٹنٹ انجینئر ..	"
۱۰۰	+	۲	۲	+	گورنمنٹ مترجم .....	متفرقات
۱۰۰	+	۱	۱	+	ڈیپارٹمنٹ .....	"
۹۵۵۹	۲۲۳	۲۲۳	۲۲۵	۱۹	میزان	

